۷۸۶ [illegible] یامعین

روزنامہ بالتصویر

سفر مصر و شام و حجاز

از مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

اردو زبان میں

اپنی طرز کا

سب سے پہلا اور سب سے آخری سفرنامہ

جس کو

خاکسار محمد انوار ہاشمی مدیر مکتبہ قادریہ و منیجر اخبار توحید میرٹھ نے

باہتمام منشی محمد علی صاحب پرنٹر ہاشمی پریس میرٹھ میں چھپوا کر شائع کیا

[illegible] بالتصویر [illegible] بلا تصویر [illegible]

طلسمات فرعون

اس سفرنامہ میں فرعون کی لاش کا ذکر کرتے وقت حضرت خواجہ صاحب نے اپنا خیال ظاہر فرمایا ہے کہ لاشیں اہل یورپ کے عقیدہ کی بموجب کسی مسالہ کے سبب آجتک سلامت نہیں ہیں بلکہ اعمال سحر سے اسکو تعلق ہے۔

سفرنامہ میں اتنی گنجایش نہ تھی جو اسپر پورے طور سے بحث کی جاتی۔ اسلئے حضرت خواجہ صاحب نے علیحدہ ایک کتاب طلسمات فرعون کے نام سے لکھدی ہے جسمیں نہایت کوشش اور مصر کی قدیم کتب اور جدید تحقیقات کی چھان بین کے بعد فرعون کے زمانہ کی مخفی باتوں کو خاص اُس زمانہ کے حروف اور اہل یورپ کے بتائے ہوئے معانی کو نقل کر کے اور اپنے ہندوستانی اعمال طلسمی سے مطابق کر کے لکھا ہے اور ان عقاید کو بھی بتایا ہے جو فرعون کے وقت میں رائج تھے۔ اور نتایج بیان طلسمات قدیم کو آجکل کیلئے قابل عمل بنا دیا ہے جس سے انسان کو دنیاوی امور میں بڑے حیرت خیز فائدے ہو سکتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کی آئندہ حالت معلوم کرسکتا ہے۔

کتاب بلحاظ ضخامت بہت مختصر اور چھوٹی ہے مگر مضامین کی اہمیت اور عجائب نادر باتوں کے معلوم ہونیکے اعتبار سے اشرفیوں میں تول لینے کے قابل ہے اسی لئے اسکی قیمت زیادہ رکھی ہے تاکہ عوام میں نہ جا سکے جو اسکے مخفی امور کے صحیح مطالب سمجھنے سے قاصر ہونگے علمی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت ۸/

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

۷۸۶ — ھو الکل — یامعین

تذکارِ یادگار

دلی خلوص و محبت کے ساتھ اس مجموعہ احوال سفر مصر و شام و حجاز کو مفصلہ ذیل احباب و متوسلین سلسلہ نظامیہ کے اسمائے گرامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تاکہ جبتک یہ کتاب صفحۂ ہستی پر موجود رہے۔ ان دوستوں اور یاران طریقت کے نام بھی قایم و برقرار رہیں ✦

(۱) امیر النسا بیگم صاحبہ مراد بانو زوجہ میر تراب علی خانصاحب گوشہ محل حیدر آباد دکن ✦

(۲) غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر راجکوٹ کاٹھیاواڑ ✦

(۳) خانصاحب حاجی فتح محمد خانصاحب نظامی جمالی خدمتی محکمہ کمسریٹ کشمیر ✦

(۴) حاجی حافظ حفیظ الدین صاحب تاجر صدر بازار میرٹھ ✦

(۵) ملک غلام حسن صاحب نظامی تاجر شال کٹرہ میاں سنگھ امرتسر ✦

(۶) خان بہادر نواب محمد مزمل اللہ خانصاحب رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈہ و نائب سکرٹری علی گڈہ کالج ✦

(۷) بابو امداد علی صاحب محکمہ کمسریٹ کوئٹہ بلوچستان ✦

(۸) ایڈیٹر صاحب رسالہ صوفی پنڈی بہاءالدین ضلع گجرات ✦

(۹) بابو فخر الدین صاحب نظامی مرحوم انجنیر ریاست جاورہ ✦

(۱۰) [illegible] اجمیر شریف ✦ (۱۱) بابو الٰہی بخش صاحب انسپکٹر حصار ✦

ازدعاگو

[illegible]ن نظامی دہلوی

از شعبان المعظم [illegible] یادگار [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

وہ دن جو کل پرسوں آنکھوں کے سامنے تھے - کیسے غم آلود گزرے بس دل ہی جانتا ہے کششِ حجاز نے بمبئی تک کھینچا - مگر گردشِ ایام نے دامن پکڑ لیا - نامراد دہلی واپس آیا - اب پھر ولولوں میں موج اُٹھی - اور زیارت حجاز کا تصور لہریں لینے لگا - بہت زمانہ نہیں اسی مئی کے اندر سب کچھ ہوا +

شروع مئی کا ذکر ہے - میرٹھ میں مخلص دیرینہ مولوی احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کورتی کی محفل شادی کے ایک گوشہ میں چند یاران طریقت کے ساتھ یہ [illegible] اپنے خیالی جہاز دوڑا رہا تھا کہ میاں محمد انوار صاحب کے چھوٹے بھائی بیساختہ رکوع سنانے کی فرمائش ہوئی - اسرار غیب کے قربان جائیے کا آخری رکوع شروع کیا - جس میں تسخیر فلک (جہاز)

کا تذکرہ ہے۔ کلام پاک کے پہنے ہی جملے نے چونکا دیا جسمیں ارشاد ہے کہ ہمنے تیرے لیئے جہاز کو مسخر کر دیا۔ تاکہ تو اپنے پروردگار کی نشانیاں دیکھے ہیں نے محرم راز واحدی کو دیکھا۔ اور واحدی مجکو تعجب سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ انکو بھی اس شانِ غیبی کے کرشمے نے ششدر کر دیا تھا۔ اگرچہ رکوع کے ایک حصہ میں موج و طوفان کا بھی ذکر تھا۔ لیکن ساتھ ہی اخلاص کامل اور صبار و شکور کے خطابات سے تسلی بھی تھی ٭

بس پھر کیا تھا۔ دہلی آتے ہی شوق و ارمان سے سرگوشیاں ہونے لگیں۔ زنبیل درویشی کو ٹٹولا تو ضرورت کے موافق ہاتھ نہ آیا۔ فکر ہوئی کہ الٰہی اب کیا ہوگا۔ مگر واہ اُسکی شان۔ آٹھ دن میں سب کچھ مہیا ہو گیا۔ بڑے بھائی مرحوم کے یتیم بچوں اور بیوہ کے تازہ زخم کا خیال زیادہ تھا۔ وہ بھی میرے نیک ارادہ کو سُنکر خوشی خوشی بولے کہ جاؤ۔ اور ہم کو خدا پر چھوڑ دو۔ اور بی حور بانو تو جن کو لوگوں کی اصطلاح میں نورِ چشم اور لختِ جگر کہنا چاہیئے۔ ابھی جانتی ہی نہیں کہ ماں مرگئی تو کیا جاتا رہا۔ باپ چلا جائیگا تو کیا کم ہو جائے گا۔ خالہ جان کی آغوشِ شفقت نے سب کچھ بھلا رکھا ہے ٭

حلقہ کی اُلجھن باقی تھی کہ جسکے سہارے سانس آتا جاتا ہے۔ اسکا بعد میں کیا حشر ہوگا۔ الغایٰ پوچھنا چاہیئے۔ فوراً اس تجویز نے تسلی دیدی کہ یہ سفر ہی حلقہ کے لیئے کرنا چاہیئے۔ مدینہ پاک میں چلکر روضۂ اقدس کے سامنے دوہائی دو اور پھر سارے حجاز۔ مصر۔ قسطنطنیہ کا چکر لگا کر وہاں کے مشائخ سے ملو۔ اور اپنے ملک کے مشائخ سے انکا تعارف کراؤ۔ اُنکی سُنو۔ اپنی سُناؤ۔ اور جہاں کہیں دُعا اس تقدیس کی برکت ملے اپنے اہلِ وطن کے لیئے سمیٹ لاؤ ٭

آخر وہ گھڑی آگئی کہ یہ گنہگار اپنے آقائے نامدار محبوب پروردگار کے

مقدس مزار کے پہلو میں کھڑے ہو کر رخصت ہوا +

پہلی برکت اس سفر کی یہ دیکھی کہ برسوں کی کدورتیں صاف ہو گئیں - جنسے رات دن کی مخالفت کو کرن گزر گئے تھے - وہ سب چشم پر آب ہو کر بغلگیر ہوئے - اور گزشتہ واقعات کی صفائی کر لی - قوم کے چھوٹے بڑے عورت مرد نے جس جوش الفت سے وداع کیا - اُسکا اثر ہمیشہ یاد رہیگا +

احباب سے سفر کی خبر چھپانے میں گو بڑی احتیاط کی گئی تھی تاہم آس پاس کے دوست روانگی کے وقت پہنچ ہی گئے - انبالہ سے مخلص قدیم میر نیرنگ صاحب میرٹھ سے حاجی حفیظ الدین صاحب تاجر اور سیّد ذاکر علی صاحب وجدانی نے تشریف لا کر رخصتی وقت میں اثر ڈالدیا +

عین اُس وقت جبکہ گاڑی دروازے پر آئی تا کہ ریل تک راستہ بتائے خیالات کو ایک حادثہ سے تصادم ہوا - دماغ معطل ہو گیا - اندیشہ تھا کہ شاید یہ ارادہ بھی ملتوی رہا - مگر ہمت کر کے اسی دلگیری و افسردگی میں ریل پر سوار ہو گیا - یہاں بھی لوگوں نے اپنی دانست میں خاصا ہجوم دکھایا - لیکن میں کیا کرتا - ہجوم اندوہ میں مستغرق تھا +

چھوٹی لائن نے تیز رفتاری میں حد درجہ بڑائی دکھائی - اور زلزلہ خیزی سے ساری رات سونے ندیا - کچھ تو دماغ از خود رفتہ تھا - اسپر لوہے کی سڑک پر چلنے والی سواری کا ہلنا - بس یوں سمجھئے کہ پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی -

صبح سات بجے کے بعد اجمیر شریف کے اسٹیشن پر قدم رکھا - یہاں سے سفر کا روزنامہ شروع ہوتا ہے اور تمہید طے کی جاتی ہے -

۲۱ مئی - ۲۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۹۱۱ء بہ سنہ ۱۳۲۹ھ

یکشنبہ - ریل سے اُتر کر درگاہ شریف کے قریب ایک مکان میں قیام کیا - یہ شہر اگرچہ پہاڑ کے دامن میں ہے - لیکن گرمی کی وہ شدت نہیں جسکی کیفیت دہلی میں بھی نہیں جاتی - پڑوس میں ایک شاہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے - انہوں نے میرا نام سُنا تو ملنے کی درخواست بھیجی - پہلے سے جانتے تھے - خیال آیا کہ فقیروں کی صحبت باعث تسکین ہوتی ہے - آؤ ذرا وہاں کا رنگ بھی دیکھیں - چلا گیا - واہ کیا مؤثر صحبت - جی باغ باغ ہوگیا - یہ حیدرآباد کے رہنے والے رسول شاہی فقیر ہیں - چار ابرو کا صفایا - آنکھیں چمکدار - فہم و فراست کی نشانی - بشرہ متین گفتگو سنجیدہ - سوز و گداز سے لبریز - شاید نو بہار حسین نام تھا - اُنکے ہمراہ ایک اور صاحب صوفی مہرالدین دکنی اور کسی ہندو راجہ کے صاحبزادے بھی ہیں - دونوں میں ایک کیف - باتیں ہوئیں - اور خوب ہوئیں - اس سفر میں کاش ایسی صورتیں روزانہ میسر آیا کریں - کھانا کھایا - آنکھیں بند کرکے نیند سے باتیں کیں - پورے تین گھنٹے - عصر کے بعد درگاہ شریف میں حاضری دی - قریب مغرب دیوان صاحب یعنی شیخ المشائخ دیوان سید امام الدین صاحب چشتی سجادہ نشین اجمیر شریف سے نیاز حاصل کیا - ابتدا میں دیوان صاحب کی اس فقیر پر اور حلقہ پر خاص نظر عنایت تھی - لیکن بعد میں دراندازوں نے اسمیں رخنے ڈالدئے تھے - اندیشہ تھا کہ اسکا اثر موجود ملیگا - مگر نہیں - وہی قدیمی نوازشیں اور عنایات - فرمانے لگے حج کا بھی ارادہ ہے یا صرف مدینہ منورہ کی حاضری ہوگی - عرض کیا - اس سفر میں تو شاید حج کا موقعہ نہ ملے - آئندہ ارادہ کیا جائے گا - بالفعل دربار رسولؐ کے سلام کا قصد ہے - ارشاد ہوا یہ خاص صوفیوں کا مسلک ہے - حضرت خواجہ

خواجگان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقیر کو پہلے مدینہ شریف حاضر ہونا چاہیئے
منزل وحیدریہ سے طے ہوتی ہے۔ اسکے بعد فرمایا۔ تم جاتے ہو۔ حلقہ کا کام
کس کے سپرد کیا۔ کہا گیا۔ عزیزم واحدی کے یہ امانت سپرد کی ہے۔ انشاءاللہ
تعالیٰ وہ سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دینگے۔ پھر مدرسہ معینیہ کا ذکر آیا۔
اسکی جدید شاخ معینیہ ہائی اسکول کو درگاہ شریف کا خزانہ تین سو ساٹھ روپیہ
ماہوار دیتا ہے۔ اس اسکول میں اکثر لڑکے مسلمان بچے پڑھتے ہیں۔ دیوان
صاحب نے ایک صوفی عالم کو تعلیم کے علاوہ تربیت کیلئے مقرر فرمایا ہے۔
چنانچہ روزہ تربیت کا یہ اثر ہے کہ جو بچہ نماز نہیں پڑھتا۔ اُسکو دوسرے بچے
اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ بے نمازی کا ہمارے ساتھ کام نہیں
اسی پر دوسری خوبیوں کو اندازہ کرنا چاہیئے۔ مینے عرض کی کہ مدرسہ قدیم یعنی عربی مدرسہ
کا کیا حال ہے۔ فرمایا اسکو سو روپیہ ماہوار دیا جاتا ہے۔ اسمیں بھی بتدریج ترقی
دی جا رہی ہے۔ اسوقت مینے درسگاہ تصوف کا پرانا خیال پیش کیا۔ ارشاد
ہوا کہ وقت کم ہے۔ اور میں تم سے اس معاملہ میں مفصل گفتگو و مشاورت چاہتا
ہوں۔ ایک زمانہ ہوا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے اس کی تحریک کی تھی۔
مگر وہ تحریک جس شرط پر مبنی تھی وہ مجھے پسند نہ آئی۔ وہ کہتے تھے کہ آئندہ کوئی
شخص سجادہ نشین نہ ہو سکے جبتک کہ درسگاہ تصوف سے سند حاصل نہ کرے۔
یہ ایک طرح کا ہتھیار تھا۔ جو مدرسین و ممتحنین کے ہاتھ میں فقرا و سجادہ نشینوں
کے خلاف دیا جاتا تھا۔ اسلئے یہ تحریک نامکمل رہ گئی۔ مدرسۂ تصوف کی بیشک
ضرورت ہے۔ لیکن پہلے تم کو اسکے اصول پر غور کرنا چاہیئے۔ تعلیم تصوف
کے دو طریقے ہیں۔ ایک حال اور دوسرا قال۔ حال نام ہے شیخ کی حرکات و سکنات
کی پیروی کا۔ صحبتِ شیخ میں رہنے سے یہ تعلیم صرف آنکھ کے دیکھنے اور عمل کرنے

سے حاصل ہوتی ہے۔ اسکے لئے درسگاہ کی ضرورت نہیں۔ رہا قال وہ اخلاقی کتب کا پڑھنا۔ اور احوال بزرگان کا معلوم کرنا۔ نکاتِ تصوف پر عبور ہونا ہے اسکے واسطے بیشک درس کی ضرورت ہے۔ تم سفر سے واپس آجاؤ تو اس کام کے اُٹھانیکا تدارک کرینگے۔ اسکے بعد یونیورسٹی پر گفتگو ہونے لگی۔ چلتے وقت وہ نوازش فرمائی جسکو اس سفر کی نیک فال کہنا چاہیئے۔ یعنی

دربارِ خواجہ کا خاص خلعت

عطا فرمایا۔ یہ وہ ملبوس ہے جسکو دیوان صاحب حاضری آستانہ کے وقت استعمال فرماتے ہیں۔ خلعت دیتے وقت جو الفاظ ارشاد ہوئے وہ بڑے مؤثر تھے۔ فرمایا جہاں جاتے ہو وہاں فقیری کی اصل شان موجود ہے۔ اس مُلک میں اب کیا باقی رہا ہے۔ اپنا کام جرات اور مستعدی سے کرو۔ رسوائی و مخالفت سے نہ ڈرو۔ سب کام کرنے والے اسکا شکار ہوتے آئے ہیں۔ میں تمہاری کامیابی کی ہر وقت دعا کرتا رہونگا۔

بعد نماز عشا مزار مبارک پر رخصتی سلام کو حاضر ہوا۔ آستانہ پاک سے خاص دستار عنایت ہوئی۔ اور حضرات صاحبزادگان نے متفق اللفظ ہلکر دعا فرمائی الحمد للہ اسوقت میں نے اپنے حلقہ والوں کو فراموش نہیں کیا۔ اور کل خواستگاران دعا کے واسطے دعائے خیر کرائی۔ اور انشاء اللہ جہاں جاؤں گا احباب و اہل حلقہ کا خیال مقدم رکھونگا۔ روضہ مبارک کے سامنے حقانی قوال کی چوکی گا رہی تھی جسوقت اُسنے کہا "تیری محبت میں آوارہ و بے خانماں ہوتا ہوں۔ سازو سامان کی نہ پوچھ تیری الفت کا جنون اچھا توشہ ہے"۔ تو عجب از خود رفتگی کا عالم ہوگیا۔ اور وہ بہار دیکھی جسکی برسوں سے آرزو تھی۔ قوالی کے بعد

ساعتوں کا مزا لے رہا تھا کہ حاضرین مصافحہ و دست بوسی پر ٹوٹ پڑے۔ دربار
خواجہ کے سامنے ہاتھ پاؤں چھوانا گستاخی تھی۔ گھبرا گیا اور جلدی سے باہر چلا آیا۔
گاڑی دو بجے جاتی ہے۔ اسباب لیکر ریل پر آیا۔ خواجہ کا کرم دیکھئے آدھی
رات سے زیادہ گزر گئی ہے۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ مگر حضرات
صاحبزادگان نے سٹیشن تک مشایعت کی۔ اور نہایت شفقت و نوازش سے
رخصت کیا۔ یہ نظارہ بھی خوب تھا ÷

۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

دوشنبہ:۔ صبح آٹھ بجے کے قریب گاڑی چتوڑ گڈھ کے مشہور قلعہ کے پاس
سے گزری۔ بلند پہاڑ پر شاندار قلعے کے آثار نظر آئے۔ میدان کو دیکھتا تھا اور سوچتا تھا
کہ یہ وہی کارزار ہے جہاں دینی بھائیوں نے تیر و شمشیر کے زور سے شہ زوروں کے
منہ پھیر دئے۔ کٹ گئے۔ اور کاٹ ڈالا۔ عالم خیال میں برچھیوں کی نوکیں دشمنوں
کے سینوں سے ٹکراتی دیکھ رہا تھا کہ ایک نہایت کرخت و ناگوار آواز پلیٹ فارم
سے آئی۔ اور ولولہ خیز تصور کو درہم برہم کر دیا۔ آواز یہ تھی **"چبینا مٹھائی"**
گردن نکال کر دیکھا ایک میلا کچیلا حلوائی ہے۔ جسنے دھوتی کے پچھلے حصہ کو
اس بدسلیقگی سے کولوں پر اڑسا ہے کہ آدھ گز کے قریب کپڑے کا گپھا دم کی طرح
اوپر کو نکلا ہوا ہے۔ جب چلتا ہے تو نیچے کے حصے کو اس طرح حرکت دیتا ہے کہ
وہ گپھا گت بھرتا معلوم ہوتا ہے۔ زبان سے کہتا ہے "چبینا مٹھائی" یعنی اپنی مٹھائی
کی تعریف کرتا ہے کہ وہ چنوں کی طرح چبانے اور پھانک لینے کے قابل ہے۔ گویا
[illegible]رکی یہ سب سے اچھی مدح سرائی تھی۔ میں نے دہلی چھوڑی تو فالسوں کا موسم تھا۔
[illegible]لے آواز لگاتے تھے کہ "سانولے سلونے شربت کو" یہاں اسکے برعکس

تعریف سُنی - دہلی والے معمولی چیز کو مٹھائی سے تشبیہ دیکر تعریف کرتے ہیں - اور یہ لوگ اچھی چیز کو بُری چیز سے شابہت دیتے ہیں - تمدن کی خوبی ہے - مسلمان جہاں گئے انھوں نے ہر بات میں رنگ پیدا کر دیا - چھوڑیں اگر وہ رہ جاتے تو آج میرے کانوں کو یہ صدمہ نہ اُٹھانا پڑتا +

۲ بجے گاڑی نیمچ چھاؤنی پر پہنچی - یہاں بابو محمد بخش صاحب گارڈ اور بابو عبدالرحیم صاحب نائب سررشتہ دار کچہری مئو وغیرہ خیر مقدم کو موجود تھے - جاورہ ابھی کئی گھنٹہ کی راہ ہے - مگر مخلص طریقیت بابو فخرالدین نظامی انجنیر ریاست جاورہ نے اتنی دور تک استقبال کی تحریک بھیجی - جاورہ پر احباب موجود تھے - بابو فخرالدین اپنے مکان پر لے گئے اور ایک رات دن خوب سماع کی محفلیں ہوتی رہیں - دوسرے دن شام کو سوار ہو کر صبح ۷ بجے بمبئی میں داخل ہوا - شاہجہاں محل ہوٹل میں قیام کیا جو مسلمانوں کیلئے آرام کی جگہ ہے - اول اپنے محب صادق مولوی محمد یوسف صاحب ایم - اے کھٹلکے سے ملاقات کی - مولوی صاحب اسی وقت مختلف مقامات پر لیگئے - اور سفر کے لئے مشورے شروع کر دئے کہ کس طریق سے سفر کرنا چاہئے - ایک شامی صاحب نے صلاح دی کہ اوّل مصر جانا چاہئے - اور وہاں کے گرد نواح کے تمام مزارات و خانقاہوں کی زیارت کر کے بیت المقدس ہوتے ہوئے دمشق جائیں اور وہاں سے مدینہ منورہ بریجی کے موقعہ پر حاضری دیں - اسکے بعد قسطنطنیہ کا ارادہ کریں دو عرب تاجر بھی مصر جانیوالے ملگئے - میں نے اس صلاح کو پسند کیا اور عربوں کی رفاقت میں جانا ٹھہر گیا - جو پاسپورٹ دہلی سے لایا تھا وہ کام نہیں دیسکتا - دوسرے پاسپورٹ کی درخواست کی ہے - ٹکٹ آج لیا جائیگا - کیونکہ اُسکے لینے میں کسٹم پاس دکھانا پڑتا ہے - اور وہ کل نہیں ملا - سکھوں کی ایک بہت بڑی پارٹی عدن جاری ہے اُسکے پاس بنانے میں حکام مصروف تھے - آج پاس لیکر ٹکٹ لیلیا جائیگا - آسٹرین کمپنی

کا جہاز ٹریسٹ ۔ ۳ مئی کو جانے والا ہے اُسمیں روانگی ہوگی +

بمبئی میں پورے آٹھ دن قیام ہوا ۔ مگر یہ زمانہ بڑی بے لطفی کا تھا۔ اول تو یہاں گرمی کچھ ایسی تھی کہ دہلی کی طرح لُو نہ تپش ۔ لیکن پسینہ کا سمندر اُبلا چلا آتا تھا ۔ اسپر بھوک کی کمی ۔ اور قبض کی زیادتی ۔ معاذ اللہ +

اسکے علاوہ باشندے اس شہر کے سب خودغرض و مطلبی ہیں ۔ سوائے چند مستثنےٰ لوگوں کے عموماً سب کے سب اول درجہ کے بیمروت اور طوطا چشم ہیں ۔ روشن خیالی و احساس قومی نام کو نہیں ۔ اور اگر کہیں اظہار ہوتا ہے تو وہ بھی محض نام و نمود کے لئے ۔ میں نے یہ زمانہ اکثر مولوی محمد یوسف صاحب کھٹکے کی صحبت میں گزارا ۔ مولوی ہیں ۔ ایم ۔ اے ہیں ۔ اور ظاہر و باطن پکّے مسلمان ہیں یا کبھی کبھی مولانا شبلی نعمانی کے پاس جو اتفاق سے بمبئی میں موجود تھے وقت بسر ہوتا تھا +

دو روز ترکی قونصل جنرل جعفر بے سے بھی خوب معرکۃ الآرا ملاقاتیں رہیں ۔ دو دو گھنٹہ تک ترکی ۔ اسلامی ۔ درویشی امور پر مباحثے ہوتے رہے ۔ جعفر بے کو اس عہدے پر آئے ہوئے صرف پندرہ دن ہوئے ہیں ۔ دُبلا پتلا ۔ پستہ قد مگر بلا کا تیز طرار ہے ۔ ترکی اور فرانسیسی کے سوا اور کوئی زبان اچھی طرح نہیں آتی ۔ مجھ سے اپنے نائب محمود بے کے توسط سے گفتگو کرتے تھے ۔ اول روز گیا تو اتفاقاً لال شاہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے جو بنّوں کے رہنے والے اور فارن آفس میں ایک اعلیٰ عہدے پر مامور ہیں ۔ ہوٹل میں ان سے بھی ملاقات ہوگئی تھی جعفر بے نے جب میری معیت میں ایک ایسے افسر کا کارڈ دیکھا جو انگریزی حکومت کے محکمہ راز کا افسر ہے تو اُن کو مجھ سے ہمکلامی کے وقت بڑی احتیاط مدنظر رکھنی پڑی بار بار انگریزوں کی وفاداری کی تاکید کرتے تھے +

جعفر بے کو احادیث نبوی پر خاصا عبور ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر بات کے ثبوت میں ایک حدیث بحوالہ کتاب پڑھ دیتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ترکی مملکت میں رفاعی۔ قادری۔ نقشبندی۔ موسوی سلاسل کے مشائخ کثرت سے ہیں۔ اور ان سب کو حکومت کی جانب سے ہر طرح کی آزادی ہے۔ جعفر بے نے بیان کیا کہ وہاں بھی بعض مشائخ بے علمی کے سبب پستی اور زبونی میں مبتلا ہو گئے ہیں جنکی اصلاح کے لئے ایک انجمن قائم ہوئی ہے ✣

باتوں باتوں میں آریہ سماج کا ذکر آگیا۔ جعفر بے اس جماعت کے وجود سے بالکل بے خبر تھے۔ اسلئے بہت دیر تک انکے اصول اور طرز عمل کی نسبت سوالات کرتے رہے۔ خصوصاً اس رویہ کی نسبت جو آریوں کا مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ ہے۔ جعفر بے نے اپنی کتاب میں متعدد نوٹ لکھے۔ اور انگریزی سلطنت کے ساتھ وفاداری کی نصیحت کر کے کہا کہ ہم اپنے ہندی مسلمان بھائیوں کے ہر حال میں ہمدرد ہیں ✣

پاسپورٹ ملنے میں بڑی دیر لگتی۔ اگر مولوی عبد اللہ احمد محافظ حجاج اور منشی حسین الدین صاحب کوشش نہ فرماتے۔ اسپر بھی پورے چھ روز کی آمد و رفت کے بعد پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری نصیب ہوا۔ انگریزی گورنمنٹ نے صرف ایک روپیہ فیس کا لیا۔ مگر ترکی قونصل نے تین روپے لیکر پاسپورٹ کی تصدیق و تکمیل کی ✣

روانگی سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ کک کمپنی کی معرفت سفر کرونگا۔ بمبئی میں اگر بعض دوستوں نے رائے دی کہ براہ راست ٹکٹ لینا چاہئے کمپنی کے وسیلہ میں مصارف زیادہ ہونگے۔ لیکن مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ کمپنیاں مسافروں سے کچھ زیادہ چارج نہیں کرتیں۔ جہاز والوں سے اُن کو کمیشن ملتا ہے اور اُنکے

توسل سے مسافر کو بڑی راحت رہتی ہے - ہر بڑے مقام پر انکے نوکر سُفر
کو اُتارنے چڑھانے اور تمام ضروری معاملات میں مدد دیتے ہیں - خطوط وغیرہ
ان کی معرفت احتیاط سے پہنچ جاتے ہیں - یہ کمپنیاں ایک طرح کی دلال ہیں
مگر ہمارے ملک کے سے دلال نہیں - اِنکے سب معاملات صاف اور باضابطہ
ہیں - ظاہری شان دیکھو تو وائسرائے کا دفتر معلوم ہوتا ہے - جہاں برقی
پنکھے چل رہے ہیں - اور سیکڑوں آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں -
میں نے کک کمپنی کی معرفت سوئز تک تین سو پچھتّر روپیہ میں اوّل درجہ کا ٹکٹ لیا -
اگرچہ پہلے ارادہ سکنڈ کلاس میں جانے کا تھا - مگر سکنڈ میں جگہ نہ تھی - دوسرا
جہاز ۹ جون ۱۹۱۱ء کو جانے والا تھا - جسکے انتظار میں سمندر میں طوفانی
موسم شروع ہو جاتا - عدن تک ۵ - جون کے بعد دریا میں ہلچل پیدا
ہو جاتی ہے جو ۱۵ - ستمبر تک رہتی ہے - اسلئے میں نے یکم جون کے جہاز
میں جانا مناسب سمجھا - ۳۱ - مئی کو کک کمپنی والوں نے ایک پرچہ دیدیا تھا
جسمیں لکھا تھا کہ ۱۱ بجے وکٹوریہ ڈک پر پہنچ جانا چاہئے - چنانچہ میں یکم جون کو جمعرات
کے دن دس بجے ہوٹل سے روانہ ہو کر وکٹوریہ ڈک پر پہنچا - اب یہاں سے
روزنامچہ اور سلسلہ شروع ہوتا ہے ✣

یکم جون ۱۹۱۱ء مطابق ۲ - جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ

پنجشنبہ - آج سفر کی بسم اللہ ہے - دوست جہاز پر پہنچانا چاہتے تھے - مگر مجھکو
رسم پسند نہیں - سب کو منع کر دیا - یہانتک کہ برادر عزیز علی وجدی کو بھی روکا - علی الصباح
شاہ صاحب تشریف لے آئے - اُنکو بھی رخصت - لیکن مولانا محمد یوسف صاحب
نے اور جہاز تک ساتھ رہے - پھلوں کا ایک ٹوکرا ساتھ لائے تھے جو مجھکو

جہاز میں کام دے رہا ہے ؛
۱۱ بجے ڈاکٹر نے معمولی معائنہ کیا۔ ساڑھے ۱۱ بجے خدا کا نام لیکر جہاز میں داخل ہوئے۔ آسٹرین کمپنی کا افریقہ نامی جہاز ہے ؛

اوّل اوّل جب فرسٹ کلاس میں گئے تو بڑی گرمی معلوم ہوئی۔ اور تھرڈ کلاس ہزار درجہ بہتر نظر آیا۔ لیکن رات کے تجربہ سے حقیقت کھلی کہ یہ کیسے آرام کی چیز ہے ؛

تھرڈ کلاس میں مسلمان۔ انگریز۔ ترک سب ہی لوگ ہیں۔ آج کا دن بیم و رجا کا ہے۔ طوفان کی خبریں اس کثرت سے کانوں میں پڑی ہیں کہ ہر وقت انہیں کا خیال رہتا ہے۔ بمبئی کے احباب نے چلتے چلتے صلاح دی کہ اس موسم میں سفر مناسب نہیں۔ آئندہ کے لئے ملتوی کرنا چاہیئے دہلوی اخلاصمندوں نے خطوط کے طومار باندھ دیئے۔ اور کچھ دن بمبئی میں ٹھہر جانے کا مشورہ دیا ؛

جب دل کو دیکھتا تھا تو وہ خوف میں ہراساں نظر آتا تھا۔ اور جب شوق مدینہ پر نگاہ کرتا تھا تو اس سے ہمت و استقلال کی نصیحت ہوتی تھی۔ آخر شوق غالب آیا۔ برکت مدینہ نے اعجاز نمائی کی۔ اور وہ شخص جسنے کبھی جہاز کا اتنا بڑا سفر نہیں کیا۔ ہر طرح راحت و آرام سے ہے۔ اور جن لوگوں نے بارہا سفر کئے ہیں وہ سب کے سب بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ آپ یقین کیجئے یہ محض حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی شفیق سرکار کا طفیل ہے کہ مجھ بیکس کو سب آفات سے نجات عطا ہوئی ؛

ایک بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ شام کے قریب جب اسکی رفتار تیز ہوئی مسافر چکرانے اور بیمار ہونے لگے۔ مگر مجھکو نہ چکر آیا نہ متلی ہوئی۔ نہ اور کسی قسم کی پریشانی ؛

سمندر بھا صا گرم ہے۔ موجیں چاروں طرف سے کف منہ میں لے لیکر جہاز پر حملہ کر رہی ہیں۔ مگر یہ بیچارہ متانت سے دوڑا چلا جاتا ہے۔ اور ان شوخیوں کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتا۔

فرسٹ کلاس میں ایک اور مسلمان غلام حیدر نامی ہیں جو بہاولپور کے رہنے والے ہیں اور اب عرصہ سے مدینے شریف میں رہتے ہیں۔ انکو کبھی چکر نہیں آئے بارہا سفر کیا ہے۔ میری نسبت انکو بھی ڈر تھا۔ کیونکہ صفراوی مزاج والے کی بُری گت ہوتی ہے۔ پر خدا کی شان میں تو چلا چنگا پھرتا ہوں اور غلام حیدر بیچارے سخت بیمار ہیں۔ قے اس کثرت سے ہوئی کہ خون آنے لگا +

ہمارے کیبن میں ایک پارسی رستم جی بمبئی کے تاجر ہیں۔ نوجوان اور زندہ دل۔ خوب گزرتی ہے۔ رستم جی نے تمام دُنیا دیکھی ہے۔ اور سفر کے پکے تجربکار ہیں۔ انھوں نے مجھکو نصیحت کی کہ چکر کا خیال نہ کرو ورنہ ضرور بیمار ہو جاؤ گے یہ ترکیب سُنکر میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور اُسکے معانی میں خیال کو اسقدر مستغرق کیا کہ سمندر کا خیال بالکل جاتا رہا۔ اسکے بعد اُس چیز کا تصور باندہ لیا جو مجکو دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اس علاج کا واقعی خوب اثر ہوا۔ مگر افسوس کہ خود حکیم صاحب یعنی رستم جی اسپر عمل نہ کر سکے اور بیمار ہو گئے۔ رات کو بار بار قے کرتے تھے اور گھبرائے جاتے تھے۔ مجھسے جہانتک ہوسکا تیمارداری کرتا رہا +

چکر کا مجرّب علاج

اسمیں شک نہیں کہ سمندری بیماری میں خیال کو بڑا دخل ہے۔ اور اسکا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ خیال کو یکسو کر لیا جائے۔ آہا ہا۔ صوفیوں کی جمیعت وہ بھی دین دُنیا کی راحت خیال کی یکسوئی میں بتاتے ہیں۔ اگر تم سمندر کی بیماری

سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اپنی کسی محبوب اور پیاری چیز کا تصور کرکے بیٹھ جاؤ۔ اُس سے باتیں کرو۔ اُس سے ہنسو۔ اُس سے لڑو۔ غرض ہمہ تن اُسمیں محو ہو جاؤ۔ کیا مجال جو سمندر تمہارا بال بیکا بھی کر سکے۔ سب سے اچھا نسخہ تو یہ ہے کہ اپنے پیر کا دھیان جماؤ۔ ورنہ ہر منظور نظر کا خیال کر سکتے ہو*

فرسٹ کلاس والوں کو چھ وقت کھانا ملتا ہے یہ لوگ کسقدر رکھاؤ ہیں میں اپنے کمرے میں منگالیتا ہوں۔ سب کھاتا ہوں اور ہضم ہو جاتا ہے۔ گوشت چھوڑ دیا ہے۔ صرف مچھلی۔ انڈے اور سبزی پر گزر ہے۔ اور یہ اتنی کثرت سے ہوتی ہیں کہ گوشت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ذبیحہ کی احتیاط لازم ہے*

رات کو خوب نیند آئی۔ بجلی کے پنکھے۔ بجلی کی روشنی۔ بس یوں سمجھئے کہ شداد کی بہشت کا ایک ٹکڑا ہے*

۲۔ جون ۱۹۱۱ء

جمعہ۔ ۴ بجے بیدار ہوا۔ انگریز پڑے سوتے ہیں۔ ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھی اور قرآن شریف تلاوت کرنے لگا۔ عبد و معبود میں ہمکلامی کا مزا آگیا۔ ۷ بجے رستم جی نے آنکھ کھولی اور لیٹے ہی لیٹے دیوار کے ایک بٹن کو دبایا۔ اور مسکرا کر کہا آؤ۔ بہت دیر سوئے۔ میں رستم جی کی اس حرکت سے حیران تھا کہ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک یوربین صاحب نمودار ہوئے۔ پارسی کو اور مجھکو گردن خم کر کے سلام کیا۔ پارسی نے کہا چاء لاؤ۔ اسوقت معلوم ہوا کہ اس بٹن کا تعلق ملازمین کے کمرے سے ہے۔ برقی رو ملازم کو اطلاع دیتی ہے کہ فلاں نمبر کے کمرے میں مسافر بلاتا ہے* یہ لوگ ان ہی ظاہری اختیارات کے سبب

خدا کو بھولتے جاتے ہیں +

چار نوشی کے بعد صاحب بہادر نے کمرہ کو صاف کیا۔ بچھونے کو درست کیا۔ جوتیوں کو پونچھا۔ یا اللہ تیری شان۔ پورے چار سو روپیہ میں گورے غلام بن گئے۔ یہ لوگ پیسہ کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں +

آج دن بھر لکھنے پڑھنے میں بسر ہوا۔ شام کو اوپر کے تختہ پر بیٹھ گئے۔ سب انگریز مرد عورت گشت کرتے پھرتے ہیں۔ میرا لباس اُنکے لئے تماشہ ہے۔ مغرب کی نماز بھی پڑھی۔ یہ بھی ان لوگوں کے لئے ایک منظر ہو گیا +

سمندر کا تلاطم بڑھتا جاتا ہے۔ عورتیں نڈھال پڑی ہیں۔ میں آج کی رات بھی آرام سے سویا۔ اور اہل دہلی کو خواب میں دیکھتا رہا +

۳۔ جون ۱۹۱۱ء

شنبہ:۔ سمندر میں جوش حد سے زیادہ ہے۔ چھتری پر جاتے ہوئے دماغ چکراتا تھا لیکن گیا۔ تاکہ اپنے اہل وطن کو اسکی کیفیت لفظوں میں بتاؤں +

عام فہم طریقہ تو یہ ہے کہ ہوا سمندر کو اس طرح اونچا نیچا کرتی ہے کہ جہاز برابر نہیں چل سکتا۔ کبھی نشیب میں جاتا ہے۔ کبھی بلندی پر آتا ہے۔ اسلئے سواریوں کو ہچکولوں سے چکر آنے لگتے ہیں +

اہل تصوف کی اصطلاح میں سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ سمندر ہمیشہ پاس انفاس کا شغل کرتا رہتا ہے۔ کنارے پر دیکھو تو وہاں بھی نظر آئے گا کہ کبھی تو سمٹ کر چار گز پرے ہٹ جاتا ہے اور کبھی دوڑ کر چار گز آگے بڑھ جاتا ہے۔ وسط میں بھی یہی کیفیت رہتی ہے یعنی سانس لیتا رہتا ہے +

اُوپر کے سانس سے پانی اُبلتا معلوم ہوتا ہے اور نیچے کے سانس سے

دھستا ہوا نظر آتا ہے ۔ گویا پانی اللہ کہکر اوپر آتا ہے اور ہُو کہکر نیچے گھُس جاتا ہے +

لیکن جب طوفان کا زمانہ ہو تو سمندر پاس انفاس کا شغل چھوڑ کر نفی اثبات کرنے لگتا ہے ۔ لا الہ کی نفی اس زور سے کرتا ہے کہ پانی سر سے اونچا معلوم ہونے لگتا ہے ۔ اور جب الا اللہ کی ضرب لگاتا ہے تو رونگ رونگ میں سنسناہٹ ہونے لگتی ہے +

شغل کرنے والے لوگ اس کیفیت کو جانتے ہیں کہ پہلے ہی پہل مبتدی کو ذکر شغل میں کیسی کیسی جسمانی تکالیف ہوتی ہیں ۔ بس یہی حال جہاز کا ہے ۔ سمندر کی نفی اثبات سے اسکے مسافر جاں بلب ہو جاتے ہیں +

آج میں نے سوچا کہ جہاز کی اس طوفانی مصیبت کا کچھ علاج بھی ممکن ہے یا نہیں ۔ تو خشکی کی مثال یاد آئی ۔ وہاں بھی اگلے زمانہ میں ناہموار راستوں کے سبب گاڑیوں میں جھٹکے اور ہچکولے زیادہ لگتے تھے ۔ ترقی کے زمانہ میں کمانیاں اور ربڑ اس تکلیف کا علاج ہو گیا ۔ اب دیکھئے کہ گاڑیاں کیسے آرام سے آتی جاتی ہیں ۔ اگر جہازوں میں بھی کمانیاں لگ جائیں جنپر مسافروں کا حصہ اُدھر رہے اور سمندری جھٹکے نیچے کے حصوں میں رُک کر رہ جائیں تو ساری آفت جاتی رہے +

اوّل اوّل تو میں نے جہاز کا کھانا پیٹ بھر کر کھالیا مگر اب وہ زہر معلوم ہوتا ہے ۔ پھیکا ۔ بدمزہ ۔ بساندا ۔ ہر چیز کی صورت سے قے آتی ہے رات کو کچھ نہ کھایا ۔ اور بھوک سے نڈھال پڑا رہا ۔ شاباش ہے ہمارے بزرگوں کو جو دین کی خاطر غیر ملکوں کے کھانوں پر بسر کرتے تھے ۔ اور سفر سے ہمت نہ ہارتے تھے ۔ کاش ہم بھی اس جوش کے حصہ دار ہو جائیں +

۴ - جون ۱۹۱۱ء

یکشنبہ - آج طوفان کی کچھ حد نہیں - چلنا پھرنا دشوار ہے - اکثر مسافر بیمار ہیں
رستم جی پھر بچھڑ گئے - شکر کہ میں اب بھی اچھا ہوں - مگر نہ کھانے نے کمزور کر دیا ہے
کوئی چیز زبان پہ رکھی نہیں جاتی - بمشکل تھوڑا سا پنیر اور مکھن ڈبل روٹی سے کھایا
انکا پنیر بھی بدمزہ اور بدبودار ہے - رستم جی سے میں نے کہا - ہمارے ملک والے
انہی تکالیف کے سبب سفر سے گھبراتے ہیں - خدا نے چاہا تو میں عنقریب
ایک درویشی بیڑا
تیار کرونگا جسمیں ہندو مسلمانوں کی آسائش کا پورا انتظام ہوگا - تاکہ وہ غیر
ملکوں میں جا کر ترقی کریں - رستم نے کہا - ایسی کمپنی بمبئی میں قائم ہوئی جسکا سرمایہ
دو کروڑ تجویز ہوا ہے - ہندوستان کے نامور لوگ اسکے ڈائرکٹر ہیں - رنگون
کے جمال اور بمبئی کے آنریبل رحمت اللہ میاں اور مہاراجہ دربھنگہ وغیرہ اسمیں
شریک ہیں - اسکا منشا ہے کہ ہندیوں کے آرام کے قابل جہاز چلائے -
پہلے حاجیوں کے لئے جہاز جاری ہونگے - جسمیں اُنکے تمام ضروریات مذہبی
اور راحت کا انتظام ہوگیا - صہ کا ایک حصہ ہے پچاس لاکھ جمع ہو چکا ہے
اگر واقعی یہ بیان ٹھیک ہے تو اس کمپنی کی شرکت ہم خرما و ہم ثواب ہے +
آج تمام دن پڑا رہا - حرکت کرنے کی طاقت نہیں - کاش چکر ہی آجاتے اور جی
ہلکا ہو جاتا +

۵ - جون ۱۹۱۱ء

دوشنبہ - آج صبح سقوطرہ دریا شروع ہوا اور سمندر میں اسقدر طوفان ہے
کہ پناہ - پرسوں صبح عدن پہنچینگے - اسکے بعد سمندر خاموش ملیگا +

نہ کھانے سے بڑی کمزوری ہے۔ پھل کھاتا ہوں مگر دل سیر نہیں ہوتا۔ کاش واحدی صاحب جٹ پٹا اسٹو برقابی آلہ کے ذریعہ ادھر پھینک سکتے ✤

جی گھبرایا تو چھتری پر چلا گیا۔ فرسٹ کلاس کے لئے ہر چیز اعلیٰ ہے۔ انگریزوں کا جمگھٹا کھیل میں مصروف تھا۔ نشست گاہ کیا ہے بس عروسی منزل ہے میں بھی ایک مخملی کوچ پر بیٹھ گیا۔ ایک فرانسیسی ایک پارسی سے شطرنج کھیل رہا تھا اتفاق سے پارسی کے مہرے سیاہ تھے۔ اور فرانسیسی کے سفید۔ اور فرانسیسی اچھا کھیل رہا تھا ✤

جونہی میں نے توجہ کی اور سیاہ مہروں پر گورہ مہروں کی یورش دیکھی بیساختہ مُنہ سے نکلا۔ فرزیں کو بچاؤ۔ خوش مزاج فرانسیس فارسی خوب جانتا ہے۔ ایران سے ابھی آیا ہے۔ بولا۔ آپ آیئے تو مزا ہو۔ میں دس برس سے شطرنج کا تارک ذرا ہچکچایا۔ مگر فرانسیس کے اصرار نے مقابلہ میں اُترنا پڑا ✤

دیکھا کہ میدان ہاتھ سے نکل چکا۔ بساط میں عالمگیر ابتری پھیلی ہوئی ہے شاہ کی حفاظت کا کچھ سامان نہیں۔ لشکر بے قاعدگی سے حرکت کر رہا ہے۔ مقابلہ میں حریف بڑی دانائی سے مورچوں پر چھایا ہوا چلا آتا ہے ✤

فریب کے بغیر چارہ نہ تھا (الحرب خدعۃ) پہلی ہی چال میں دانستہ رُخ کو پیدل کے مُنہ میں دیدیا۔ فرانسیس بہت دیر تک نشیب و فراز سوچتا رہا۔ اور جب اُسکو کوئی بات نہ سوجھی تو بے تکان رُخ کو مار لیا۔ رُخ کے پٹتے ہی میں نے کھسیانی صورت بنائی۔ تاکہ حریف اسکو میرا تجربہ کاری پر محمول کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دشمن بے خبر اور مطمئن ہو گیا ✤

اسکے بعد میں نے دیکھا کہ غنیم کا شاہ نہایت محفوظ قلعہ میں بیٹھا ہے۔ میسرہ کے گوشہ میں اسکا جماؤ ہے۔ اسلئے میں نے اپنا لشکر میمنہ کی جانب

بڑھایا تاکہ حریف بھی اُدھر جھکے اور میسرہ کا قلعہ لوٹ جائے۔ جونہی میمنہ پر میری یورش دیکھی۔ حریف اپنے سب مہروں کو ترتیب کے ساتھ نکالتا ہوا اُدھر جھک آیا اور قلعہ شاہ میں چند رخنے پڑ گئے۔ بس یہی میرا مطلب تھا۔ فوراً دونوں گھوڑے معرکہ سے جدا کئے اور اُنکو شاہ کی طرف جھونک دیا۔ دو پیدل بھی گھوڑوں کے سہارے قدم بڑھا کر قریب پہنچ گئے +

اب دشمن بھی تاڑ گیا اور غضبناک ہو کر قلعہ کی طرف پلٹا۔ مگر یہاں کام تمام ہو چکا تھا۔ گھوڑے فصیل کو دکر شاہ کو محاصرہ میں لے چکے تھے اور پیدل کی ایک چال پر قسمت کا فیصلہ رہ گیا تھا۔ حریف سے اور کچھ بن نہ آئی تو فرزین کو قربان گاہ پر بھیج دیا۔ یعنی ایسے موقع پر اسکی شہ دی کہ میں آسانی سے اُسکو مار سکتا تھا۔ لیکن ایک ہی چال کے ہیر پھیر میں اوپر کا نقشہ بگھڑ جاتا اسلئے کٹا چھنی سے درگزر کی اور شہ بچاکر فرزین کو چھوڑ دیا۔ غنیم نے ایک اور جنبش کی اور میرے نقشے کو بگاڑنا چاہا۔ مگر وقت آچکا تھا۔ پیدل نے آگے بڑھکر شہ دی اور فرانسیس مات ہو گیا۔ میز پر قہقہ کا غل مچگیا۔ ایک بلجیم بولا میں روپیہ پیسہ کی شرط پر کھیلتا ہوں۔ میں نے جواب دیا ہمارے مذہب میں یہ جوُا حرام ہے یہ کہا اور اُٹھ کر اپنے کیبن میں چلا آیا +

شام کو تو سمندر کی ہل چل پناہ مانگنے کے قابل ہو گئی۔ اسی عالم میں اوپر گیا اور نماز مغرب ادا کی۔ دھیان آیا کہ زمین بادشاہوں کی ہوس پرستیوں سے سراپا آزار ہو گئی ہے۔ آؤ اس متحرک وجود پر اپنے گوشہ نشینوں کو آباد کریں۔ سمندر کی زندگی خوب ہوگی۔ مگر یہاں بھی تو حکمرانوں کی حرص کا جال پھیلا ہوا ہے۔ اس سے نجات نہیں +

رات کے ۳ بجے سقوطرہ ختم ہوا اور طوفان تھم گیا۔ اسوقت اپنے اوراد کو

جلدی جلدی ختم کر کے چھت پر گیا۔ عجب پر اثر منظر تھا +

۶- جون ۱۹۱۱ء

شنبہ۔ کل عدن کی آمد ہے۔ اسلئے آج صبح سے خطوط نویسی شروع کی اور ۲ بجے تک فراغت۔ سمندر چپ چاپ۔ جہاز اس طرح جاتا ہے کہ حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ آج تیسرے پہر میں نے تمام جہاز کا گشت لگایا۔ تھرڈ کلاس میں مسلمان زیادہ ہیں۔ کچھ عیسائی یعنی یورشین بھی ہیں۔ میرے خیال میں تھرڈ کلاس فرسٹ و سکنڈ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ بشرطیکہ دو چار آدمی رفیق و ہموطن بہم ہو جائیں۔ فرسٹ و سکنڈ کے کیبن گرمی میں دوزخ ہوتے ہیں۔ اور عموماً رات کو ان کے مسافر بھی انہی تختوں پر آکر سوتے ہیں۔ جنپر تھرڈ کلاس والے رہتے ہیں۔ تھرڈ کلاس بڑی ہوادار اور آرام کی چیز ہے۔ سوائے اسکے کہ وہاں کے مسافر بشرطیکہ وہ ہندی اور خصوصاً مسلمان ہوں قلی سمجھے جاتے ہیں اور انکی کوئی توقیر نہیں ہوتی لیکن یہ بات کچھ ایسی مہتم بالشان نہیں ہے۔ تقدیر نے اور جہالت و پست ہمتی نے ہم کو یورپ کے گھوڑوں کے پیروں میں روندنے کی گھاس بنا دیا ہے۔ جبتک قسمت الٹی ہے خوب پامال ہونا اور ٹھوکریں کھانی چاہئیں +

فرسٹ کلاس والے بھی اسوقت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں کہ یورپین لباس رکھتے ہوں۔ ورنہ ان کی بھی کچھ قدر نہیں۔ میں اگرچہ سارے جہاز میں اکیلا ہوں کیونکہ غلام حیدر صاحب بسبب علالت باہر بہت کم آتے ہیں تاہم میں آجتک اس سفید جمگھٹے سے دب کر نہیں رہا۔ وہ تو مجھکو چٹکیوں میں اڑا ڈالتے۔ اگر بیباکی سے کام نہ لیا جاتا۔ آج شام کو عجیب اتفاق ہوا۔ ہوا خوری کے لئے چھت پر سب جمع تھے۔ جہاز کے ڈاکٹر صاحب نے میرے قریب آکر میرے باریک کپڑے

کے کرتہ کو گریبان کے پاس سے پکڑا - اور کچھ آسٹرین زبان میں کہا - عورت و مرد سب کھل کھلا کر ہنس پڑے - مجھے اس حرکت سے طیش آیا - اور میں نے فوراً ڈاکٹر کے کوٹ کو وہیں گریبان کے پاس سے پکڑ کے کہا - خبیث اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تو دیکھ - یہ کہا اور ہنس دیا - ڈاکٹر اور سب مجمع نے کھسیانی ہنسی میں بات کو ٹال دیا - مگر میرا فارسی داں فرانسیسی دوست بولا " در فہم جناب عالی گفتار ڈاکٹر زیادہ - او گفتہ کہ لباس حضرت بسیار سرد است " میں نے جواب دیا " بلے من گمان دارم کہ ڈاکٹر صاحب نیز گفت ارم را در گوش ہوش نیاوردند - من بجواب ایشاں گفتہ بودم کہ لباس شما خیلے گرم ہست " اسکے بعد بات ہنسی میں پڑ گئی - القصہ ہم لوگ اُنکی نگاہ میں کبھی وقیع نہیں ہو سکتے - جبتک کہ کلائی میں زور اور دماغ میں عقل علم اور جیب میں روپیہ نہ بھر لیں - اُٹھو میرے بھائیو! اور کوشش کر کے اپنی وقعت قائم کرو ؛

تھرڈ کلاس کا کرایہ سوئز تک ۳۵ روپیہ بغیر کھانے کے ہے - جتنا کرایہ میں نے ایک طرف کا فرسٹ میں دیا ہے یعنی ساڑھے ۵ - اسمیں پانچ آدمی آسانی کے ساتھ مع خوراک وغیرہ کے جاسکتے تھے - کاش ہندوستانی اُٹھیں اور جماعتیں بنکر غیر ممالک میں جائیں اور ملک کا نام روشن کریں - مگر یاد رکھو صفائی تمہارے مذہب کا اولین فرض ہے - اسکی پابندی رکھنا - دیانت و صفائی کو بھی ہاتھ سے نہ دینا - پھر تم ہو اور سارے جہان کی عزت و حشمت ؛

۷ - جون سنہ ۱۹۱۱ء

چہارشنبہ - صبح ۷ بجے عدن پہنچے - میری گھڑی میں ۱۰ بجے ہیں - کیونکہ میں نے ابتک دہلی کے وقت کو تبدیل نہیں کیا - مجھے اسکے برقرار رکھنے میں بڑا

لطف آتا ہے۔ جب دیکھتا ہوں کہ ۹ بج گئے اور سورج غروب نہیں ہوا تو عجب عجب خیالات آتے ہیں۔ اللہ کی قدرت۔ اسوقت دہلی میں خاصکر منزل گاہ حلقہ میں لوگ کھانا کھاکر نماز عشا کا سامان کر رہے ہونگے اور یہاں ابھی سورج بھی نہیں چھپا۔ صبح طلوع بھی میری گھڑی کے حساب سے نو بجے ہوتا ہے۔ ممکن ہوا تو دہلی کے وقت کو سارے سفر میں قائم رکھوں گا +

عدن کا جزیرہ دو گھنٹے سے نظر آرہا تھا۔ خشک پہاڑوں کا سلسلہ دریا میں پاؤں جمائے کھڑا ہے۔ جہاز نے لنگر ڈالدیا تو مجھے اُن سمالی لڑکوں کی تلاش ہوئی جو دریا میں غوطے مارتے اور کمینی حرکات کرکے مسافروں سے پیسہ مانگتے ہیں جنکی مولانا شبلی نے بڑی ہجو کی ہے۔ اور جنہوں نے مولانا کو بہت اندوہگین کیا تھا۔ مگر خدا کا شکر کہ مجھکو وہ نظارہ پیش نہ آیا۔ بلکہ اسکے برخلاف دیکھا کہ سمالی لڑکے تجارتی اسباب کی کشتیاں لیکر آئے۔ اور جہاز پر چڑھ کر مال فروخت کرنا شروع کردیا۔ انکے پاس شترمرغ کے انڈے تھے جو تین روپے فی عدد دیتے تھے۔ شترمرغ کے پروں کی خوشنما پنکھیاں تھیں۔ گلے کے گلوبند تھے۔ مناظر عدن کے پوسٹکارڈ تھے۔ یہ لڑکے سب زبانیں جانتے ہیں۔ اُردو بھی خوب بولتے ہیں اہل یورپ سے دلیرانہ معاملہ کرتے ہیں۔ اور ہندی تاجروں کی طرح ذلت سے بازوں کو خم نہیں کرتے۔ نہ بے موقع اظہار انکساری میں دانت نکوستے ہیں۔ عدن میں جانے والے مسافروں کا ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو ہم بھی کھانا کھاکر اپنے یورپین ہم سفروں کے ساتھ عدن میں گئے۔ جہاز سے کنارہ تک کشتی کا ۸ آنہ فی کس کرایہ مقرر ہے +

پہلے خطوط ڈاک میں ڈالے۔ روزنامہ کی رجسٹری کے وقت بڑی دقت ہوئی میں نے پتہ اُردو میں لکھا تھا۔ بابو نے جو پونا کا برہمن تھا۔ انگریزی پتہ لکھنے

کی خواہش کی۔ حیران ہوا کہ کس سے لکھواؤں۔ یورپین ہمراہیوں میں بھی کوئی شناسائے اُردو نہ تھا جو صحیح طور پر میرا تلفظ ادا کرسکتا۔ مایوس ہوکر بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور انگریزی کی ضرورت پر قصیدہ خوانی کرنے لگا۔ آخر قدرت نے پرتگیز دوست مسٹر ڈیسوزا کو بھیجدیا۔ جنسے پتہ لکھوا کر رجسٹری روانہ کی۔ اسکے بعد تار میں بھی یہی دقّت ہوئی +

اتفاق سے مسٹر ڈیسوزا پھر اِدھر آن نکلے۔ اور تار کا کام پورا ہوا عدن میں ڈاک کا حساب بالکل ہندوستان کے موافق ہے۔ یعنی ٹکٹ اسیقدر لگانے پڑتے ہیں جتنے ہندوستان میں۔ البتہ تار کا ایک روپیہ لفظ لیتے ہیں +

اسکے بعد ہمنے مسٹر ڈیسوزا کی معیت میں ایک لینڈو گاڑی تمام عدن کے گشت کے لئے چار روپیہ میں کرایہ کی اور پھرنا شروع کیا +

اگر دُنیا میں کوئی ایسا شہر ہے جہاں درخت اور گھانس کی پتّی تک نظر نہ آتی ہو تو وہ عدن ہے۔ چٹیل میدان۔ ہو حق۔ پہاڑ خشک پڑے ہیں۔ مکانات عموماً پست اور بدنما ہیں۔ یہودی یہاں کے تجارت کے سبب زیادہ خوش حال ہیں۔ یہاں ہندو بھی تجارت کرتے ہیں +

عدن میں ایک اُردو کا مدرسہ ہے جو پرجوش نوجوان سید حسین حمُّود کے اہتمام میں خوب ترقی کر رہا ہے۔ ایک سو سے زیادہ لڑکے پڑھتے ہیں۔ جن میں میمن خوجے۔ عرب۔ سب ہی ہیں۔ نصاب تعلیم انجمن حمایت اسلام کی طرز کا ہے۔ عبدالشکور صاحب ہندی پنشنر اسکے کارگزار مدرس اعلیٰ ہیں۔ پہلے یہ مدرسہ مہتمم صاحب کے بزرگوں کے مصارف پر چلتا تھا۔ اب انگریزی گورنمنٹ نے بھی چارسو روپیہ سال گرانٹ مقرر کیا ہے۔ جس میں اُنکو اور بھی اضافہ کی امید ہے +

دوسرا ایک مدرسہ عربی کا ہے۔ جسمیں عرب لڑکے زیادہ پڑھتے ہیں۔ اس کے

مہتمم شیخ محمد عمر بارنع ہیں - اُس میں تیس کے قریب لڑکے پڑھتے ہیں - گورنمنٹ نے ابھی اسکا کچھ مقرر نہیں کیا +

ایک اور مدرسہ انگریزی کا ہے جسکو ہائی سکول کہنا چاہئے - اسمیں سو اسو کے قریب لڑکے پڑھتے ہیں - عرب - یہود - سُمالی وغیرہ سب اسمیں حصہ لیتے ہیں - اسکے سب مصارف گورنمنٹ کے ذمہ ہیں +

اب ہماری دل لگی کی کہانی سُنئے - عدن میں اتنے بزرگوں کے مزارات ہیں - یہ وہ مزار ہیں - جنکی عظمت مسلم ہے - اور دور دور سے لوگ انکی زیارت کو آتے ہیں +

(۱) سید عبدروس بن عبداللہ رض	(۲) شیخ جوہر رض
(۳) شیخ ابان نبیرہ حضرت امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ	(۴) شیخ عبداللہ العلوی رض
	(۵) شیخ عبداللہ رض
(۶) شیخ حسین اَحْدَلْ رض	(۷) احمد اَحْدَلْ رض
(۸) شیخ ہاشم بحر رض	(۹) شیخ عثمان رض
(۱۰) سید علی ابن احمد رض	

ان سب درگاہوں میں سُرخ رنگ کے پھریروں کے جھنڈے نصب ہیں جنپر ہلال بنا ہوا ہے +

ان بزرگوں کے مفصل حالات کی کتاب عدن میں ملتی ہے - جسکے بھیجنے کا سید حسین حمود نے وعدہ کیا ہے - وہ آجائے گی تو سفرنامہ کی تکمیل کے وقت حاشیہ میں یہ حالات نقل کردئے جائینگے +

زندہ مشائخ بھی کئی ہیں - مگر مجکو صرف سید محمد عبداللہ البار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا - بار سلسلہ نقشبندیہ کی ایک شاخ ہے - جسکے سر سلسلہ سید عمر بن

عبدالرحمٰن الباراسی تھے۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ مدینہ شریف میں ملے جنکا
اسم گرامی سید الباری صاحب ہے تعارف کرایا ہے۔ سید الباری صاحب پچاس
سالہ بزرگ ہیں۔ بشرہ سے آثار بزرگی مترشح ہیں۔ نہایت سادگی سے ایک
بوریہ پر عبادت کے عالم میں بیٹھے تھے۔ آپ سے بہت دیر تک مترجم
کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ کیونکہ یہ ان کی عربی کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے
ہندی مشائخ کے حالات دریافت کئے۔ اور حلقۂ نظام المشائخ کا حال سُنکر
بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مسلمانوں کو مضبوط کر کے موجودہ علوم
ضرور حاصل کرنے چاہئیں۔ تاکہ وہ اقوام غیر کے دوش بدوش زندگی
بسر کرسکیں ٭

عدن کو پورے چار گھنٹے گشت لگا کر خوب دیکھا۔ جگہ جگہ شہر کے بچوں
سے باتیں کرتا تھا۔ تعجب ہے کہ سب خوب اُردو بولتے ہیں۔ یہ عموماً تاجر
قوم کے ہیں۔ صومالی مُلّا کے شاکی تھے کہ اسکو توفیق خدا نہیں۔ ہمارا مال لوٹ
لیا اور ہمارے گھر سے بے گھر کر دیا۔ اُنکو اسکا بھی افسوس ہے کہ انگریزوں کی
دوستی میں ہمنے یہ نقصان اُٹھایا۔ مگر انگریز خزانہ ختم ہو جانے کے سبب مُلّا کے سامنے
سے بھاگ آئے۔ اور ہمکو درمیان میں چھوڑ دیا ٭

میں نے کہا کہ نہیں انگریز ایسے غریب نہیں ہیں کہ ذراسی بات میں اُنکا خزانہ
کم ہو جائے تو اُنہوں نے سوال کیا۔ آپ ہی بتائیے کہ پھر انگریزوں نے
مُلّا کا مقابلہ کیوں چھوڑ دیا۔ اور مفتوحہ ملک کیوں خالی کر کے چلے آئے۔
اس قسم کے خیالات ان میں عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے
ایک بچہ کا میں نے نام پوچھا تو بولا نور۔ میں نے کہا تیرا رنگ تو اسقدر کالا
اور نام ایسا سفید۔ ہنسکر کہنے لگا۔ کفرستان کے اثر نے نور کو کالا کر دیا ہے ٭

جب ہم واپس آئے۔ اور کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح لڑکے نے ایک انگریز سے کہا۔ دوقی دریا میں ڈالو۔ میں نکالوں گا۔ چنانچہ انگریز نے دونی ڈالدیا اور وہ لڑکا فوراً غوطہ مارکر منہ میں نکال لایا۔ جب جہاز کے قریب پہنچے اور ملاح کو چار آدمی کی اجرت کا ایک روپیہ ملا تو اُس نے نہایت سانت سے انگریزی زبان میں کہا۔ لو صاحب اب تم دریا میں کود و میں یہ روپیہ پھینکتا ہوں۔ اسکو نکال لاؤ۔ صاحب اسکی میاں کانہ بات سے ہنسنے لگے ✤

تیسرے پہر سید حسین محمود اور عبدالشکور صاحب جہاز پر ملاقات بازدید کے لئے آئے۔ اور سلسلہ نظامیہ میں بیعت کی خواہش کی۔ چنانچہ ان دونوں کو سلسلہ میں شامل کرلیا گیا ✤

شام کو بعد مغرب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ آج عدن سے ایک یہودی تاجر فرسٹ کلاس میں سوار ہوا ہے۔ نوے برس کی عمر ہے۔ اور صورت بالکل دبلا تشبیہ سرسید احمد خاں کی ہے۔ میں حیران ہوکر اسکو دیکھتا رہا۔ ترکی ٹوپی۔ کوٹ پتلون۔ سفید ڈاڑھی۔ بھاری آواز۔ وہی نقشہ۔ اس کے پہنچانے کے لئے اس کثرت سے یہودی آئے کہ سارا جہاز ترکی ٹوپیوں سے بھر گیا۔ یہ سب علی گڈھی لباس میں تھے۔ ان میں بعض صورتیں تو اسقدر نورانی اور متبرک تھیں کہ بیساختہ تہجد گزاروں کا شبہ ہوتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ انکے کانوں کے پاس ذرا گنجان بالوں کے گچھے تھے جو نوعمر لڑکوں کو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ صورتیں ان سب کی گوری چٹی۔ انکے لڑکے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ ابھی علیگڈھ سے آئے ہیں۔ فیشن ایبل جنٹل مین ہیں یہ یہودی پورٹ سعید جاتا ہے۔ عدن کے امرا میں سے ہے ✤

سُنا تھا کہ بحر احمر میں گرمی زیادہ ہوگی۔ اسلئے رات کو چھت پر سویا۔ مگر

ہوا اسقدر تیز اور سرد تھی کہ ساری رات اسکے سناٹے نے سونے نہ دیا -
۳ بجے اُٹھ کر اپنے کیبن میں چلا آیا +

عدن کے وحشی عربوں کے دیکھنے اور بات چیت کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس قوم میں ترقی کرنے اور دنیا کی کشمکش میں تعجب خیز فروغ پانے کی پوری صلاحیت موجود ہے - صرف ایک سمیٹنے والی طاقت درکار ہے +

افسوس ہندوستانی اپنی عزت اپنے ہاتھ سے کھوتے ہیں - آج ایک نہایت ناگوار واقعہ پیش آیا - فرسٹ کلاس کے ایک انجان اور ناپڑھ دیسی ایک کوچ پر اس طرح آنکھیں بند کرکے بیٹھے کہ ایک انگریز کی وہ ٹوپی جو شام کو اوڑھی جاتی ہے - اُسکے نیچے دب گئی - انگریز اپنے کام سے واپس آیا تو ٹوپی تلاش کرنے لگا - اسے گمان بھی نہ تھا کہ اس بھاری بھرکم اسٹیچو کے نیچے ہوگی - اِدھر اُدھر دیکھ کر خاموش ہوگیا - جوں ہی یہ وجود فیل تن اُٹھا تو دیکھا کہ ٹوپی ملی دلی پڑی ہے انگریز غصّے سے بیتاب ہوگیا - اور اسقدر گالیاں دیں کہ توبہ - مناسب تھا کہ معذرت کی جاتی - مگر وہ اس سے بیخبر تھے - مجھے معلوم ہوا تو میں نے اُس انگریز سے معافی مانگ لی - ایسا ہی میرے کیبن میں ہوا - تھرڈ کلاس کے کچھ مسلمان مجھ سے ملنے آئے - اور رستم جی کے کوٹ پتلون پر کئی جگہ داغ لگ گئے - رستم جی باہر سے آئے اور کپڑے دیکھے تو دھبے نظر آئے - اُسوقت یہ لوگ موجود تھے - پارسی بچارا پھر ویسے ہی خاموش ہوگیا - تاہم مجکو بڑی شرمندگی ہوئی اور اُس سے معافی مانگنی پڑی +

انہی حرکتوں سے یورپین ہم لوگوں سے نفرت کرتے ہیں اور جانور سمجھتے ہیں +

۸- جون ۱۹۱۱ء

پنجشنبہ - امید کے خلاف بحر احمر بھی موجوں میں ہے۔ خبر نہیں اسکا نام سُرخ کیوں ہے۔ رنگ تو وہی دیکھنے میں سیاہ ہے (معلوم ہوا اسکی تہ کی مٹی سُرخ ہے)

آج سورت کے ہندو جج صاحب سے ہندوستانی عورتوں کے مسئلہ پر خوب گفتگو ہوئی۔ جج صاحب کے ہمراہ اُنکی اہلیہ بھی ہیں جو بڑی تعلیم یافتہ اور انگریزی آداب سے ماہر ہیں۔ یہ دونوں بیچارے بڑے نیک دل ہیں۔ جج صاحب اکثر میرے پاس آکر دریافت کر جاتے ہیں کہ کچھ تکلیف تو نہیں۔ انکی بیوی کو تھرڈ کلاس کی اُن مسلمان عورتوں سے جو مدینہ شریف جا رہی ہیں بڑی ہمدردی ہے روزانہ میری معرفت اُنکی خیریت منگواتی ہیں +

پردیس میں ہندو مسلمان کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ کاش اپنے دیس میں بھی آپس میں یہی سلوک ہوتا +

مرچیں دستیاب ہوگئی ہیں۔ انگریزی کھانے کو زخمی کرکے چھڑکتا ہوں اور مزے سے کھاتا ہوں +

آج بصرے کے انگریزی کانسل جنرل سے خوب باتیں ہوئیں۔ فارسی میں طاق ہیں +

اب تو یہ شغل ہے - کھانا کھایا اور اوپر چلا گیا۔ فرانسیسی دوست سے تاریخ اسلام اور درویشی کے متعلق باتیں شروع ہوگئیں۔ اور لوگ بھی جنکو فارسی آتی ہے آن بیٹھتے ہیں۔ انکو وقت کاٹنے کا بہانہ ملتا ہے میں تبلیغ کا فرض پورا کرتا ہوں۔ اسلام کے متعلق ان لوگوں میں سیکڑوں غلط فہمیاں ہیں۔ ان سے ملنے اور انکو بتانے سمجھانے کی بڑی ضرورت ہے +

۹ - جون ۱۹۱۱ء

جمعہ - محمد رفیعی بے ترک کے حالات افسوس ہے ابتک نہیں لکھے - یہ اول بمبئی میں ترکی سفیر کے ہاں ملے تھے - اب ہم سفر ہیں - گا ہے گاہے ملاقات ہوتی ہے آدمی روشن خیال اور کام کے ہیں - سفر کے لئے آج انہوں نے بہت مفید یادداشتیں لکھوائیں - دریا میں بہت جوش ہے پانی امنڈ امنڈ کر اور اڑ اڑ کر اوپر چلا آتا ہے اور کپڑے تر کر جاتا ہے +

اب صرف دو روز سوئیز پہنچنے میں رہ گئے ہیں - یہ خاک نژاد آدمی پانی سے کتنی جلدی سیر ہو جاتا ہے - بار بار زمین پر چلنے کی حسرت ہوتی ہے +

صبح کے وقت چھت پر بڑی بہار ہوتی ہے - میں اکثر نماز پڑھکر قرآن شریف کی تلاوت وہیں کرتا ہوں - اس سرے سے اُس سرے تک برابر تختوں پر بستر بچھائے انگریز سویا کرتے ہیں - سب ایک رنگ کے - لیکن اِنکے سونے کے کپڑے بٹے تماشے کے ہوتے ہیں - پنڈلیوں تک ایک پاجامہ اور چھوٹا سا کرتہ بعض فقط ایک لمبا کرتہ پہن لیتے ہیں - یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے یتیم پڑے ہیں - اور پھر اُنکا آنکھیں ملتے ہوئے اٹھنا - اور ننگے پاؤں تہمد سنبھالتے ہوئے نیچے جانا - بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - اجمیر شریف کے دیگ لوٹنے والے - مگر سفید رنگ - ایک گھنٹہ کے بعد یہی لوگ مہذب شائستہ بنکر آجاتے ہیں - یہاں میرے اہل وطن کو عبرت سے غور کرنا چاہیئے کہ اُنکا کوئی قرینہ درست نہیں نہ کھانے کا وقت - نہ سونے کا وقت - نہ خوابگاہ کا کوئی ضابطہ نہ بیداری کا کوئی قاعدہ - یہ لوگ ہر کام میں ایک دستور کے پابند ہیں - اور ہر یورپین خواہ انگریز ہو یا فرنچ - اٹالی ہو یا جرمن سب یک درگیر محکم گیر کے مصداق ہیں - بلجیم کے

ایک پادری صاحب جو کلکتہ میں لارڈ بشپ ہیں۔ اس جہاز میں ہیں۔ ہر رنگ میں شریک۔ سارا دن شطرنج کھیلتے رہتے ہیں۔ اور مزا یہ کہ شرطیں باندھ باندھ کر کھیلتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارا کوئی مولوی ایسا کرتا تو کارِ شغلان تمام خواہد شد کا فتویٰ لگ جاتا۔ مگر یہ لوگ تو مذہب سے پہلے ہی آزاد ہیں۔ جو کچھ ہے پولیٹیکل تماشہ ہے۔ القصہ ان لوگوں کا وقت جہاز میں عجب چہل پہل اور ہنسی خوشی میں گزرتا ہے +

دریا کی موجوں نے ہلچل ڈال رکھی ہے۔ ہنڈولے کا مزا آتا ہے کبھی جہاز آسمان پر کبھی زمین میں +

۱۰۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

شنبہ۔ آج تھرڈ کلاس کے بھائی مسلمانوں میں نشست رہی۔ ان کلمہ گو صورتوں کی صحبت میں کیا بہار ہے کہ واہ سبحان اللہ! ایک پارسی بھی اس میں ہیں۔ ولائت میں بیرسٹری پڑھتے ہیں۔ ہر سال بمبئی چلے آتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ایک سو تیس روپیہ کا خرچ ہے۔ چار روپے کا ایک پلنگ بمبئی سے لیلیا ہے۔ وہی میز وہی کرسی۔ وہی خوابگاہ۔ سچ ہے غربت میں یہی چاہئے۔ غریب مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ بھی اسی درجہ میں سفر کیا کریں۔ اور گھر سے نکل کے خدا کا ملک دیکھیں۔ کچھ تکلیف نہیں۔ خدا سب آسان کر دیتا ہے۔ توکل شرط ہے +

اہل یورپ ہر سال جماعتیں بنا کر ہندوستان کی سیر کو آتے ہیں تو کیا ہم مسلمان گروہ قائم کر کے دنیا کی سیر کو نہ جائیں۔ وہ امیر ہیں بڑے درجوں میں سفر کرتے ہیں۔ ہم غریب ہیں چھوٹے درجوں میں سفر کریں۔ مجمع کے سبب خرچ میں بڑی کفایت ہوگی۔ سب سے پہلے اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے قدم

بڑھانا چاہئے۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ اگلے سال ایک پورا جمگھٹا اکٹھا کرکے تمام عرب۔ عراق و افریقہ کی سیر کروں۔ جسکو یہ تجویز پسند ہو تیار ہو جائے۔ سارے عرب شام و روم افریقہ کے سفر میں بشرطیکہ تھرڈ کلاس ہو پانسو روپیہ فی کس کافی ہیں۔ ہم کو وہاں جانا چاہئے جہاں آرام طلب سیاح نہیں جاتے۔ گاؤں گاؤں قصبے قصبے پھریں۔ اور اپنے گزشتہ نام و نشان کی شان افسردہ دیکھیں ✣

۱۱۔ جون ۱۹۱۱ء

یکشنبہ۔ آج صبح بصرہ کے انگریز کانسل جنرل سے کوئی ایک گھنٹہ مسلمانان عالم علی الخصوص مسلمانان ترکی کی نسبت گفتگو ہوئی۔ فارسی خوب بولتے ہیں۔ اُن کو مسلمانوں کی موجودہ پستی کا افسوس ہے۔ سلطان عبدالحمید کا ذکر آیا۔ کہنے لگے "اگرچہ وہ خوب آدمی نہ تھا۔ لیکن وہ ایک تھا۔ اور اب پارلیمنٹ کے قائم ہونے سے ہر ترک عبدالحمید بن گیا ہے۔ اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا" میں نے کہا۔ تمہارے خیال میں پارلیمنٹ سے ترکوں میں کچھ ترقی ہوئی۔ جواب دیا "میری دانست میں وہ ایک انچہ بھی آگے نہیں بڑھے۔ وہی قہوہ نوشی اور سگار سوختنی کا مشغلہ ہے کہتے بہت ہیں۔ کرتے خاک نہیں۔ اِنکے منصوبے تو یہ ہیں۔ کہ گلی گلی ریل۔ ٹراموے ہوائی جہاز جاری کردیں۔ مگر اسکا علاج نہیں سوچتے کہ یہ چیزیں جنسے مہیا ہوتی ہیں وہ بھی انکے پاس ہیں یا نہیں۔ ترک ایک جنگی قوم ہے اور جنگجوئی انکے تمام افراد میں سرائت کر گئی ہے۔ یہ اچھی چیز ہے مگر قوم جس سے نشو و نما پاتی ہے وہ تجارت و حرفت ہے۔ اور جس سے اسکی جڑ جمتی ہے وہ جنگ ہے ترکوں کی جڑ درست ہے مگر نشو و نما مطلق نہیں۔ ان میں ایک شخص بھی بنک اور تجارتی کاروبار کی قابلیت نہیں رکھتا جو آجکل اسکے لئے ضروری ہیں ہندوستان

کے مسلمانوں میں ترقی کی جو حرکت پاتا ہوں۔ اُس سے مجھے امید ہے کہ وہ ترکوں سے پہلے منزل پہ پہنچ جائینگے۔ کیونکہ کامیابی ہمیشہ اس خیال سے ہوتی ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا۔ اسلئے مجھے سیکھنا چاہیئے۔ مگر ترک حکومت کے نشہ میں اپنے تئیں ہر حیثیت سے باخبر تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں کرتے"۔ میرا خیال ہے کہ کانسل جنرل کی باتیں زیادہ تر اُس غلط فہمی پر مبنی تھیں جو یورپ میں ترکوں کی نسبت پھیلی ہوئی ہے +

۱۲- جون سنہ ۱۹۱۱ء

دوشنبہ۔ رات سے بلکہ دو روز سے سردی ہوگئی ہے۔ کیبن میں کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہے۔ بجاوہ وقت کہ بغیر برقی پنکھے کے نیند نہ آتی تھی +

کل شام کو جب دریا کے دونوں طرف پہاڑ نظر آئے تو ایک جرمن دوست نے کہا۔ ایک طرف کوہ یک رنگ ہے اور دوسری جانب کوہ ابلق۔ میں نے اسکا مطلب پوچھا۔ بولا۔ یک رنگ حجاز کے پہاڑ ہیں۔ جہاں ترک بلا شرکت غیرے حاکم ہیں۔ دوسری جانب مصری جبل ہیں۔ جہاں انگریزوں کی شرکت ہے اسلئے میں نے سیاہ سفید کی آمیزش کے سبب اسکا نام ملک ابلق رکھا ہے۔ یہ جرمن بحرین میں متعین ہے۔ اور فارسی خوب بولتا ہے۔ میں نے اس سے کانسل جنرل بصرہ کی باتوں کا ذکر کیا کہ وہ ترکوں کے بارے میں اچھے خیال نہیں رکھتے تم بھی ترکی مملکت کے قریب ہو۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ بگڑ کر بولا کہ میں کانسل صاحب کے خیال کا بالکل مخالف ہوں۔ اُنھوں نے واقعہ نہیں کہا۔ انگریزی پالٹکیس کا فرض پورا کیا۔ انگریز ترکوں کی ترقیات کو عالم اسلام سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ تم یقین کرو کہ ترک بڑی تیزی سے قدم بڑھا رہے ہیں اور عنقریب

یورپ کے میدان تمدن میں داخل ہونے والے ہیں۔ عجب مشکل ہے۔ کسکا کہنا مانیں۔ جرمن کی رائے سے مجکو ذاتی طور پر اختلاف ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اہل جرمن انگریزوں کے دشمن ہیں۔ اور انگریزوں کی نسبت ترکی عداوت کا بیان سراسر غلط ہی۔ انگریز ایسے نادان نہیں ہیں کہ ان باتوں کو مخفی رکھنے کی کوشش کریں جنکا پردہ میں رہنا ناممکن ہے۔ اسکے علاوہ ترکوں کی ترقی پوشیدہ رہیگی تو انگریزوں کا اسمیں کیا فائدہ ہے۔ اہل جرمن کی دشمنی چھپی نہیں رہتی۔ چنانچہ آخر میں خود اسی جرمن نے کہا۔ بادشاہ جرمن مسلمانوں کے دوست ہیں۔ جرمنی حکومت نے آجتک کسی کا ملک نہیں چھینا۔ وہ صرف فروغ تجارت کی طلبگار ہے + اس آخری گفتگو سے ہی ناظرین جرمنیوں کے تعصب کا نتیجہ نکال سکتے ہیں +

القصہ صبح ۶ بجے جہاز نے سوئیز کے بندر پر لنگر کیا۔ اور طبی معائنے کے بعد ہم لوگ کنارے پر گئے۔ دو روپئے فی کس کشتی کا کرایہ دیا گیا۔ یہ کشتی والے بڑے شریر ہوتے ہیں۔ مجکو اوّل درجہ کا مسافر دیکھکر سر تھے کہ ان سے چار روپئے لینگے۔ ترک دوست نے اُنکو دھمکایا تو خاموش ہوئے۔ کنارہ پر لگ کمپنی کا ملازم کھڑا تھا۔ اُسنے آرام سے قرنطینہ کے مقام پر پہنچایا۔ اور ہمارے ساتھیوں کے میلے کپڑے بھپارے میں دئے گئے۔ اسکے بعد مصری افسر نے دو شلنگ (عہ) لیکر طبی سارٹیفکٹ دیئے۔ مولانا شبلی وغیرہ سیاحوں نے جو کچھ یہاں کے قلیوں۔ کشتی بانوں۔ ترجمانوں اور عام آدمیوں کی شکایت کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ ناتجربہ کار شخص کو تو یہ لوگ گائے بکری سمجھکر کھنڈی چھری سے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ بات بات میں دھوکہ فریب مگر مسافر غریب کیا کرے۔ انہیں کمبختوں سے کام نکلتا ہے۔ نصف گنی کے

قریب دو گھنٹے میں صرف کی۔ اسپر بھی ان لوگوں کی چشمِ حرص سیر نہ ہوئی۔ ایک فٹن کرایہ کر کے ہمنے تمام سوئیز کا گشت لگایا۔ شہر کے بازار بارونق اور خوشنما ہیں۔ مگر آبادی کا حصّہ کچھ سنسان اور وحشت خیز ہے۔ اس مختصر وقت میں حسب ذیل بزرگوں کے مزارات کی اطلاع ناظرین کیلئے بہم پہنچائی گئی۔ جو سوئیز میں مرجع خلائق ہیں ٭

(۱) سید عبد اللہ الغریب رح	(۲) سید الخضر رح
(۳) سیدی ابو النور رح	(۴) سیدی شیخ شمش رح
(۵) سیدی شیخ فرج رح	(۶) سیدی العشری رح
(۷) سیدی الانصاری رح	(۸) سیدی الاربعین رح
(۹) سیدی ابو لیف رح	(۱۰) سیدی شیخ جنیدی رح

سوئیز میں جسوقت بگھی چلی تو کوچبین نے لوگوں کو آواز دینی شروع کی۔ یمینک یعنی اپنے دائیں بچ جاؤ۔ اس عربی صدا نے حالتِ وجد طاری کردی۔ کوئی لڑکا سامنے آجاتا تو وہ پکارتا یا ولد۔ لڑکی آجاتی تو یا بنت کہتا۔ واہ کیا پیاری زبان ہے۔ ڈاکخانہ میں گئے تو پوسٹماسٹر صاحب نے جو مصری مسلمان تھے مسلمانوں سے بڑی دلچسپی ظاہر کی ٭

الغرض ساڑھے گیارہ بجے ریل پہ آگئے۔ گاڑی گیارہ بجے قاہرہ کو جاتی ہے۔ ترجمان صاحب نے ٹکٹ وغیرہ کا تدارک کر رکھا تھا۔ ریل میں سوار ہوئے تو ہمارے ساتھی حافظ عبد القادر نگینوی درزی کے جو مصر جاتے ہیں۔ ایک ترجمان سر ہو گیا کہ لاؤ دو روپئے دو۔ اور اس طرح غل مچایا کہ گویا جان کھو دیگا ہمارے ترجمان صاحب نے بھی سفارش کی کہ ہاں اسکو کچھ دینا چاہیے۔ درزی نے کہا کہ اسنے میرا کیا کام کیا ہے۔ صرف ٹکٹ لا دیا ہے اور دو گھنٹے

میرے پاس خواہ مخواہ بیٹھا رہا۔ مجھے اس کی کیا ضرورت تھی۔ ترجمان سے کہا تم نے کہدیا ہوتا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ درزی نے کہا اوّل تو تم کو اسکا خیال کرنا چاہیئے کہ جب میں کھانا کھانے بازار گیا تو تم نے بھی خواہ مخواہ شرکت کی اور میرے ۸ رجیٹ کر گئے اس پر اس طرح آنکھیں نکالتے ہو۔ لیکن ترجمان نہ مانا اور مرنے مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ میں نے درزی سے کہا ڈرو مت۔ اور مقابلہ کو کھڑے ہو جاؤ۔ یہ لوگ ہم کو بُزدل سمجھتے ہیں۔ میں نے بھی ڈنڈا سنبھالا اور اُنکے جسم غفیر کے سامنے ہم دو نو کمزور کھڑے ہوگئے۔ کھڑا ہونا تھا کہ ترجمان ہاتھ جوڑنے لگا کہ معاف کیجئے۔ جانے دیجئے۔ اور بڑبڑاتا اور کوسنے دیتا گاڑی سے نکل گیا +

حافظ عبدالرحمٰن سیاح نے سچ لکھا ہے کہ مصری مسافروں کے دشمن ہیں اور جب کسی اجنبی سے جھگڑا ہوتا ہے تو ہموطن کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس جھگڑے میں کسی مصری نے دخل نہیں دیا۔ اور چپکے بیٹھے سیر دیکھتے رہے۔ ان ترجمانوں سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ یہ جب سامنے آئیں دھمکا دو۔ اور ہٹادو۔ سوئیز میں ہر زبان کے بولنے والے موجود ہیں۔ تمکو تکلیف نہو گی۔ ان ترجمانوں کے بھروسہ پر کوئی کام کروگے تو خطا پاؤ گے۔ اور کوئی موقع آئے تو انکے تن و توش سے ڈرو مت۔ یہ بڑے کم ہمتے اور تھڑدلے ہیں۔ ایک دھمکی میں میدان سے بھاگ جاتے ہیں +

سوئیز سے چلکر ایک گھنٹہ میں اسمٰعیلیہ پہنچے۔ یہاں قاہرہ کیلئے گاڑی بدلنی پڑتی ہے۔ ایک گھنٹہ ٹھیرنا پڑا۔ پلیٹ فارم پر ایک نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت قہوہ خانہ ہے اُسمیں بیٹھ گئے۔ فوراً ایک کوٹ پتلون والا ارمنی لڑکا سامنے آیا۔ اور چائے کا حکم لیکر واپس گیا +

جب لوگ اسکو کوئی حکم دیتے ہیں تو نہایت دلفریب انداز سے تبسم خیز بشرہ میں گردن کو خم کرکے کہتا ہے۔ طیب (بہت اچھا) اور ہر طرح جسم کو جنبش دیتا ہوا۔ لچک کر چلتا ہے۔ گویا اسکو تھیٹر کے ایکٹروں کی طرح اس رفتار و گفتار کی تعلیم دی گئی ہے +

یہ ارمنی و یونانی عیسائی انہی حرکات سے روپیہ کمانے ہیں اور چھانٹ چھانٹ کر خوبصورت لڑکے ملازم رکھتے ہیں۔ تاکہ گاہک کثرت سے آئیں +

میں نے دیکھا کہ امرا اس لڑکے کو بار بار بُلاتے تھے اور یہ کن انکھیوں سے چاروں طرف نگاہ مارتا ہوا دوڑتا پھرتا تھا۔ بات بات پر ہنستا اور کرشمہ سازیاں دکھاتا +

میرے ساتھیوں نے کہا مصر میں اکثر قہوہ خانے والے ان تربیت یافتہ لڑکوں کو ملازم رکھتے ہیں۔ مگر قاہرہ میں آکر اسکی بہت کم مثالیں دیکھیں +

شام کو ۵ بجے قاہرہ پہنچے۔ گاڑی بہت تیز آئی۔ درمیان میں متعدد اسٹیشنوں کو چھوڑتی گئی۔ مضافات مصر سرسبز ہیں۔ قاہرہ کے اسٹیشن پر بھی قلیوں کا جھگڑا درپیش ہوا جو جگہ جگہ ہوتا آیا تھا کہ وہ تگنا چوگنا مانگتے تھے۔ آخر ایک پولیس والے نے معاملہ طے کرایا۔ اور جب سپاہی اور قلیوں نے ہمارے ترک ہمراہی کا حال معلوم کیا کہ یہ عثمانی ہے تو تعظیم سے گردنیں جھکائیں۔ یہ لوگ ابتک ترکوں کا ادب کرتے ہیں +

سوئیز سے ترجمان صاحب نے لوکندہ خضرہ کے منیجر کو ہم سے تار دلوا دیا تھا اور اُسکی بہت تعریف کی تھی۔ قاہرہ میں لوکندہ کا ملازم لڑکا ریل پر لینے آیا مگر جب لوکندہ میں گئے تو چکر آنے لگا۔ اول تو مقام نہایت تنگ گلیوں میں ہے۔ اسپر حالت یہ کہ تمام مکان میں اس کثرت سے چارپائیاں بچھی ہوئیں کہ راستہ

چلنے کو جگہ نہیں۔ شفاخانوں میں بھی بیماروں کے پلنگ ذراسی جگہ چھوڑ
چھوڑ کر بچھائے جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے لالچ میں پٹی سے پٹی بھڑادی ہے
اور کرایہ دس قرش یومیہ یعنی عہر روزانہ۔ میرا دم اس نظارہ سے گھٹنے لگا۔ ٹھہر جاتا
تو یقیناً جنون کی نوبت آجاتی۔ فوراً واپس آیا۔ اور گاڑی والے سے کہا کہ یہاں
کے وہ ہوٹل بتاؤ جہاں انگریز ٹھہرتے ہیں ؎

چنانچہ وہ ازبکیہ بازار میں لے آیا۔ یہاں سڑکیں کشادہ۔ عمارتیں شاندار
پیرس کا نمونہ مشہور ہے۔ اور سب اہل یورپ کی قیامگاہ یہی بازار ہے۔ بڑے
بڑے ہوٹل اسی جگہ ہیں۔ یہاں ہمکو المنتزہ ہوٹل پسند آیا۔ جو ایک یونانی
عیسائی کا ہے۔ عمارت کے اعتبار سے بہت خوبصورت۔ اندر تمام سنگ
مرمر کا فرش۔ وسیع کمروں میں فی کمرہ صرف دو مسہریاں۔ چھوٹے کمروں میں صرف
ایک مسہری۔ فرش اور سامان آرائش نہایت اعلیٰ۔ پاخانے۔ غسل خانے
پاک صاف۔ گرم پانی ہر وقت موجود۔ غرض ہر چیز عمدہ۔ دہلی کے میڈن ہوٹل
اور سسل ہوٹل کی جنکے سات روپیہ چارج ہیں۔ اسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔
کرایہ پوچھا تو بارہ قرش یومیہ یعنی عہ/ر۔ لوکنڈہ خضریہ سے صرف دو قرش زیادہ
اللہ اکبر۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان مسلمانوں کو کمانے کا مطلق ڈھنگ
نہیں آتا۔ آنکھیں بند کرکے لوٹنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھئے اس ساز و
سامان پر نرخ کسقدر کم ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی قبول کرلے۔ اور جب آئے یہیں ٹھہر
مذہبی خیال کے مسلمان یہاں محض اس خیال سے نہیں ٹھہرتے کہ یہ عیسائیوں
کے ہوٹل ہیں۔ حالانکہ یہاں انجیل کا درس نہیں دیا جاتا۔ یہ تو مسافروں کی قیامگاہ
ہے۔ یہاں مالک ہوٹل کے اخلاق کا یہ عالم کہ جب مسافر کسی کام کو اُس کے
پاس جاتا ہے تو کرسی سے سرو قد کھڑے ہوکر تعظیم دیتا اور سلام کرتا ہے اور

نہایت توجہ سے خدمت بجالاتا اور حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ ہوٹل کے کام کرنیوالے ملازم سب مسلمان ہیں۔ سارا ہوٹل مسافروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور سب اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں۔ مالک ہوٹل ایسا ہوشیار اور زمانہ ساز ہے کہ جب وہ دیکھتا کہ اُسکے مہمان اکثر تسبیح پڑھتے رہتے ہیں تو خود بھی اپنے ہاتھ میں تسبیح لئے رہتا ہے۔ میں نے پوچھا تم عیسائی ہو کر تسبیح پڑھتے ہو۔ بولا۔ ہمارے مذہب میں بھی اسکے پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ بوڑھا آدمی ہے *

میں جب بگھی میں سیر کرنے باہر جاتا ہوں تو ہمیشہ گاڑی والا عادت کیموافق جھگڑتا ہے مگر میں ہوٹل پر آکر کرایہ مالک ہوٹل کے حوالہ کر دیتا ہوں اور وہ بے چارا روزانہ اِن معاملات کو طے کرتا رہتا ہے۔ قیام کرنے کے بعد ہم بازار میں کھانا کھانے گئے۔ کیونکہ یہ ہوٹل ٹھیرنے کے ہیں۔ کھانے کے ہوٹل جگہ جگہ دوسرے ہیں۔ جہاں عمدہ سے عمدہ کھانا ہر وقت تیار ملتا ہے کھانا کھایا۔ جسمیں کئی قسم کی عمدہ چیزیں تھیں۔ اور صرف ۱۲ر دام دئے۔ جو کچھ زیادہ گراں نہیں ہیں۔ کیونکہ مصری گرانی کی بہت سی کہانیاں سُنی تھیں۔ یہ نرخ بالکل بمبئی جیسا ہے۔ وہاں بھی اچھا کھانا دس بارہ آنہ سے کم میں ایک وقت میسّر نہیں آتا۔ چونکہ بارہ دن جہاز کے قفس میں مقید رہے تھے۔ اس لئے آج کی دوڑ دھوپ کی کثرت نے مجکو بالکل تھکا دیا۔ اور جلدی سو جانے کی تیاری کر دی۔ مجکو پاؤں دبوانے کی ایک ایسی بُری عادت ہے کہ جسکی حد نہیں۔ آج اسکا خمیازہ بُھگتا۔ کسی طرح نیند نہ آتی تھی۔ اور عجیب کرب تھا۔ بہزار دقت سویا تو متوحش خواب دیکھتا رہا *

۱۳ جون ۱۹۱۱ء

شنبہ۔ بیدار ہوا تو جسم کی دُکھن ویسی ہی تھی۔ سوچا کہ حمام کرنے سے
تکان دور ہو جائے گی۔ مالک ہوٹل سے ایک عمدہ حمام کا پتہ لیکر گاڑی
میں بیٹھ کر گیا۔ حمام گو بہت وسیع تھا مگر اسقدر غلیظ اور متعفن کہ خدا کی پناہ
کپڑے اُتار اور تہ بند باندھ کر اندر کے درجہ میں گیا۔ وہاں متعدد ننگے دھڑنگے
ہاتھی دانت کے سے موٹے موٹے گھلو سے (مصری) بیٹھے تھے میرے تن زار
اور جسم لاغر کو دیکھ کر زور زور سے دعائیں مانگنے لگے کہ خدا اس مرض لاغری سے
بچائے۔ مجھے اُنکی یہ باتیں ناگوار ہوئیں۔ اسپر حمام کی بُو۔ گرمی کی شدت
دم گھٹنے لگا۔ ہر چیز میلی۔ حمام اندر سے بھی تمام میلا۔ نہاتے وقت
یہ لوگ بالکل برہنہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کئی بڈھے جوان حمامیوں کے آگے
برہنہ پڑے تھے۔ اور مجھکو غیرت کے مارے پسینہ چلا آتا تھا۔ جب میری
نوبت آئی تو حمامی نے حسب عادت مالش کے وقت میرے تہ بند کو بھی دور
کرنا چاہا۔ مگر میں نے اُسکو ڈانٹا اور جلدی سے فارغ ہو کر باہر آیا۔
حافظ عبدالرحمن نے تین قرش اُجرت لکھی ہے۔ مگر حمامی نے اجنبی سمجھ کر
مصری فریب دہی کے قاعدہ کے موافق دس قرش لے لئے +

اگر یہی حمام ہیں جنکی دھوم تھی تو ان کو دونوں ہاتھوں سے سلام۔ ہمارے
دہلی کے گئے گزرے حمام اور حمامی اس سے ہزار درجہ صاف ستھرے اور عمدہ ہیں +
ممکن ہے گاڑی والے نے مجھکو خراب جگہ پھنسا دیا ہو۔ آئندہ اسکی مفصل
تحقیق کی جائے گی +

دوپہر کو کُک کمپنی سے ڈاک لایا۔ اخبارات اور دہلی وغیرہ کے خطوط نے

مصری ڈاک خانہ کے ٹکٹ
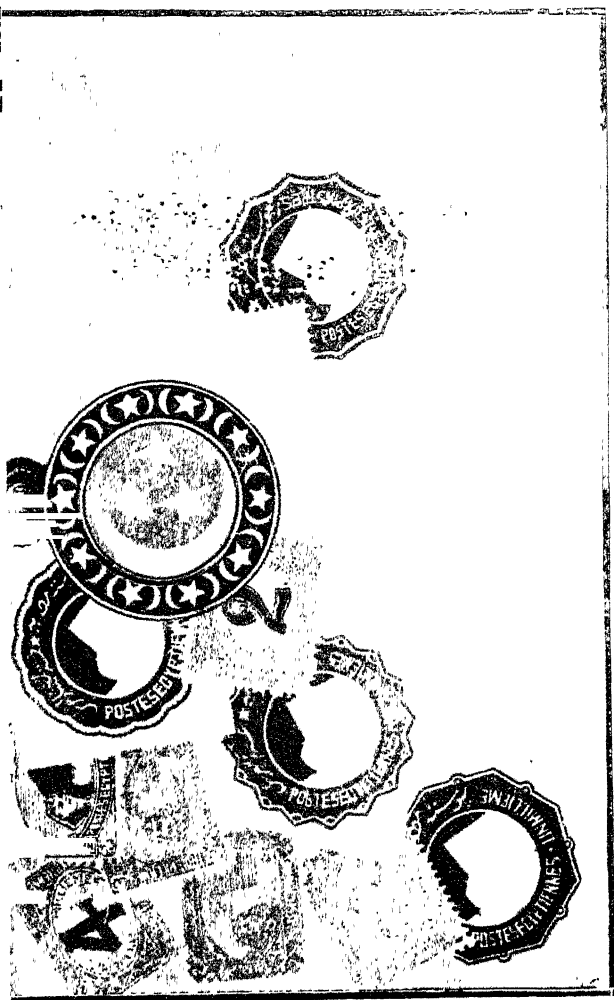
وطن کا مزا دکھادیا۔ تیسرے پہر اوّل اپنے آقا و مولا سیدنا امیر المؤمنین مولانا حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی زیارت کو گیا۔ مگر بدقسمتی کہ دل حاضر نہ تھا۔ ہر چند خیالات کو یکسو کیا۔ کامیابی نہوئی۔ اسلئے فوراً واپس چلا آیا اسکے بعد ایک صاحب کھنبایت کے رہنے والے عبدالکریم نامی سے ملاقات ہوگئی۔ جو قاہرہ میں مدت سے تجارت کرتے ہیں۔ بڑے خلیق اور مہماں نواز ہیں انکو ساتھ لیکر (ترجمانی کے خیال سے) مصر کے مشہور شیخ المشائخ سید توفیق بکری کی زیارت کو گیا۔ جو ترکی شیخ الاسلام کا سا رُتبہ رکھتے ہیں۔ اور تمام مشائخ مصر کا مرکز ہیں۔ خدیوان کا کہنا بہت مانتے ہیں۔ بلکہ اکثر مذہبی و مُلکی معاملات انہی کے مشورے سے کرتے ہیں۔ میرا کارڈ ملاحظہ فرماتے ہی بُلا کر ملاقات کے کمرے میں بٹھا دیا۔ جو علیگڈھ کے سٹریچی ہال کے برابر وسیع ہے۔ کہتے ہیں اسمیں حلقۂ ذکر ہوا کرتا ہے۔ (انشاء اللہ عنقریب دہلی میں بھی حلقہ کا ذکر خانہ ایسا ہی بن جائے گا) چاروں طرف سُنہری کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں امتیاز کسی کو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الشیخ سب سے یکساں ملتے ہیں اور اپنے لئے انھوں نے کوئی ممتاز نشست مقرر نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر سے تشریف لائے۔ چہل سالہ بزرگ ہیں۔ جسم بالکل مجھ جیسا لاغر چہرہ عباد و زہاد کی طرح زرد و ناتواں۔ سیاہ چوغہ اور سفید عمامہ۔ مجکو اپنی کرسی کے قریب کرسی پر بُلا کر گفتگو شروع کی۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی نسبت اس کثرت سے سوالات کئے۔ گویا اسلامی جغرافیہ ہند کی تکمیل کے خواہشمند تھے ہندو مسلمان۔ عوام خواص۔ عورت مرد۔ علما و مشائخ ہر طبقہ و فرقہ کے حالات پوچھے۔ انکی تعلیمی۔ تجارتی۔ تمدنی کیفیت دریافت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو سوال کرنے میں اہل یورپ کے اخبارات سے بھی زیادہ مہارت ہے

بعض وقت مترجم صاحب اپنی طرف سے جواب دیدیتے تو ارشاد ہوتا کہ ان سے پوچھو تم جواب نہ دو۔ اس گفتگو میں پورے دو گھنٹے صرف ہوئے ۔

آخر میں نے حلقہ کے مقاصد جنکا عربی میں مع تشریح کے ترجمہ تیار رکھا پیش کئے۔ آدھ گھنٹہ تک غور سے پڑھتے اور طیّب طیّب فرماتے رہے پھر فرمایا کہ مجھے آپ سے اس معاملہ میں وضاحت سے بات چیت کرنی ہے۔ کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیے تاکہ جو گفتگو کرنی ہو کریں میں نے مشائخ مصر اور انکے اشغال کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بھی آپ کو دکھاؤں گا اور آپ کے حلقہ کے متعلق اپنے خیالات بھی ظاہر کرونگا ۔

اسکے بعد ہم اس فاضل دہر یگانہ عصر بزرگ سے رخصت ہوئے جس نے دروازے تک مشایعت کرکے اپنے اسلامی اخلاق کو ظاہر کیا ۔

حضرت البکری سے مرخص ہوکر ہوٹل میں آئے۔ اور ناشتہ کرکے شام کو باغ کی سیر کو گئے جو ہوٹل کے قریب ہے۔ نصف قرش میں اسکے داخلہ کا ٹکٹ ملتا ہے۔ اندر نوجوان مصری کوٹ پتلون پہنے گشت کرتے نظر آئے گھاس کے اوپر جابجا یہ فقرہ عربی میں لکھا ہوا تھا ممنوع قطف الزھور یعنی پھول توڑنا منع ہے۔ باغ میں عیسائی عورت مرد سے زیادہ مصری عورت مرد تھے۔ مصری مسلمان عورتیں اب اکثر بیباک اور آزاد ہوتی جاتی ہیں۔ پہلے انکے نقاب میں ناک کے پاس ایک بدنما سونڈسی لگی رہتی تھی۔ جسکی ہر سیاح نے شکایت کی ہے۔ مگر اب اسکا رواج اُٹھتا جاتا ہے۔ عورتیں صرف منہ پر جس میں تھوڑی سی ناک بھی ڈھکی رہتی ہے ایک سیاہ ٹکڑا باندھ لیتی ہیں۔ باقی آنکھوں اور اُنکے نیچے اوپر کے حصہ کو نشانہ بازی کے لئے کھلا رکھتی ہیں۔ اور یہ کپڑا بھی اسقدر نازک اور باریک ہوتا ہے کہ ہونٹوں کی سُرخی صاف جھلکتی نظر آتی ہے گویا

آجکل کے مصر کا پردہ

وہ دکھائی ہیں کہ پتلے ابر میں چاند ایسا ہوتا ہے - اور صاف آسمان میں چاند کی بہار دیکھنی ہو تو ذرا نگاہ تھوڑی سی اور اوپر کرلو - اور دیکھ لو- آنکھیں ایک تو ہوتی ہی عموماً سیاہ ہیں - اُسپر سُرمے کی سان پلکوں کی نوک کو اور بھی تیز کردیتی ہے - اندر ایک سایہ سا ہوتا ہے جسکے اوپر سیاہ ریشمی چادر چلتی ہی تو لچکتی ہوئی - چادر کو دانستہ پھسلاتی ہوئی - اور بناوٹی گھبراہٹ سے اِدھر اُدھر دیکھکر اُسکو سمیٹتی ہوئی - نوجوان اس تماشہ کی آرزو میں جگہ جگہ بنچوں پر موجود رہتے ہیں اور سبز گھاس پر جاکر تو انکی اٹکھیلیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں دوڑتی ہیں - ایک دوسری سے اُلجھتی ہیں ہنستی ہیں اور زمین کی طرف جھکی پڑتی ہیں گویا کہ وہ لذت میں بے قابو ہیں - یا گھاس کترنے کی قینچی ہیں جسکو یورپ کا تمدن چلا رہا ہے - اور گھاس کے ساتھ ایمان و تقدس کے بچھے پودوں کو بھی کترتا چلا جاتا ہے +

اگر مسلمانان مصر کی ترقی کا معیار یہی ہے - اگر انگریزی تعلیم و تربیت کا انجام کار یہی چشم نواز نظارہ ہے تو ہندوستان کے مذہبی خیال والے اپنی نئی تعلیم یافتہ جماعت کے انجام کار کو ابھی سے ذہن نشین کرلیں اور مناسب ہو تو اپنی قدیمی غیرت و شرافت کو کسی ایسے بکس میں بند کردیں جسکو موسمی ہوا نقصان نہ پہنچائے ورنہ عین مستی شباب میں یہ خونخوار چیزیں نکل پڑیں تو دُنیا کی تمام کائنات تمدن کو زیر و زبر کر ڈالیں گی +

اہل مصر نے یہ آزادی جسکو مسلمانان ہند شاید بے حیائی کے لفظ سے تعبیر کریں یورپ سے نہیں لی - انکے یہاں ابتدا سے یہ رسمیں جاری رہتی آئی ہیں قرآن شریف کی سورہ یوسف تلاوت کیجئے مصری عورتوں کی حسن پرستیاں اسمیں بھی مذکور ہیں - اُسوقت کے مرد بھی عورتوں کی دلچسپیوں میں خواہ مخواہ حارج

نہیں ہوتے تھے۔ اور دانستہ چشم پوشی کر جاتے تھے۔ عزیز مصر نے اپنی بی بی زلیخا اور حضرت یوسف کا قصہ آنکھ سے دیکھا۔ غیبی اشاروں تک سے ثابت ہو گیا کہ زلیخا حضرت یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ کوئی غیرت دار ہوتا تو ناک کاٹ لیتا۔ مگر جناب عزیز نے صرف اتنی فہمائش پر اکتفا کی۔ "دیکھو بی! خطا تمہاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آئندہ ان حرکتوں سے باز آؤ۔ تم عورتوں کے فریب بڑے بے ڈھب ہوتے ہیں"۔

اللہ اللہ خیر صلاح۔ لیجئے قصہ طے ہو گیا۔ پھر بھلا آج کل کے متمدن دور میں مصری لوگ عورتوں کی دل آزاری کیوں کرنے لگے تھے +

رات کو نیند اچھی آئی۔ خاصی سردی تھی۔ کپڑا اوڑھنے کی ضرورت پڑی مصر میں دہلی جیسی گرمی نہیں ہوتی۔ آجکل تو شروع ہے۔ اگست میں ذرا زیادتی ہو جائے گی۔ اور وہ زیادتی بھی چنداں ناقابل برداشت نہیں ہوتی۔ مجھے اس گرمی کا بڑا فکر تھا۔ دیگر آنے والے اطمینان سے آئیں۔ ہندوستان کے مثل گرمی یہاں کبھی نہیں پڑتی +

۱۴۔ جون ۱۹۱۱ء

چہارشنبہ صبح حوائج سے فارغ ہو کر کچھ لکھتا رہا۔ ۱۰ بجے جناب سید محمد شاہ صاحب جیلانی تشریف لے آئے۔ یہ سندھ کے رہنے والے۔ بزرگ تجارت کرتے تھے۔ انکی پیدائش جاپان کی ہے۔ تمام ایشیا میں پھر چکے ہیں اور اب قاہرہ میں دوکان کر لی ہے۔ بڑے روشن خیال اور حالات ہند سے باخبر ہیں۔ اخبارات پڑھنے کے سبب میرے حال سے بھی واقف تھے۔ ان سے کل سیدنا

ایک مصري گھرانا

حسین علیہ السلام کے مزار کے پاس ملاقات ہوئی تھی۔ آج بازدید کو تشریف لائے۔ میں اُنکے ہمراہ سیر کو نکلا۔ اول انہوں نے ایک مصری مسلمان سے ملایا جو ہند و تصوف کے شیدائی ہیں۔ دیر تک دلچسپ گفتگو ہوتی رہی یہ لوگ یورپ کی طرح اپنی دھن میں پکے ہیں۔ اور قومیت کا ایوان سب ملکر بنا رہے ہیں۔ انکا ہر فرد دُنیا کے مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں جداگانہ کوشش کر رہا ہے۔ اسی پر اس مسلمان کے ویدانتی شوق کو قیاس کرنا چاہیئے کہ اپنی ہستی کو فلسفۂ ہنود میں فنا کر رکھا ہے۔ اس مصری مسلمان کی معلومات ویدانت میں اچھے خاصے ودیاوان پنڈتوں کی سی تھی۔ بلکہ اسکو ویدانت کا عشق برہمنوں سے بھی بڑھ کر تھا ✦

دوپہر کو حسب وعدہ سید البکری کے پاس گئے۔ اوّل کھانا کھایا میز کرسی پر شائخ بھی کھاتے ہیں۔ حضرت الشیخ نے غالباً مصر کے اکثر مشہور اور عمدہ کھانے تیار کرائے تھے جو اس کثرت سے تھے کہ دو چار کے سوا سب میں سے صرف ایک ایک لقمہ لینا بھی دشوار ہو گیا ✦

ان کھانوں میں دُنبہ کی ثابت ران اور شہد کے پراٹھے بہت ہی لذیذ تھے ران پر دو دو انگل چربی تھی۔ اور پختگی کے سبب رنگ سُرخ تھا۔ اور گلی ایسی تھی کہ ہاتھ لگاتے ہی بوٹی الگ ہو جاتی تھی۔ شہد کے پراٹھے غالباً خمیری آٹے کے تھے۔ اندر خانوں میں شہد ایسا پیوست تھا کہ اوپر نظر نہ آتا تھا۔ منہ میں نوالہ رکھنے سے اسکا گھونٹ جدا ہو جاتا تھا۔ حضرت الشیخ بار بار اصرار کرتے تھے۔ "تفضل یا سیدی" کھائیے جناب۔ مگر یہاں اتفاق سے ایک ہی پیٹ تھا۔ اور وہ بھی دہلی کا۔ دہلی و لکھنؤ کے کھانوں میں جو مزا۔ بو۔ اور رونق ہوتی ہے۔ وہ بات یہاں نام کو نہیں ✦

کھانے کے بعد گفتگو شروع ہوئی اور چین کے مسلمانوں کا ذکر چھڑ گیا
اسی کے ضمن میں مسلمانان ہند و دیگر ممالک اسلامیہ کا تذکرہ بھی رہا۔ آریہ سماج
کی کیفیت کو حضرت الشیخ نے بہت غور اور جرح کر کے سُنا۔ آج پھر طوالت کلام کے
سبب حلقہ کے متعلق بات کا موقع نہ آیا۔ حضرت الشیخ کچھ علیل ہیں۔ مسلسل دو گھنٹے
باتیں کرنے سے اُنکے قلب کی حرکت بگڑنے لگی۔ اسواسطے دوسرے وقت پر گفتگو
ملتوی رکھ کر رخصت ہوئے۔ اور سیدھے جامع ازہر میں آئے۔ اللہ اکبر یہ ہی
شہرہ آفاق مقام ہے جسکی کہانیاں بچپن سے سُنتے آئے ہیں۔ مگر بدقسمتی کہ آٹھ دن
سے یہاں تعطیل ہو گئی ہے۔ طلبہ اپنے وطن گئے ہوئے ہیں۔ تاہم پھر بھی ہزار
پانسو طلبہ موجود تھے۔ درس کا وقت نہ تھا۔ متفرق گروہ سبق کی تکرار کر رہے تھے
ہندی رواق میں گئے۔ یہاں چار طالب علم ہیں۔ ان میں ایک دہلی کے ہیں حبش خاں
کے پھاٹک کا باشندہ بتاتے ہیں۔ عبد الرحمن نام ہے۔ اہل مصر ازہر یونیورسٹی کی
موجودہ حالت سے خوش نہیں ہیں۔ اور اسکو طریق جدید پر ڈھالنا چاہتے ہیں۔
پُرانے خیال کے شیوخ کا ڈر ہے۔ سو وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے۔ طلبہ
کثرت سے اخبارات پڑھتے ہیں۔ اور عصر جدید کے جذبات سے متاثر ہو رہے
ہیں۔ کوئی دن میں دیکھ لینا کہ یہاں ایک عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا۔ ازہر
کی حالت درست ہو جائے تو یہ اسلامی دُنیا کی ایسی لاجواب طاقت ہو جسکی
نظیر یورپ بھر میں نہ نکلے +

ازہر سے واپس آ کر مصر کے ایک اور مشہور محب وطن محمود بے صاحب سالم
بیرسٹر سے ملنے گئے۔ بڑا بیدار مغز اور فدائے ملّت شخص ہے۔ ہفتہ کی شام کو
مدعو کیا ہے۔ اُسدن مفصّل بات چیت ہوگی +

مصر کے سقّے بھی دہلی کے سقوں کی طرح کٹورے بجاتے اور پانی پلاتے

ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مصری سقوں کے کپڑے نہایت صاف اور اچھے ہوتے ہیں۔ اور مشک کے بدلے سفید شیشے کے بڑے بڑے جگ رکھتے ہیں۔ یہاں کے سودے والے بھی آواز لگاکر سودا فروخت کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اُنکے لفظ صاف طور پر سمجھ میں نہ آئے ورنہ لکھتا ✣

قاہرہ کو بمبئی سے نسبت دی جاتی تھی۔ مگر توبہ بمبئی اور قاہرہ کی نسبت زمین آسمان کی ہے۔ قاہرہ اسلامی پری ہے۔ اور بمبئی ہندی دیونی۔ یہاں ہر شخص شکیل اور مہذب شائستہ۔ بمبئی میں ہزاروں ننگے دھڑنگے۔ کالے بھجنے۔ یہاں اوّل تو کالے آدمی بہت کم ہیں۔ اور حبشی اگر ہیں تو نہایت صاف ستھرے کوٹ پتلون سے آراستہ۔ قلی اور خاکروب تک یہاں کے اُجلے اور پردہ دار لباس میں ہیں۔

آہ

کبھی دہلی بھی ایسی ہی تھی جسکو گردش نے مٹا دیا ✣

کوٹ پتلون۔ اور ترکی ٹوپی مصریوں کو خوب زیب دیتا ہے۔ اگر تم قاہرہ کے ایک قہوہ خانہ کا نظارہ کرنا چاہو تو علیگڈھ کالج میں چلے جاؤ۔ وہاں جسقدر سب طلبہ یونیفارم (کالجی لباس) میں ہونگے۔ وہ یہاں کے صرف ایک قہوہ خانہ کا جمگھٹا ہے ✣

مگر علی گڈھ میں ایک فرق رہیگا کہ وہاں طلبہ میں بعض سیاہ فام۔ اور دُبلے پتلے آدمی بھی ہونگے۔ مگر مصر میں کوئی کالا اور لاغر نظر نہیں آئیگا۔

عجیب بات

ہے کہ میں نے یہاں آجتک کوئی لاغر اندام نہیں دیکھا۔ سب کے سب قوی اور چوڑے چکلے ہیں۔ البتہ ان میں اکثر آنکھوں کے مریض ہیں۔ یہانتک کہ اوسط

لگاؤ تو فی صدی اسی اس مرض کے مبتلا پائے جائینگے - اس کی وجہ میں نے
ڈاکٹر نصوحی سے پوچھی کہنے لگے کہ میلا پانی سڑکوں پر پھینکا جاتا ہے اسکے
ابخرے آنکھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں - یہ بات کچھ جی کو نہ لگی +

ڈاکٹر نصوحی سے آج ہی ملاقات ہوئی - انہوں نے ہندوستان کی بھی سیر
کی ہے - اور اُردو اخباروں میں اپنی مشہور دواؤں کے اشتہار بھی چھپوائے
ہیں - پنجاب کے ایک بڑے اخبار کی بد دیانتی کے شاکی تھے - انکے شکوہ سے
مجھے بڑی غیرت آئی +

۱۵ لغایت ۲۱ جون ۱۹۱۱ء

آب و ہوا کے فوری تغیر کے سبب ۱۵ - جون کو سخت نزلہ ہوگیا - جسکے سبب
تین رات متواتر زور شور سے بخار آتا رہا - گو ساری عمر بیماریوں میں گزری - مگر ایسی
بیکسی کبھی پیش نہیں آئی - اول شب کی حالت مدتوں یاد رہیگی - ہوش حواس گم تھے -
سردی کی شدت میں واحدی صاحب کو آوازیں دیتا تھا کہ کمبل اوڑھاؤ - لحاف
ڈالو - مگر کوئی جواب دینے اور غمگساری کرنے والا نہ آتا تھا - ڈاکٹر نصوحی کے
علاج سے فائدہ ہوا - رات کو بخار آتا تو پڑا رہتا - دن کو ذرا افاقہ ہوتا تو گشت
شروع کر دیتا - وقت کو بیکار نہیں جانے دیا - لیکن زکام کے سبب سر میں
درد زیادہ تھا - مسلسل آٹھ دن روزنامہ نہ لکھ سکا - لہذا ہفتہ بھر کی مجموعی
کیفیت یادداشت سے لکھتا ہوں - ۲۲ - جون سے روزانہ سلسلہ پھر جاری کر دیا
جائے گا - کیونکہ اب بفضلہ بالکل تندرست ہوں +

اس ہفتہ میں اکثر مزار مبارک سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام پر حاضری
دی - پہلے دن جو بے لطفی رہی تھی - اسکا بدل ان متواتر زیارات سے ہوگیا عجب

پاکیزہ ہے اور جو [illegible]

ایک مقدس [illegible] آج میں مزار مبارک کے

پہلو میں کھڑا [illegible]

[illegible] کربلا کی

خاک میں [illegible]

وہ سر جس [illegible] وہی سر

جس پر [illegible]

[illegible] جن کو سید العرب

والعجم چوما کرتے تھے ۔

اے پیاسی زبان اور خشک حلقوم والے سر جس امت کی خاطر تیرا یہ حال ہوا ۔ آج وہ سارے جہان میں شکستہ حال ہے ۔ بھوکی ہے پیاسی ہے حقیر ہے ذلیل ہے ۔ اسی کے چند افراد ہند میں ہیں ۔ ان سب عزیزوں کا سلام لیکر حاضر ہوا ہوں ۔ قبول کر ۔ اے بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول سب سے زیادہ محبوب ۔

اے خدا تو جانتا ہے کہ میں ایک مقدس و مطہر مقام پر کھڑا ہوں یہ وہ جگہ ہے جس سے ایک گز کے فاصلہ پر حسین ابن فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم کا مقتول سر دفن ہے ۔ لہذا اس جگہ کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ میری اس عاجزانہ دعا کو قبول فرما ۔

اسکے بعد نام بنام اُن سب احباب و یاران طریقت و اہل حلقہ کے دعا گو کا ذکر تھا ۔ جنھوں نے طلب دعا کی درخواستیں ساتھ کر دی تھیں ۔ یہاں اُن سب کے نام لکھنے طوالت ہے ۔ کیونکہ اب جس مقام پر جاتا ہوں ۔ ان لکھے ہوئے ناموں

کی طولانی فہرست کو پڑھ کر فرداً فرداً جداگانہ ہر شخص کے مقصد کی دعا مانگتا ہوں۔ ہر روز نا
ہیں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ مدینہ منورہ کے لئے جو دردناک دعا تیار کر کے
لے چلا ہوں اور جسکو اپنی زندگی کے تمام جذبات شوق کا آخری سرمایہ تصوّر
کرتا ہوں۔ اسکے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب نام بھی لکھدئے جائینگے جنکے
لئے دعا کی جارہی ہے۔ نیز وہ نام بھی جو دوران سفر میں موصول ہو رہے ہیں اور
مدینہ منورہ پہنچنے تک وصول ہونگے۔ یہ فہرست اسماء باعتبار ترتیب مدارج
ایک تاریخی چیز ہوگی ✣

اس ہفتہ میں مصر کی کل تاریخی چیزیں دیکھیں۔ جن میں اہرام بسبب قدامت زمانہ
کے مستحق ہیں کہ انہیں کا پہلے ذکر کیا جائے ✣

قاہرہ سے اہرام تک ٹرام جاری ہوگئی ہے۔ جو دن میں ہر گھنٹہ کے بعد
جاتی ہے ۲ قرش یعنی ۵ ر ایک طرف کا کرایہ ہے ✣

اہرام ایک بلندی پر واقع ہیں۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہاڑ پر یہ
عمارت بنائی گئی ہے ✣

ٹرام نے بالکل قریب لیجا کر اُتار دیا۔ یہاں سے اہرام سامنے نظر آتے
ہیں۔ یہاں کئی ہوٹل اور قہوہ خانے نظر آئے جو مسافروں کی راحت کیلئے بنے
ہوئے ہیں۔ نرخ بہت گراں ہے۔ میں نے بھی ایک ہوٹل میں چار پی ۱۰ ر لئے ✣
ٹرام سے اُترتے ہی ترجمان لڑکوں نے گھیر لیا۔ یہ یورپ کی سب زبانیں جانتے
ہیں۔ انکی شرارتوں کا حال سُن چکا تھا۔ سب کو دھتکار دیا۔ مگر کم بختوں نے چاء
پینی دو بھر کر دی۔ برابر کہے جاتے تھے کہ ہم سب جگہ کی سیر کرا دینگے۔ ہوٹل والے
سے دریافت کیا کہ عربی میں یہاں کی کوئی گائڈ بک ہے۔ اُسنے نفی میں
جواب دیا۔ مجبوراً ایک ترجمان کو لینا پڑا۔ ان میں اُردو کوئی نہیں جانتا۔ عربی کے

مصر کے مشہور پرانے مینار ، اہرام مصری

سہارے بات چیت ہوتی تھی ÷

ہوٹل سے اہرام تک ۵ منٹ میں سب بلندی طے ہوگئی - راستہ رتیلا ہے جسپر گدھے اور اونٹ خوب چل سکتے ہیں - اسلئے یہاں ہر وقت اونٹ و گدھے کسے کسائے تیار کھڑے رہتے ہیں - لیکن مجکو گدھے و اونٹ پر سوار ہونے سے پیدل چلنا لاکھ درجہ بہتر نظر آیا - یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر سواری کی ضرورت ہو تو ٹرام سے اُترتے ہی پولس والے سے کہو وہ کفایت سے معاملہ کرا دیگا ورنہ ترجمان دس گنے داموں پر لٹوائے گا - اور مسافت کچھ ایسی لمبی چوڑی نہیں ہے جسکے لئے سواری کی ضرورت ہو - ریت کے سبب ذرا قدم مشکل سے اُٹھتے ہیں - میں نے آدھ گھنٹہ میں سب عجائبات کی سیر کر لی تھی ÷

اوّل سب سے بڑا مینارہ آتا ہے - جسکو دُنیا کے سات عجائبات میں شمار کرتے ہیں - حیرت ہے کہ پتھروں کے اس انبار کو عجائبات میں کیوں داخل کیا گیا ہے - مانا کہ اصول ہندسہ کے اعتبار سے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ کے مصری بھی فن جر ثقیل کے ماہر تھے - لیکن یہ کوئی عجیب بات نہیں - پُرانی عمارتیں اکثر ہندسی اصول پر بنائی جاتی تھیں - مینے ایسی سیکڑوں عمارتیں دیکھی ہیں - جن میں جر ثقیل کی اعلیٰ صناعی موجود ہے ÷

اصل میں زمانہ ان گورے رنگ والے آدمیوں کا مقلد ہے - ان کی زبان سے جو نکل جائے نقش کالحجر ہو جاتا ہے - چونکہ اہل یورپ اسکو عجیب کہتے ہیں سارا جہان عجیب عجیب کی صدا لگا رہا ہے ÷

بڑے مینار کی برابر ایک اور مینار ہے - جو اس سے کچھ ہی چھوٹا ہے - اسکی استرکاری ابھی کہیں کہیں سے باقی ہے - ان میناروں کو دیکھ کر ایک عرب نے کہا - آج میں ہزاروں برس کی پُرانی چیز دیکھ رہا ہوں - واہ میری قسمت - عرب کے

بھولپن پر ہنسی آگئی - اور جانا کہ بیچارا سفید رنگ کے آدمیوں کا مقلب ہے - آگے بڑھ کر ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہا - بھائی جان! کیا تم کو ایسی چیز بتاؤں جو اہرام سے ہزاروں برس پہلے کی ہو اور جسکو تم روزانہ اپنے گھر میں دیکھ سکو - عرب نے کہا - بیشک ضرور بتاؤ - کہا زمین؟ جسپر تم رہتے ہو اہرام سے بہت پہلے کی ہے - عرب کو اس کلام سے ہنسی آگئی - دوبارہ کہا - اگر تم اسپر ہنستے ہو اور ایک مصنوعی چیز کی قدامت کو دیکھنا تمہارا مقصد ہے تو خود اپنے جسم کو دیکھو پُرانی خاک کا بنا ہوا ہے +

غرض اہرام دیکھنے کے بعد ابوالہول کو دیکھا - یہ مصریوں کا معبود ہے - جسکا چہرہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے - نہایت شاندار بت تھا - دو ہاتھی کے برابر مسلمانوں نے اس بیکس خداوند کا چہرہ ناک کے پاس سے بگاڑ دیا ہے - نہ ہوئے مصر کے قدیم بادشاہ اپنے معبود کا مسلمانوں سے بدلہ لیتے جس طرح ہندوستان کے ہندو لینا چاہتے ہیں +

ترجمان نے وہ جگہ بتائی جہاں سے تہ خانہ میں جاتے ہیں - مگر میں تہ خانہ میں نہیں گیا - وہاں صرف مصری صناعی کے مکان ہیں جن میں لاشیں رکھی تھیں - چونکہ لاشیں سب کی سب عجائب خانہ میں دیکھ چکا تھا - خالی مکانوں کا دیکھنا فضول معلوم ہوا +

عارفی نگاہ سے یہ سب چیزیں دیکھ لیں تو اپنے نزدیک ہوئے تھا کہ حکم کے موافق نظر عبرت سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس موجودات قدیم پر نگاہ دوڑائی تاکہ حسن جاہ پرست اگلے مٹنے والوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرے +

جنگل بیابان - ریت کے ٹیلے - جنکو قہر کی ہوا چین نہیں لینے دیتی - ذرات خاک ہوا کے جھونکوں سے سکنڈ سکنڈ میں نشیب و فراز کے تماشے دیکھ رہے ہیں +

ابو الہول موجودہ حالت میں

یہ دور تک سنسان وحشت خیز میدان ایک زمانہ میں اسی طرح آباد تھا جس طرح قاہرہ - لندن - پیرس وغیرہ میں رونق دیکھتے ہو - یہاں بھی شوکت والے ہیبت والے تاجور دنیا و دین کے متوالے خوش وقتیاں منایا کرتے تھے - مگر آج ان میں سے ایک کا بھی نشان باقی نہیں - نہ وہ تمدن ہے نہ وہ فلسفہ ہے - نہ وہ تخت و تاج ہے - ہو حق خدا کی ذات ✤

آبادی کے زمانہ میں اگر کوئی شخص کہتا کہ ایک دن یہ شہر مٹی کے ٹیلوں کے نیچے دب کر ویران ہو جائے گا تو اُس پر اسی طرح قانونی گرفت ہوتی جس طرح آج لندن و پیرس کی نسبت پیشینگوئی کرنے والا مشکوک ہو جاتا ہے ✤

ترجمان صاحب نے یہاں بھی شرارت کی اور بغیر پولیس کی دست اندازی کے [illegible] ✤

مصر کی مسجدیں لاجواب ہیں - میں نے سب مشہور مساجد کی زیارت کی - ان میں باعتبار تقدس و قدامت سب سے برگزیدہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ صحابی فاتح مصر کی مسجد ہے - شکل و صورت میں بھدی مگر بحیثیت معانی دل کے اندر شعلۂ اسلام بھڑکانے والی - مگر کس کے دل میں؟ ہم پردیسیوں کے دل میں! کیونکہ مصری مسلمانوں کے دل یورپ کی زیارت سے حرارت میں آتے ہیں - اُنکو ایسی چیزوں سے کچھ سروکار نہیں - اسی واسطے انہوں نے اس مسجد کو بالکل برباد کر رکھا ہے لوگ جوتیاں پہنے ہوئے اُس مقام پر پھرتے ہیں جہاں سلطان کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فتح کی خوشی کا دوگانہ ادا کیا - یہ وہی مقام ہے جہاں عمرو بن عاص رضی اللہ نے تلوار خون آشام ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھا ✤

منبر کے پاس چند ٹوٹے ہوئے بوریے پڑے ہیں - لوگ نماز کو آتے ہیں تو جوتیاں ان بوریوں کے پاس اُتار دیتے ہیں - بائیں پہلو میں ایک مزار ہے

جو حضرت عمرؓ بن عاصؓ کے فرزند کا بیان کیا جاتا ہے +

کاش میں اس مسجد کو اُٹھا کر ہندوستان لیجا سکتا - ہندوستانی اسمیں آنکھوں کا اور دل وجگر کے ٹکڑوں کا فرش بچھا سکتے ہیں - ہاں میں فخریہ کہونگا کہ حُبِّ رسولؐ اور حُبِّ آثار رسولؐ میں ہم لوگ مصریوں سے بہت آگے ہیں - و للہ الحمد +

سلطان حسن کی مسجد باعتبار وسعت محراب روے زمین کی مساجد میں غالبًا بے مثل ہے - اسکی بڑی محراب جہاں منبر ہے طول میں ۳۸ قدم اور عرض میں ۲۹ قدم ہے تا بوقی ساخت ہے - اور اسقدر بلند ہے کہ ٹوپی تھام کر دیکھنی پڑتی ہے - اس کے مقابلے میں چاروں پہلوؤں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں - آجکل یہ مسجد زیر مرمت ہے اسکے گرد میں بڑے بڑے عالیشان مکانات بنے ہوئے ہیں جو طلبہ کے دارالاقامہ ہیں - ایک وقت میں یہاں بھی ازہر کی طرح مدرسہ تھا +

سلطان حسن کی مسجد قلعہ پر ہے یہاں اسکے ساتھ دو مسجدیں اور ہیں جنکو ایک دوسری پر فوقیت دینی دشوار ہے - ہر ایک اپنی اپنی وضع میں نرالی ہے - البتہ اسکا افسوس ہے کہ ایسی پاس پاس مسجدیں بنا کر خواہ مخواہ لاکھوں روپیہ برباد کیا گیا ایک مسجد کافی تھی +

سلطان حسن کی مسجد کے سامنے موجودہ خدیو کی پردادی کی طرف سے ایک شاندار مسجد تیار ہوئی ہے - اصل میں یہ مرحومہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سید علی ابو شہاب ابن اخت حضرت سید رفاعیؒ کا مقبرہ بنوایا تھا - مصر کے قاعدہ کے موافق قریب میں مسجد بھی بنوادی - اسی مقبرہ کے ایک گوشہ میں یہ بیچاری بھی پڑی سوتی ہے - یہ مقبرہ اور مسجد ہنوز زیر تعمیر ہیں - اور حق یہ ہے کہ ایسی حسین عمارت مصر میں اور کوئی نہو گی - داروغہ تعمیر نے بتایا کہ ابتک سات لاکھ اشرفیاں خرچ ہو چکی ہیں - کچھ شک نہیں کہ سات لاکھ اشرفیاں اسکی موجودہ خوشنمائی پر قربان ہیں +

اس مسجد سے آگے بڑھ کر قلعہ پر محمد علی پاشا کی مسجد و مقبرہ ہے۔ یہ بھی آراستہ و مکلّف اور دلہن بنی ہوئی ہے۔ یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ سلطان حکومت کر رہے ہیں۔ دہلی کی جامع مسجد! آہ تجھے اب کون دلہن بنائے۔ تاکہ غیر ملکیوں کی مسجدوں کو دیکھ کر تیرے ننڈاپے کا صدمہ نہ اٹھانا پڑے ٭

مصر کی مساجد میں ہزاروں روپئے کے سیکڑوں برقی جھاڑ لٹکے ہوئے ہیں دہلی کی جامع مسجد میں ایک برقی چراغ بھی نصیب نہیں۔ حالانکہ دہلی کے گھروں میں بیسیوں ایسے ہیں جہاں بجلی جگمگایا کرتی ہے ٭

محمد علی پاشا کی مسجد سے سارا قاہرہ نیچے نظر آتا ہے۔ جس سے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہے ٭

خاندان نبوت کی تین شہزادیاں مصر کی خاک پر آرام فرما رہی ہیں۔ الحمد للہ میں نے تینوں کی زیارت کی۔ اوّل حضرت سیدہ زینب بنت سیدۃ نساء العالم فاطمۃ الزہرا آپ کے نام کی مصر میں بڑی شہرت ہے۔ ڈاکخانہ آپ کے نام پر۔ محلہ آپ کے نام پر ٹراموے پر آپ کا نام لکھا ہوا "سیدہ زینب" ہوٹل کے دریچہ میں بیٹھے ہوئے روزانہ کم از کم سو دفعہ ٹرام پر یہ پاکیزہ نام نظر سے گزرتا ہے۔ مزار پر انوار کا مینہ برستا ہے۔ سیکڑوں مراد مند جالی پکڑے کھڑے رویا کرتے ہیں ٭

جانتے بھی ہو یہ کون زینب ہیں! علی شیر خدا کی صاحبزادی حسینؑ شہید دشت کربلا کی وہ بہادر بہن جو بنی فاطمہؓ کی قربانیوں کے بعد لاوارث گھر کی متولی بنی۔ وہ جنہوں نے دمشق میں مزار حیرت کے یار غار یزید علیہ اللعن کے دربار میں بیکسوں کی وکالت میں دلوں کو ہلا دینے والی تقریر کی ٭

سیدہ نفیسہؓ اور سیدہ عائشہؓ بھی جو سلسلۂ اہل بیت میں تھیں اسی قرب و جوار میں ہیں۔ جہاں بڑی بڑی درگاہیں بنی ہوئی ہیں ٭
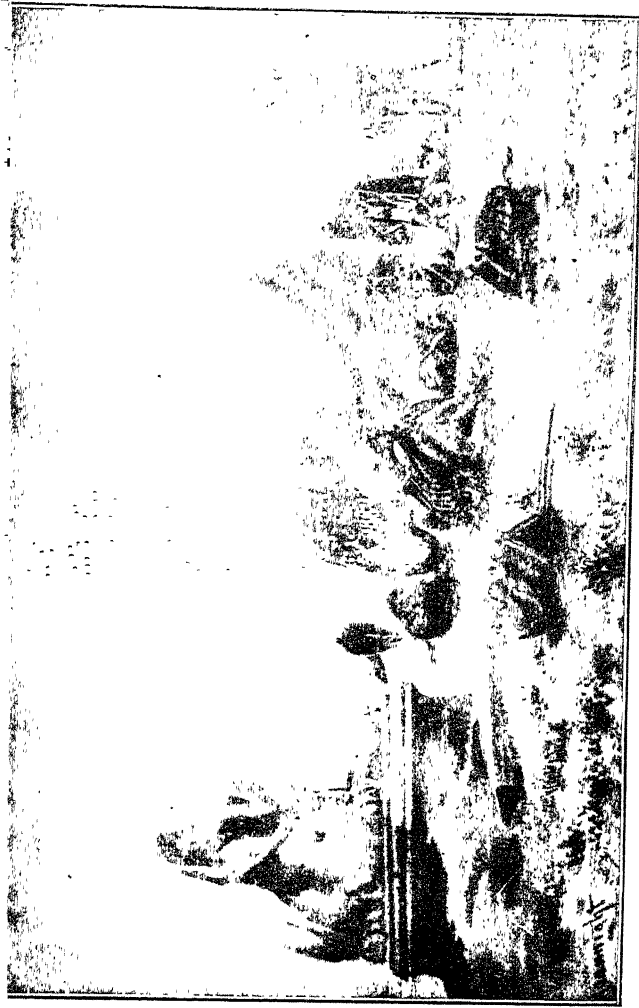
مصر کا قدیمی بت - چاندنی رات اور عرب قافلہ
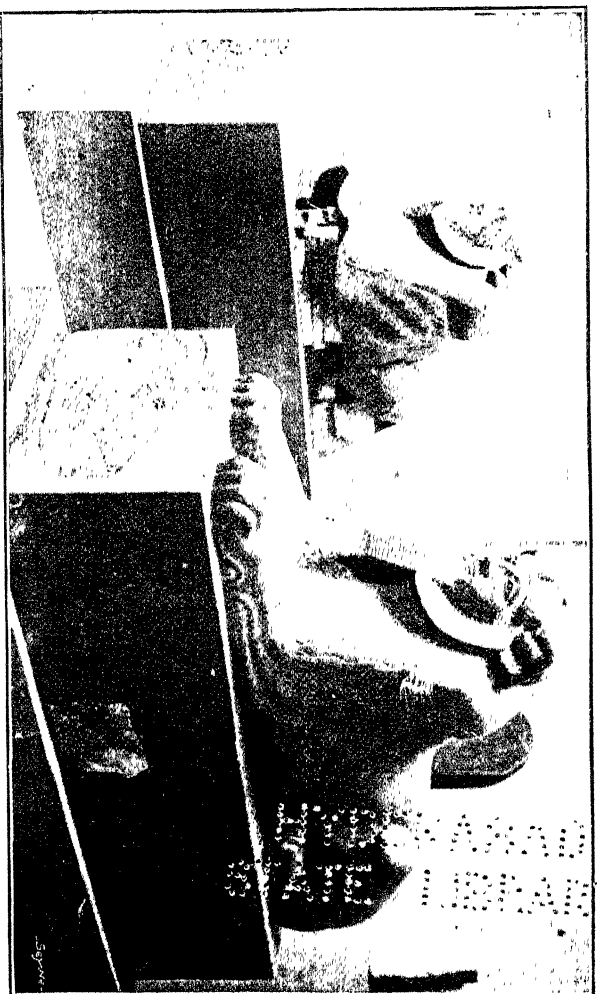
مصري آثار قديمه ، مصر کے دو بہت پرانے بت

ہے - اہل یورپ کے دل مذہبی روایات سے ناآشنا ہیں - وہ کیا جانیں
ایک مسلمان قرآن شریف میں روزانہ فرعون کا قصہ جگہ جگہ پڑھتا ہے
اُسکے دل پر فرعون کی حالت نقش ہو جاتی ہے - اُسکی خودستائی - اُسکا
اُسکی عظمت و جبروت - حضرت موسیٰؑ کے ساتھ دلچسپ مناظرے ایسے
مسلمان بار بار پڑھ کر ادھر متوجہ ہو - پھر جب وہ سُنتا ہے کہ مصر میں
فرعون کی لاش موجود ہے تو اُسکے شوق میں جسقدر ہیجان ہو کم ہے ❊

میں عجائب خانۂ مصر کو محض فرعون کی لاش کے سبب بار بار دیکھنے گیا
ہر دفعہ دل پر ایک نیا اثر لیکر آیا ❊

یوں تو عجائب خانہ میں اہلِ مصر کے سب زمانوں کی اشیاء رکھی ہیں
جن قوموں کے دورِ حکومت یہاں رہے ہیں اُن سب کے بُت اکثر کی لاشیں اور
تمدن و معاشرت کے اسباب دکھائے گئے ہیں - مگر قدیم مصریوں کے آثار
بہت عبرت خیز ہیں - کم از کم چالیس روز قاہرہ میں رہے - اور یہ سارا چلہ محض
عجائب خانہ کی دید میں صرف کیا جائے - تب کہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم
ہو مجھ کو اتنی فرصت کہاں کہ عجائب خانہ کی سب موجودات پر کچھ لکھوں صرف
چند لاشوں کی کیفیت عرض کی جاتی ہے ❊

مصر کے قدیم باشندے ہندوؤں سے مشابہ تھے - انکے پُرانے بُت
مہاتما بُدھ اور جین مت کی مورتیوں کے ہم شکل ہیں - اور ویسی ہی مراقبوں کی صورتیں
ہیں - بعض کے سروں پر ہندو جوگیوں کے سے چوٹے - تالو کے رُخ اوپر کو بندھے
ہوئے ہیں - تصویروں کے لباس و اسباب معاشرت سے بھی ہندو پنا ظاہر
ہوتا ہے - ایک محقق جب اس حالت کو دیکھتا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان
سے نکلتا ہے کہ برہمن مصر کے باشندے تھے - یہاں سے جاکر ہندوستان میں

آباد ہو سکتا ہے اور اُسکے جانے کا زمانہ وہی ہے جبکہ فرعون غرق دریا ہو کر
گیا۔ اور بنی اسرائیل کے ہاتھ سے برہمنوں کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ
ہوا۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندوستان میں برہمنوں کو آجتک

مصری ممی

کہتے ہیں یہ علامت ہے اس امر کی کہ وہ اہل مصر ہیں +

قدیم مصری ایک مصالحہ جانتے تھے جسکے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی
اور ہزاروں برس جوں کی توں موجود رہتی تھی۔ وہ اول لاش کے شکم سے اندرونی
آلائش نکال ڈالتے تھے (مگر نہیں معلوم کہاں سے نکالتے تھے۔ میں نے متعدد
لاشوں کے پیٹ دیکھے اُن میں زخم کا نشان نہ تھا) اسکے بعد مسالہ ملکر ریشمی دھجیوں
سے لاش کو خوب کسکر باندھ دیتے تھے۔ اُسکے اوپر ریشمی کفن پہناتے اور لاش
کو حسب حیثیت طلائی نقش ونگار کے چوبی صندوق میں رکھتے جسپر مرنیوالے
کی شکل ہوبہو پوری صناعی سے بناتے تھے۔ وہ شکل جو زندگی میں تھی۔ تاکہ دیکھنے
والا مُردے کی صورت اور اصل صورت کو سامنے رکھکر عبرت سے تغیر حالات
کو دیکھے۔ پھر ایک چوبی صندوق کو ایک بڑے سنگین بکس میں بندکر کے اُس عظیم
الشان تہ خانے میں رکھدیا جاتا تھا۔ جو اہرام کے نیچے واقع ہے +

اہل مصر کی رسم تحریر ساری دُنیا سے نرالی تھی۔ وہ جانوروں کی شکل کے
حروف بناتے تھے۔ مثلاً لکھنے والے نے طوطا مینا۔ ہاتھی۔ گھوڑا بنایا۔ اور
پڑھنے والے نے اُن کو ملاکر مطلب نکال لیا۔ یہ حروف لاش کے کفن چوبی صندوق
سنگین بکس سب پر لکھے جاتے تھے +

ایک نیا انکشاف

گو ساری دُنیا مان رہی ہے کہ یہ لاشیں کسی مصالحہ کے سبب آجتک محفوظ

فرعون اور حضرت یوسف (ع)

رہیں۔ لیکن میری رائے اسکے خلاف ہے۔ اور میں ایک دوسرے زبردست علمی پہلو سے دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ لاشیں ایک

طلسمی عمل

کے سبب محفوظ ہیں۔ میرا یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ چونکہ یہ بات تمام دُنیا کے مسلمہ مسئلہ کے خلاف ہے۔ اسلئے میں اسپر وضاحت سے بحث کرنی چاہتا ہوں +

اوّل یہ غور کرنا چاہیئے کہ اہل یورپ کو مصالحہ کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لاشوں پر کوئی چیز لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے +

مگر مصری عجائب خانہ میں متعدد لاشیں ایسی دیکھی گئیں جو بالکل صاف ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی موم سے بنائی ہیں۔ ان میں ایک ساحرہ کی لاش ہے جس کا حال آگے آئیگا۔ اسکا جسم بالکل ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ سیتی دوم کی لاش ہے جسپر مصالحہ کا مطلق اثر نہیں پایا جاتا +

دوم اگر مصالحہ ہوتا تو اہل یورپ صدہا لاشوں کو اپنے ممالک میں لے گئے ہیں اور مُردوں کے اوپر کے کپڑے اُتار کر اُن کا کیمیائی طریق سے امتحان کیا ہی ناممکن تھا کہ کیمیائی تحلیل سے کے بعد مصالحہ کے اجزا معلوم نہوتے۔ اور وہ بھی آج اپنے مُردے محفوظ نہ کرتے تو اُنکی تجارتی اشیا ایسی ہزاروں ہیں جنکے مدت تک سلامت رکھنے سے ان کو فائدہ کی امید تھی۔ لیکن برف اور اسپرٹ کے سوائے کوئی چیز ان کو ایسی معلوم نہیں ہوئی جو مدت مدید تک کسی شئے کو اصلی حالت پر باقی رکھ سکے +

لہذا ثابت ہوتا ہے کہ مصری لاشیں کسی مصالحہ کے سبب سالم نہیں ہیں اُنکے **بقا کا راز** خود اُنکے چوبی صندوقوں پر کندہ ہے۔ مصری باشندے تاثیر کواکب کے عامل تھے۔ اور تاثیرات کواکب پر انکو پوری دسترس حاصل تھی۔ جسکا ذکر

وہاں اُنہوں نے ایک مراکشی بزرگ سے ملاقات کرائی جو مراکو کے برگزیدہ شیخ ہونے کے علاوہ متموّل تاجر بھی ہیں۔ یہ صاحب بہت بوڑھے ہیں۔ میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان ۴۰ سالہ گاڑی لیکر آیا۔ اور شیخ کو بٹھاکر لے چلا۔ چلتے وقت نصوحی سے اس نے میرا حال دریافت کیا۔ اور یہ معلوم کرکے کہ میں راستہ بھول گیا ہوں۔ نہایت اخلاق سے گاڑی میں بٹھالیا۔ اور بولا کہ ان بزرگ کو ہوٹل میں پہنچا کر آپ کو منزلِ مقصود تک لے چلوں گا +

راستہ میں کبھی وہ عربی بولتا کبھی انگریزی۔ اور بیتابانہ اظہار عقیدت کرکے میرے کُرتے کے دامنوں کو چومتا اور کہتا ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہندی شیخ کی زیارت میسّر آئی۔ اور یہ سُنکر کہ میں مصر کے مشائخ اور ناموَر عمائد سے ملنا چاہتا ہوں سیکڑوں نام لینے شروع کئے کہ یہ سب میرے دوست ہیں۔ میں ان سے ملاقاتیں کراؤنگا +

اگرچہ وہ گفتگو نہایت مؤثر اور متین پیرایہ سے کرتا تھا تاہم اس فوری میل جول سے مجکو شک ہوگیا۔ اور جلدی پیچھا چھوڑانے کی فکر کرنے لگا۔ قصّہ مختصر شیخ کی قیامگاہ پر پہنچکر اُسنے تمام حاضرین سے میری بزرگی کی فضول تعریفیں شروع کیں اور سب کو میری دست بوسی پر مجبور کیا۔ ظالم کی باتوں میں عجیب اثر تھا۔ سارا بازار دست بوسی کیلئے ٹوٹ پڑا۔ اسکے بعد نہایت مکلف خوان میں چار لائی گئی میں حیران تھا کہ یہ آدمی کون ہے اور کیا چاہتا ہے +

چار سے فارغ ہوکر وہ میرے ساتھ ہولیا اور باتیں کرنی شروع کیں۔ مصری پالیٹکس پر ایسی برجستہ تقریر کی کہ واہ۔ کہنے لگا: آپ کہیں تو گاڑی کرلیں۔ ورنہ رات کا وقت ہے میں ایک ایسے راستہ سے لیچلوں گا کہ آپ بہت جلد ہوٹل پہنچ جائینگے مگر یہ راستہ گلیوں کا ہے۔ بگھی وہاں نہ جائے گی۔ مینے پیدل جانا قبول کیا +

گیارہ بج چکے تھے۔ اور میں ہوٹل جلدی پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر بنیانی خبرنہیں کن تاریک گلیوں میں لیئے ہوئے گھسا جارہا تھا۔ جہاں آدمی کا نشان نہ تھا۔ اس خوفناک راستہ کو دیکھ کر مینے چلنے سے انکار کیا۔ اور واپس ہونا چاہا۔ مگر بنیانی نے یقین دلایا کہ اب بازار بہت ہی قریب ہے۔ تھوڑی دور چل کر اُسنے ایک عالیشان پھاٹک میں دستک دی۔ دروازہ کھلا اور ایک موٹا ہٹا کٹا عرب سامنے آیا۔ بنیانی نے مجھ سے کہا۔ آیئے یہ ایک بہت بڑے شیخ کا مکان ہے۔ ان سے ملاقات کریجئے مینے انکار کیا۔ اور وقت کی تنگی کا عذر کرکے چلنا چاہا۔ مگر بنیانی نے نہایت اصرار اور خوشامد سے روکا۔ مجبوراً اندر گئے۔ دیکھا کہ ایک برقی لمپ روشن ہے اور کمرہ خوب آراستہ ہے۔ لیکن کوئی شخص موجود نہیں۔ ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں پھاٹک بند کردیا گیا۔ اس سنسان جگہ کو دیکھ کر مجھے سخت وحشت و دہشت ہوئی۔ لیکن بنیانی پر اپنے خوف کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ بنیانی نے عرب سے دریافت کیا۔ شیخ کہاں ہیں۔ عرب نے جواب دینے سے پہلے مجکو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ اور بے پروائی سے جواب دیا۔ وہ اسکندریہ گئے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد بنیانی نے مجھ سے کہا۔ یہاں ایک مراکشی عرب رہتا ہے جو تعریفہ (پانچ پیسہ کا مصری سکہ) کو چٹکی میں ملکر اشرفی بنا دیتا ہے۔ مینے کہا یا بنیانی۔ میں خود یہ ہنر جانتا ہوں۔ مجھے کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے ہوٹل پر جاؤنگا۔ مجھ سے یہ فضول باتیں نہ کرو۔ اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ بنیانی بھی اُٹھا۔ اور عرب سے سرگوشی کرنے لگا۔ یہ نقشہ دیکھ کر مینے قدم بڑھایا اور پھاٹک کا کھٹکا کھول کر باہر نکل گیا۔ دس پانچ قدم چلا تھا کہ پیچھے سے روپیہ چھنکنے کی آواز آئی۔ مڑکر دیکھا کہ بنیانی عرب کو کچھ دے رہا ہے۔ بنیانی اسکو دیکر قریب آیا اور بولا یہ شخص شیخ کا مہمان ہے اور غریب ہے۔ لہذا اسکی کچھ خدمت

کردی گئی میںنے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور تیزی سے چلنا شروع کیا۔ کوئی ہزار قدم کے بعد بازار کی روشنی نمودار ہوئی۔ اور دیکھا کہ فاحشہ عورتوں کا بازار ہے بہزار پریشانی اس دوزخ سے نکل کر بڑے بازار میں آئے۔ گھڑی دیکھی تو ۲ بج چکے تھے۔ مصر میں یہی وقت اوباشوں کی تفریح کا ہے۔ تمام بازار میں گھما گھمی تھی۔ ہوٹل پر آکر کپڑے اُتارے۔ اور کھانا کھانے کے لئے دوسرے ہوٹل میں گیا۔ بنیانی ساتھ تھے۔ ہرچند ٹالا مگر وہ کب ٹلتے تھے۔ کھانے میں شریک ہوئے اور پورے پہر کا لقمہ کھاکر اُٹھے۔ اور رخصت ہوئے۔ صبح کو میں تلاوت کلام مجید سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ پھر تشریف آگئی۔ آج مجھے حلوان میں زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان کے پاس جانا تھا۔ چاہا کہ بنیانی کو جدا کروں مگر ناممکن تھا۔ یہ بلا ساتھ ہوئی۔ ناظرین کہیں گے کہ ایک آدمی کا علیحدہ کرنا بھی کچھ مشکل ہے۔ لیکن جب اُنکو ایک کوٹ پتلون دار مہذب صورت شخص سے واسطہ پڑے جو عالمانہ گفتگو کرتا ہو اور بے غرض خدمت کا مدعی ہو۔ جسکے برتاؤ میں متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو۔ اُسکو ناشائستگی سے دھتکارنا آسان نہیں ؏

زبیر پاشا کی ملاقات کے بعد بنیانی نے تین چار اور بڑے بڑے نامی آدمیوں سے ملایا۔ اور اُنکے گھر میں جاکر میری اس طرح تعظیم کی۔ گویا وہ میرا غلام ہے۔ ریل کا ٹکٹ خریدنے اور بگھی کا کرایہ دینے کے بعد جو کچھ باقی بچتا وہ جناب بنیانی اس طرح اپنی جیب میں ڈال لیتے گویا انہیں کا پیسہ ہے۔ دو چار مرتبہ یہ حرکت کرکے اپنے نصیبہ کا جو کچھ تھا اُنہوں نے مجھ سے ٹھگ لیا۔ سہ پہر کو میں نے اُنسے یہ کہکر پیچھا چھڑایا کہ کل میں کہیں نہیں جاؤنگا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ غائب رہے۔ اور میں مولوی عبدالرحمن دہلوی کے ہمراہ سیر کرتا رہا۔ لیکن بدقسمتی۔ جب شام کو مولوی عبدالرحمن رخصت ہوئے اور میں ٹرام میں سوار ہوکر ہوٹل

کو چلا تو حضرت البنانی مسکراتے ہوئے پھر تشریف لے آئے اور ٹرام میں بیٹھ گئے۔ ٹرام ہوٹل کے پاس پہنچی اور میں نے اُترنا چاہا تو بنیانی نے مجکو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تھوڑی سی دور اور چلیئے۔ ٹرام کے مجمع میں جبر یہ ہاتھ چھوڑانا اور ہٹ ہشت کرنا شائستگی سے بعید تھا۔ مجبوراً ساتھ ہو لیا۔ ریل کے اسٹیشن پر اُترے اور اندر جانا چاہا۔ مینے انکار کیا۔ بگڑ کر بولا۔ خلوتیہ طریق کے ایک بزرگ نے آپ کا ذکر اخباروں میں دیکھ کر مجھکو بھیجا ہے اور آپ کو دعوت دی ہے وہاں اور بھی بہت سے عمائد اور اکابر مشائخ جمع ہیں۔ مینے کہا یہ کوئی طریقہ دعوت کا نہیں کہ تم کو بھیجدیا۔ اُن کو پہلے ملاقات کرنی چاہیئے تھی۔ میں ہرگز اس دعوت میں نہیں جاؤں گا۔ بنیانی نے آنکھیں نکالیں۔ اور بازار کے انبوہ سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں بازار میں اس سے جھگڑا نہیں کر سکونگا۔ لیکن اُس کا گمان غلط نکلا۔ اور میں نے نہائت درشتی سے کلام شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر خلقت کے ٹھٹ لگ گئے۔ بنیانی چپ ہو کر میرے ساتھ ہو لیا۔ اور ہوٹل تک خاموش چلا آیا۔ ہوٹل کے اندر آکر خوشامد کرنے لگا۔ کہ اچھا اپنا کارڈ دیدو۔ میں شیخ صاحب کو دیکر آپ کی طرف سے عذر کر دونگا۔ میں نے کہا تم نہیں جاؤگے تو میں پولس کو بُلالونگا۔ یہ سُنکر جلدی سے چلدیا۔ اسکے جانے کے بعد میں نے مالک ہوٹل سے ذکر کیا۔ اُسنے کہا تمنے پہلے سے نہ کہا۔ ہم اسکی خبر لیتے۔ اب آئیگا تو مرمت کر دی جائیگی چنانچہ دوسرے دن صبح کو ہمارے چلے جانے کے بعد پھر آیا اور دربان نے جونہی اُسکی صورت دیکھی پکڑ کے مالک کے سامنے پیش کیا۔ جسنے اس جنٹلمین کے دو چار تھپڑ لگوائے اور باہر نکلوا دیا +

اس طولانی سمع خراشی سے غرض یہ ہے کہ مسافر کو ان ممالک میں بہت احتیاط

کرنی چاہیئے ۔یہاں بڑے چلتے چپڑے شائستہ ٹھگ ہوتے ہیں جو آدمی کو مختلف ذرائع سے لوٹتے ہیں +

جشن تاجپوشی لندن کی خوشی میں آج مصر میں بھی بڑی دھوم کا جلسہ ہے۔ گورنمنٹ کی جانب سے مجکو بھی دعوتی کارڈ بھیجا گیا تھا۔ لیکن بسبب چند ضروری مصروفیتوں کے نہ جا سکا۔ اور تحریری مبارکباد بھیجدی +

قاہرہ و اسکندریہ کے تمام مشہور روزانہ اخباروں میں میرا ایک گشتی مراسلہ شائع ہوا ہے جسمیں حلقہ نظام المشائخ کے مقاصد سے اہل مصر کو آگاہ کیا گیا ہے اور مشائخ مصر سے ملنے کی آرزو کا اظہار ہے ۔نیز اُنسے اس مسئلہ میں رائے طلب کی گئی ہے اسلیئے روزانہ اہل الرائے اصحاب کے خطوط ہوٹل میں آرہے ہیں ۔ مگر افسوس کہ مشائخ کے کم ہیں ۔ بعض مشائخ نے رائیں لکھ کر بھیجی ہیں ۔بعض نے رسالے ارسال کئے ہیں ۔ ان سب کا خلاصہ آئندہ پیش کیا جائے گا ۔کل شام کو ایک صاحب کا دعوت نامہ آیا تھا کہ تمہارا مطلب میرے پاس ہے ۔ فلاں جگہ مجھ سے ملو ۔چنانچہ سید جیلاں شاہ کو لیکر اُن سے ملنے گیا ۔بڑی پاکیزہ صورت کے شیخ تھے ۔اپنی چند تصنیفات دیں ۔ باتوں سے معلوم ہوا کہ جناب اقدس خارجی سلسلہ کے شیخ ہیں ۔ تضیع اوقات کا افسوس ہوا ۔ تاہم خوارج کے عقیدے کی کئی کتابیں ہاتھ آگئیں یہ لوگ دُنیا میں انہیں لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں ۔ جو انکے ہم خیال ہوں ۔ ورنہ سب کافر +

آج عبدالکریم صاحب ہندی نے مدعو کیا تھا ۔ رات کو خوب دلچسپ صحبت رہی +

۲۳ ۔جون ۱۱ ۱۹ء

اڈیٹر صاحب اللواء سے اگرچہ پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی ۔ مگر آج پھر دوبارہ

ملنے گئے۔ اس نوجوان کو صوفیوں کی اصلاح سے بہت دلچسپی ہے۔ کل کے اخبار میں میرے مراسلہ پر ایک لمبا نوٹ شائع کیا ہے۔ جسمیں فلسفۂ تصوف کی بڑی تعریف کی۔ مصر جیسے شہر میں یہ شخص غنیمت نظر آیا۔ جہاں سوائے پالٹکس کے دوسری بات کرنی کفر ہے۔ دیر تک صحبت رہی۔ مسائل تصوف و مسائل ہند پر مکالمے رہے۔ تیسرے پہر مصری وطن پرستوں کے مقتدائے اعظم

عبدالعزیز شاویش

سے ملاقات ہوئی۔ بڑا تیز طرار۔ ہوشیار اور گہرا شخص ہے۔ مشائخ مصر کے مسئلہ پر دو گھنٹے گفتگو رہی۔ مصر کا مشہور روزانہ اخبار العلم انہی کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ وعدہ کرتے ہیں کہ العلم میں مسائل تصوف پر اپنے خیالات ظاہر کرینگے اور اہل مصر کا حلقۃ المشائخ ہند سے تعارف کرائینگے +

عبدالعزیز نوجوان۔ تنومند اور بشاش چہرہ کا آدمی ہے۔ آنکھوں میں ایک قسم کی شوخی ہے۔ مصری قاعدہ کے موافق ڈاڑھی صاف ہے +

۲۴۔ جون ۱۹۱۱ء

مولوی عبدالرحمن کی معیت میں ایڈیٹر المنار رشید رضا سے ملنے گئے۔ یہ شخص باعتبار شکل و صورت و باعتبار عادت و خصلت بالکل دہلی کا مرزا حیرت ہے مشابہت تو اس قدر مشابہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ المنار مشہور رسالہ ہے۔ ہندوستان میں بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ اہل ہند دور کے ڈھول کی آواز ہمیشہ شوق و دلچسپی سے سنا کرتے ہیں۔ اسلئے المنار کے مضامین بھی پسند کرتے ہیں۔ مصر میں اس شخص کو مغرور متکبر اور خود غرض سمجھا جاتا ہے +

ذاتی تجربہ سے میں رشید رضا کی نسبت کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا کیونکہ

اُسنے میرے ساتھ غیر معمولی اخلاق برتا۔ لیکن اسکی تحریروں کے دیکھنے سے جو ہمیشہ صوفیہ کرام کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور اہل مصر سے اندرونی حالات سُننے کے بعد فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ رشید رضا مصر کا مرا حیرت ہے +

اس سے بھی مشائخ مصر کے متعلق گفتگو ہوئی۔ رائے زنی میں اسنے علمی استدلال کو مؤثر طریق سے استعمال کیا۔ اور یہ تو پہلے ہی خیال تھا کہ وہ صوفیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں دے گا +

شام کو محمود بک سالم بیرسٹر سے سہ بارہ ملاقات ہوئی۔ یہ شخص مصر میں بمثل ہی تمام قومی و دینی کاموں میں دلی اخلاص سے حصہ لیتا ہے۔ ہر اخبار و اسلے کو معقول امداد خفیہ طور پر دیتا ہے۔ کامیاب بیرسٹر ہے۔ اور اسکے علاوہ ذاتی املاک کی بڑی آمدنی ہے۔ آج دونوں وقت حکیم غلام نقشبند کابلی کے ہاں کھانا تھا۔ یہ قاہرہ میں کئی برس سے آنکھوں کا علاج کرتے ہیں۔ اور خوب کامیاب ہیں۔ جوشیلے دیندار اور صاحب اخلاق ہیں +

۲۵ - جون ۱۹۱۱ء

آج پھر طبیعت خراب ہے۔ شام تک ہوٹل میں رہے۔ عصر کے بعد مولوی عبدالرحمن کے ہمراہ مصر جدید کی سیر کو گئے۔ یہ جگہ پیرس کے نمونہ پر موجودہ مصر سے مہ میل کے فصل پر آباد کی جا رہی ہے۔ ٹرام وہاں تک جاتی ہے۔ اور مصر کی مروجہ ٹرام سے مصر جدید کی ٹرام گاڑیاں زیادہ خوبصورت بنائی گئی ہیں۔ اور اُن میں صرف سکنڈ اور فرسٹ کلاس درجے ہیں۔ تھرڈ نہیں +

جب ہم مصر جدید میں پہنچے تو واقعی اسقدر پُر فضا اور پُر دلکش سین نظر آیا کہ واہ۔ عمارتیں نہایت خوشنما اور خاص اسلوب کی۔ سڑکیں کشادہ اور صاف۔ جگہ جگہ

پھولوں کی کیاریاں۔ لفظوں میں اسکی تصویر کھینچنی دشوار ہے۔ اگر پیرس ایسی ہی ہے تو یقین ہے کہ ہم اسکو بھی پسند کرلیں گے۔ وہاں باشندے سب گورے شلجمی رنگ کے ہیں۔ ہم کو پھیکا رنگ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مصر جدیداس حیثیت میں پیرس سے بڑھ جائیگا۔ یہاں کے باشندے سب شلیل اور سلونی صورت کے ہیں +

یہاں ایک عجیب وغریب چیز دیکھی جسکو اینا پارک کہتے ہیں۔ دو قرش کا ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوئے۔ سرخ رنگ کے عالیشان مصنوعی پہاڑ بنے ہوئے ہیں اور ان میں ریل دوڑتی پھرتی ہے۔ پہاڑوں کی بلندی بالکل اصلی کوہستان کی مثل ہے اسپر ریل کا چکر کھاکر چڑھنا اور اُترنا عجیب لطف دیتا ہے۔ اور جب ریل یکدم نشیب کی طرف آتی ہے تو دیکھنے والے کو سناٹا آنے لگتا ہے +

پہاڑ کے دامن میں مصنوعی جھیل ہے جسمیں مشین کے ذریعہ ہر وقت جوش خروش کے ساتھ پانی بہتا رہتا ہے۔ پہاڑ کی ریل چلتے چلتے ایک دفعہ ہی مشین کے پُرزوں پر پھسلتی ہوئی جھیل میں آن پڑتی ہے۔ لیکن پانی ریل کے اندر نہیں آتا۔ ریل کشتی کی طرح تیرنے لگتی ہے۔ ایک پُل بنایا گیا ہے۔ جسکی سیڑھیاں برقی زور سے حرکت کرتی رہتی ہیں۔ اور ان متحرک زینوں پر جب لوگ چڑھتے اُترتے ہیں تو بڑی ہنسی ہوتی ہے۔ بجلی زینے کو ہر وقت جھٹکے دیتی رہتی ہے۔ اور چڑھنے والا اُچکتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور بڑی دقت سے اوپر جاتا اور نیچے آتا ہے۔ سیکڑوں اسپر چڑھتے ہیں۔ اور سیکڑوں نیچے کھڑے ان کی مشکلات پر ہنستے ہیں۔ اسی طرح ایک اور پُل ہے جو بجلی کے زور سے اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔ اسپر سے گزرنے میں بھی وہی تماشہ ہوتا ہے +

مصنوعی طور پر پانی کا جھرنا۔ اور چھوٹی چھوٹی نہروں میں کشتیوں کا چلنا بھی ایک عجیب چیز ہے۔ ایک گوشہ میں قد آدم آئینے لگے ہوئے ہیں۔ کسی میں آدمی چھوٹا

معلوم ہوتا ہے۔ کسی میں ٹیڑھا۔ کسی میں سر بڑا۔ کسی میں پاؤں بڑے۔ غرض یہ سب آئینے مضحکہ خیز ہیں ÷

بجلی کے چراغ ہزارہا روشن ہیں۔ جنکی بہار بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے تمام مصر کے شوقین عورت مرد شام کے وقت اسکی سیر کو آتے ہیں۔ یہ خود اجنبی آدمی کے لئے ایک تماشہ ہے۔ میں نے صرف آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھا مگر اور کسی تفریح میں حصہ نہ لیا۔ یعنی نہ ریل میں سوار ہوا نہ کشتی میں۔ نہ کسی اور چیز میں یہ تفریح ہم مذاق احباب کی معیت میں لطف دیتی ہے جو مجھے میسر نہ تھی ÷

اس جگہ ہم اہل مصر کی معاشرت کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ہر شخص اہل یورپ کی طرح عورتوں کو ساتھ لئے کس طرح آزادی سے سیر کرتا پھرتا ہے۔ کچھ مسلمان فرنچ عورتوں کو بغل میں لئے پھر رہے تھے ÷

۲۶ - جون ۱۹۱۱ء

آج حلوان میں سید احمد بک حسینی سے ملاقات ہوئی۔ یہ مصر کے مشہور ذی علم امیر ہیں۔ اپنی تصنیفات کے چند نسخے مجکو بھی دئے جنکے مطالعہ سے راقم کی فاضلانہ جودت ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے وعدہ لیا ہے کہ اب کے مصر آنا ہو تو میرے پاس قیام کیجئے گا۔ ہوٹل میں نہ ٹھہرئیے گا۔ بہت خلیق اور ملنسار شخص ہیں ÷

شام کو قاہرہ کے سندھی ہندو تجار نے اپنی سبھا میں مدعو کیا تا کہ ہندو مذہب کی نسبت کچھ بیان کروں۔ ان لوگوں کی سو کے قریب جماعت مصر میں تجارت کرتی ہے سب لوگ خوش حال ہیں۔ ایک سبھا بنا رکھی ہے۔ جہاں آٹھویں دن جمع ہوتے ہیں اور مذہبی کتھا کے بعد اپنے ذاتی جھگڑوں کو باہم فیصل کر لیتے ہیں۔ حتی الوسع

عدالت میں مقدمہ نہیں جانے دیتے۔ اسکے صدر موتی رام ہیں جنکی دوکان بہت کامیاب ہے۔ تیس چالیس لاکھ روپیہ کا سامان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ جس میں ہندوستانی زیورات کپڑے۔ برتن زیادہ ہیں +

بعد مغرب ہم ان کی سبھا میں گئے۔ ان کا ڈپوٹیشن ہوٹل پہ لینے آیا تھا۔ شاندار استقبال کیا۔ اول سریمد بھاگوت کی کتھا ہوئی۔ اسکے بعد گوبند سنگھ جی کی سوانح عمری پڑھی گئی۔ جس میں بار بار مسلمان بادشاہوں کے مظالم کا رونا رویا جاتا تھا۔ میں نے یہ کلام سُنکر سوچا کہ یہی اسباب ہیں جنکے طفیل ہندو مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں میں ایسا کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے جسکے ذریعہ سے عام خیالات کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکایا جاتا ہو۔ مگر ان لوگوں میں یہ باتیں مراسم دین میں شامل ہیں۔ اسواسطے ہندو مسلمانوں سے عداوت کرنے میں ترقی کر رہے ہیں +

اِن مراسم کے بعد جلسہ نے مجھ سے تقریر کی فرمائش کی۔ مگر میں نے وقت کی تنگی کا عذر کیا۔ کیونکہ میں اس قسم کے لوگوں سے بات چیت کرنی پسند نہیں کرتا تھا جو دوسرے مذہب کی دل آزاری جائز رکھتے ہوں۔ میرا مذہب صلح کل ہے سب قوموں سے ملنساری برتنی چاہتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی خواہ مخواہ حملہ کرے تو منصفانہ جواب دہی بھی میرے عقیدے میں ضروری ہے۔ مجمع نے زیادہ اصرار کیا تو کرشن جی کے اقوال پڑھکر حاضرین کو گوبند سنگھ جی کا واقعہ یاد دلا کے بتایا گیا کہ مسلمانوں نے اگر کچھ زیادتی کی تو وہ محض ملکی انتظام کے سبب تھی۔ شریر لوگ بغاوت کر کے امن میں خلل ڈالتے تھے۔ اسلئے مسلمان مجبوراً سختی سے بغاوت کو روکتے تھے۔ گیتا میں دیکھو۔ جب ارجن نے مہابھارت کے وقت لڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ اپنے رشتہ داروں کو مار کر زندہ رہنا بیکار ہے۔ زندگی ان لوگوں کی زندگی سے

پرلطف ہی - اِنکے بعد اسکا کیا مزا - مگر کرشن جی نے ان کو نصیحت کی اور فرمایا کہ یہ سامنے والا لشکر اگرچہ تیرے رشتہ داروں کا ہے مگر یہ سب خدا کی نافرمانی کے سبب ناپاک ہوگئے ہیں - تلوار انکے کپڑوں کو پاک کرے گی - اور مرنے کے بعد انکو دوسرے پاکیزہ جسم ملینگے - اسلیئے تو ان پر ہتیار چلا - چنانچہ ارجن نے کرشن جی کے ارشاد کے موافق جنگ کی اور خوب کشت وخوں ہوا - اسپر مسلمانوں کی حالت کو قیاس کرو کہ اُنھوں نے بھی ناپاک اور پاپی لوگوں کو مارکر پاکیزہ جسم دلوائے وغیرہ وغیرہ - حاضرین فوری اثر کے اعتبار سے اُسوقت تو متاثر ہوئے مگر میں یقین نہیں کرتا کہ مسلمانوں کی دشمنی میں یہ چند الفاظ کچھ کمی پیدا کرسکیں گے - تقریر کے بعد مکلف کھانا پیش کیا گیا - اور بارہ بجے رات کے رخصت ہوئے - قاہرہ سے روانگی کے وقت ان ہندوں نے ایک قیمتی تحفہ بھی نذر کیا +

۲۷ - جون ۱۹۱۱ء

آج عباس آفندی عرف عبدالبہا مقتدائے فرقہ بابی کی ملاقات کیلئے دوبارہ زیتون گئے - زیتون مصر سے آدہ گھنٹہ کی راہ ہے - ہر وقت ریل ملتی ہے - عباس آفندی بڑے ذی علم شخص ہیں ان کی باتوں میں بڑی کیفیت آتی ہے - مزاج بالکل سادہ ہے - اگرچہ مرید تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے +

رخصت کے وقت ایک تصوفانہ رسالہ نذر کیا جو اُنکے والد بانی فرقہ بابی کی تصنیف ہے - نیز اپنے ہاتھ سے میری سادہ کتاب پر اسلام کی آئندہ بہتری کی تدبیر لکھی جو عربی زبان میں ہے - اور جو عنقریب نظام المشائخ میں مذکورۂ بالا رسالہ کے ساتھ شائع کی جائے گی - اخلاق کا یہ عالم کہ اسٹیشن تک پہنچانے آئے اور ایک اشرفی چلتے وقت نذر کی - میں نے لینے میں عذر کیا - اور کہا کہ مجکو اس کی احتیاج نہیں

فرمایا - فقرا کو خیرات کر دینا - قبول کر لو +

۲۸ - جون ۱۹۱۱ء

آج بقیہ فقرا و شائخ مصر سے ملاقاتیں کیں - جنکا ذکر علیحدہ حلقہ صوفیائے مصر میں آئے گا +

۲۹ - جون ۱۹۱۱ء

آج بابی الحلبی مشرق کے مشہور تاجر کتب سے ملاقات ہوئی - یہ مصر کے بلکہ اسلامی دُنیا کے شہرہ آفاق تاجر ہیں - ہر فن کی کتابیں انکے ہاں ملتی ہیں - معاملہ انکا ایسا عمدہ اور صاف ہے کہ ہر شخص اسکی تعریف کرتا ہے - ہندوستان کے جو لوگ مصر آئیں پہلے اِن سے ملیں - ہر طرح کے مفید مشورے حاصل ہونگے - فن تومیات سے بھی آشنا ہیں - اور دل میں مسلمانوں کا درد رکھتے ہیں +

جب سے اخبارات میں میرا ذکر ہوا ہے - بھیک مانگنے والوں نے ناطقہ تنگ کر دیا - روزانہ ہوٹل پر مہذب صورت کے لوگ مانگنے چلے آتے ہیں +

آج اتفاقاً میں ہوٹل کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ ایک نوعمر صاحبزادے نہایت مکلف انگریزی سوٹ پہنے ہوئے تشریف لائے - اور جھک کر سلام کرکے ہاتھ چومے اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئے - اور نہایت متانت سے فرمایا کہ میرے والد کلکتہ کے تھے میں یہاں مصر میں پیدا ہوا - اسلئے ہندی زبان نہیں جانتا - آپکا ذکر اخبار میں پڑھا اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ آج مجھے فاقہ ہے - جیب میں صرف ایک پیسہ باقی ہے - کچھ دیجئے تاکہ روٹی کھاؤں - میں نے حیرت سے اس تقریر کو سُنا اور جواب دیا کہ آپ جوان ہیں - محنت کرکے پیٹ پالیئے - مانگنا بُرا ہے +

عیسائي رساله الہلال مصر کا مشہور ایڈیٹر

چونکہ کل روانگی کا ارادہ ہے۔ اسلئے جلد ہی جلدی سب سامان درست کیا جنسے منارہ گیا تھا ان سے ملاقات نہیں کی۔ افسوس کہ اپنے صوفی مشرب دوست مسٹر حبیب سے (جنکو ہندو دیہاتیت کا بڑا شوق رہے) نہ مل سکا تاہم مولوی عبدالرحمن کے ذریعہ خطاب ولکش وصوفی مصری انکو بھیج دیا۔ کیونکہ وہ ایک خطاب کے مستحق پائے گئے تھے۔ اور نہایت شوق سے خطاب تصوف لینے کے خواہشمند تھے۔ ذوالنون مصری کے وزن پر اس فنا فی التصوف ہستی کا مکنون مصری لقب موزوں معلوم ہوا *

رسالہ الہلال کے مشہور ایڈیٹر جرجی زیدان سے بھی آج ملاقات ہوئی۔ وہ سالخوردہ بزرگ ہیں۔ اور بڑے ہنس مکھ اور خلیق۔ اپنی تصویر بھی عنایت کی۔ ان کی تاریخ دانی اسلامی دنیا میں مسلم ہے *

آج قاہرہ کا قیام ختم ہوتا ہے *

۳۰۔ جون ۱۹۱۱ء

اکثر عمائد مصر کا اصرار تھا کہ روانگی کے وقت سے مطلع کرنا تاکہ ریل پر وداع کرنے آئیں۔ مگر مجھکو یہ رسم پسند نہیں۔ مقتدائے گروہ وطنی عبدالعزیز شاویش ایڈیٹر اللواء۔ محمود بک سالم وغیرہ احباب کا خاص تقاضا تھا کہ ہم ضرور ریل تک چلینگے۔ آج روانگی ہے۔ ارادہ ہوا کہ خبر دیدوں۔ مگر چند مصلحتوں کے خیال سے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ مالک ہوٹل کے پاس متعدد پیام ٹیلیفون آئے کہ شیخ الہندکس وقت روانہ ہونگے۔ مالک نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے ہدایت کی کہ میرے چلے جانے کے بعد سب کو میرا اسلام اور شکریہ بھیجدینا اور کہنا کہ وہ سوار ہو گئے۔ بالفعل خاموش ہو جاؤ *

آج صبح ساڑھے چھ بجے قاہرہ سے رخصتی ہوئی - امام الدین صاحب خیاط پنجابی اور حافظ عبدالقادر نگینوی ہمراہ ہیں - یہ بھی زیارات بیت المقدس و شام و حجاز کو جائیں گے - ساڑھے سات بجے چپ چاپ ریل پر سوار ہوئے اور گاڑی چلدی +

ڈیڑھ گھنٹہ میں طنطا پہنچے - یہاں حضرت سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے - جنکا رتبہ ان ممالک میں حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رح کا سا مانا جاتا ہے - تمام مصر - شام و افریقہ کا مرجع ہے - شیخ سنوسی مشہور و معروف بزرگ جنکا ذکر یورپ کے اخبارات میں آیا کرتا ہے انہیں کے سلسلہ میں ہیں +

ریل سے اُتر کر اسباب ایک لوکندہ میں رکھا اور سیدھے حضرت کے مزار پر حاضر ہوئے - بڑی عالیشان عمارت ہے - حضرت کی مسجد میں ایک مدرسہ بھی ہے - جس میں تین ہزار کے قریب طلبہ دینیات پڑھتے ہیں - اس مدرسہ میں حساب و جغرافیہ بھی پڑھا جاتا ہے - چنانچہ ہم مسجد میں پھر رہے تھے - یکایک منبر پر جو نگاہ پڑی - دیکھا کہ انگریزی حروف سے آراستہ ایک سیاہ تختہ منبر پر رکھا ہے - ہم حیران ہوگئے کہ انگریزوں نے ممبر دین پر کیونکر قبضہ کر لیا - دریافت سے معلوم ہوا کہ اُستاد حساب کا درس دیتے وقت کھریا سے یہ نقش بناتے جاتے ہیں - کسی اُستاد نے یہ تختہ منبر پر رکھدیا +

حضرت کے مزار پر عظیم الشان گنبد بنا ہوا ہے جسکے اندر طلائی کام کی گلکاری ہے - مزار کے گرد مصری مزارات کے دستور کے موافق برنجی چھپر کھٹ ہے اور اس پر حضرت کا نسب نامہ کندہ ہے - ہم یہاں دو گھنٹے ٹھہرے رہے - اور خوب دُعائیں مانگیں +

واپسی کے وقت یہاں کے سجادہ نشیں کو دریافت کیا - ایک صاحب ہم کو
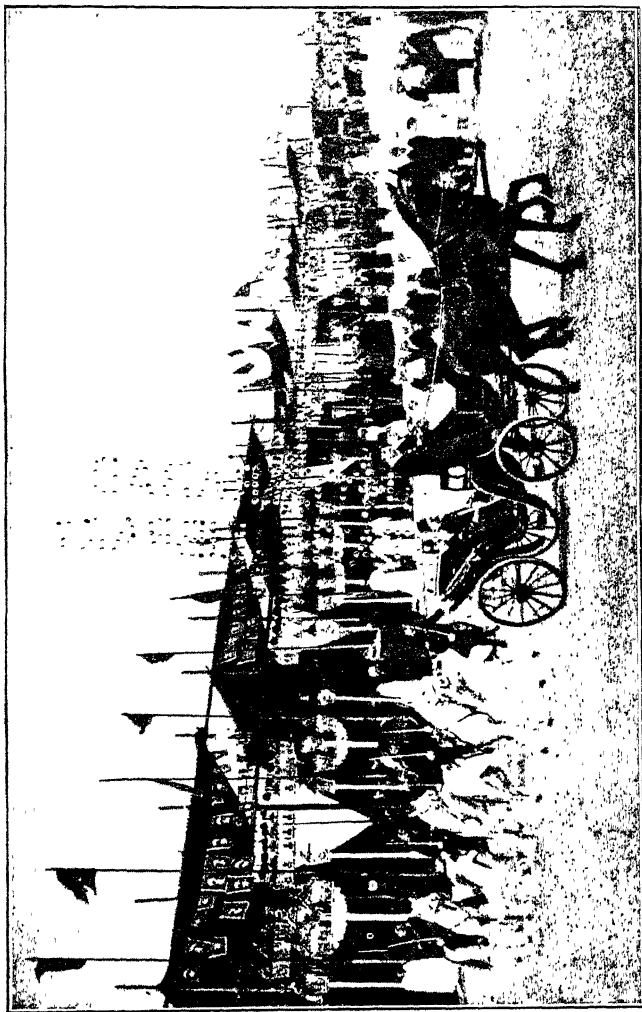
مصر میں محفل میلاد شریف کا شاندار میلہ جسمیں خدیو بھی شرکت کے لئے جارہے ہیں

اُنکے دولت خانہ پر لے گئے۔ وہاں سیکڑوں آدمی ہماری طرح شیخ کی زیارت کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ یہ شیخ مصری مشائخ کی عام حالت کے خلاف پابند شریعت اور صاحب نسبت بزرگ ہیں پورے ایک گھنٹہ ہمنے راہ دیکھی مگر شیخ باہر تشریف نہ لائے مجبوراً لوکندہ کو چلے گئے۔ اور کچھ دیر آرام کرکے پھر حاضر ہوئے۔ اب بھی خلقت کا ہجوم تھا۔ ہمنے اپنا کارڈ شیخ کو بھجوایا۔ جسکو ملاحظہ کرتے ہی باہر تشریف لے آئے۔ اور ہم کو خلوت خانہ خاص میں لیجا کر بٹھایا۔ جہاں اور کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی +

شیخ پچاس ساٹھ کے درمیان سن رکھتے ہیں۔ بڑی نورانی صورت ہے۔ اور باتوں میں ایک کیف معلوم ہوتا ہے۔ دیر تک ہندی مسلمانوں علی الخصوص مشائخ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجکو بھی سلسلہ احمدیہ اور سلسلہ شاذلیہ کا فیض پہنچا ہے۔ تعجب سے فرمایا۔ کس کے ذریعہ؟ عرض کیا حضرت مولانا شاہ سید بدرالدین پھلواروی کے واسطے سے۔ اور اُنکو شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر المصری سے یہ سلسلہ پہنچا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر کا نام نامی سُنکر شیخ نے ارشاد کیا کہ اوہو یہ تو ہمارے بڑے دوست ہیں۔ ہم اور وہ مدّت تک ساتھ رہے ہیں + اسکے بعد حلقہ کا ذکر آیا۔ حضرت شیخ نے اسکے مقاصد کو بہت پسند فرمایا اور کامیابی کی دعا فرمائی میںنے عرض کیا کہ سب اہل حلقہ اور فلاں فلاں (چند احباب کے نام لئے گئے) کیلئے دعا فرمائیے۔ چنانچہ سب کے لئے حضرت نے دعا کی + قہوہ اور شربت کی تواضع کے بعد ارشاد ہوا کہ تمہارا کچھ حق میرے پاس ہے۔ اسکو لیتے جاؤ۔ میں تمہارے چہرہ پر آثار اجتہاد پاتا ہوں۔ حضرت الشیخ کے اس فرمان نے میرے بدن میں سنسنی پیدا کردی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے +

قلم دوات اور کاغذ طلب فرماکے چند سطریں تحریر فرمائیں کہ ہمنے حسن نظامی کے چہرہ پر آثار جد و اجتہاد دیکھ کر اور یہ معلوم کرکے کہ وہ فقرا کے گروہ کو منتظم

کرنے والا ہے اپنے سلسلۂ قادریہ شاذلیہ احمدیہ وغیرہ جمیع سلاسل کی اجازت دی کہ وہ ان سلاسل میں اہلِ ہند سے بیعت لے - اسکے بعد مجکو چند نقول تحریر فرمائیں - فرمان دستخط و مُہر سے مزین کرکے اس عاجز کو عطا فرمایا - اور ایک خاص کتاب اپنے اوراد و وظائف کی طلب فرما کے عنایت کی اور اُنکے پڑھنے کی اجازت بخشی *

ہمکو آج ہی اسکندریہ جانا ہے کیونکہ کل پانچ کا جہاز چھوٹنے والا ہے - اس لئے رخصت طلب کی - حضرت نے فرمایا - جی چاہتا تھا کہ آجکی رات میرے پاس رہتے مگر خیر جاؤ - خدا حافظ - حالات سے مطلع کرتے رہنا - شیخ سے رخصت ہوکر ریل پر آئے اور ساڑھے پانچ بجے سوار ہوکر آٹھ بجے اسکندریہ پہنچے - راستہ میں دریائے نیل کی نہر ریل کے ساتھ ساتھ چلتی تھی - جسکے سبب جنگل سرسبز اور کیفیت دار ہے *

اسکندریہ میں گاڑی کیا پہنچی قیامت آگئی - چاروں طرف سے ہوٹلوں کے دلال چمٹ گئے - ان میں بکثرت یورپین تھے - اور دو ایک مسلمان - ہر شخص اپنا کارڈ سامنے کرتا اور ہوٹل کی تعریف سنا کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا - میں حیران تھا کہ کیا کروں - ہر چند اُن سے کہا کہ صبر کرو - اطمینان سے کارڈ پڑھنے دو - مگر وہ کب مانتے تھے - اسباب کے ٹکڑے کرکے باہم تقسیم کرلیا - اور غل مچانا شروع کیا - مسلمان کہتے کہ یہ حرامی نصرانی ہیں ہمارے ساتھ چلو - تم بھی مسلمان ہم بھی مسلمان - یورپین گو بکثرت تھے - مگر گنتی کے چند مسلمانوں کی یہ گالیاں سُنکر کچھ نہ کہتے تھے - گھبراہٹ میں مجبور ہوکر میں نے ایک ترکی ٹوپی والے دلال کا کارڈ لے لیا - کارڈ لیتے ہی غل مچا کہ یہ حرامی بھی نصرانی ہے - آخر بہزار دقت پلیٹ فارم سے باہر آئے - اور وہاں پولیس کے آگے یہ قصہ پیش ہوا - مسلمان پولیس افسر نے اسباب مسلمان دلال

سوار ہو کر بھاگنا پڑا +

ہوٹل پر آکر اسباب درست کیا۔ اور جہاز پر آئے۔ ٹکٹ پہلے لیلئے تھے معمولی طور پہ ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ اور خدیویہ جہاز میں جو یافہ جاتا ہے سوار ہو گئے ٹکٹ تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ کیونکہ یافہ صرف دورات کا راستہ ہے۔ جہاز میں آکر ترجمان کے ذریعہ سے ایک کوٹھڑی جہاز کے ملازمین سے چھ روپیہ فی کس زائد دیکرلے لی جسمیں نہائت عمدہ سکنڈ کلاس کے سے پلنگ سونے کیلئے اور صاف فرش موجود ہے۔

ترجمان صاحب نے عادت کے موافق یہاں بھی جھگڑا کیا۔ ہمنے اس کو ایک پال یعنی ۲ پیسے دیئے تھے۔ جسپر وہ راضی ہوا۔ اور بگڑنے لگا۔ آخر پانچ قرش اور دیئے تماشہ دیکھئے کہ باوجود اس جھگڑے کے سارٹیفکٹ کا طالب ہوا۔ میں نے اُسکی کتاب پر لکھدیا کہ "یہ ترجمان لوگ خدا کی تقدیریں ہیں جسکے لکھے کا کسی کو حال معلوم نہیں"۔ سارٹیفکٹ لیکر ترجمان خوشی خوشی چلدیا +

دریا میں تلاطم زیادہ ہے۔ چار بجے لنگر اُٹھتے ہی ساتھی چکروں سے صاحب فراش ہو گئے۔ مگر میں مزے سے کتاب پڑھتا رہا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ رات کو نیند بھی خوب آئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک +

۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ۷ بجے پورٹ سعید پہ جہاز نے لنگر کیا۔ ہم اُتر کر پورٹ سعید گئے۔ بہت آباد جگہ ہے۔ کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر گشت لگا کے ہندوستان کو خطوط روانہ کئے۔ نہیں بلکہ خط روانہ کیا۔ کیونکہ آج صرف عزیزم واحدی صاحب کو خیریت نامہ بھیجا۔ زیادہ لکھنے کی فرصت نہ تھی۔ تیسرے پہر جہاز پہ آگئے۔ اور جہاز شام کو یافہ کی طرف چلدیا +

۳-جولائی ۱۹۱۱ء

آج صبح ۶ بجے یافہ نظر آیا۔ سات بجے جہاز لنگر انداز ہوا۔ چونکہ ہمارا جہاز مصر سے آتا ہے جہاں آجکل طاعون ہے۔ اسلئے ایک دن رات کا جہازی قرنطینہ ہوگا۔ یعنی جہاز ایک دن رات یہیں مسافروں سمیت کھڑا رہیگا۔ یہ فضول تضیع اوقات دشوار معلوم ہوئی کہ یافہ سامنے ہے مگر جا نہیں سکتے۔ تیسرے پہر ترکی ڈاکٹر جہاز پر آیا۔ ہمکو اُس شخص نے جس سے کوٹھری کرایہ لی تھی کوٹھری میں مقفل کر دیا تاکہ ڈاکٹری زحمت سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ ۳ گھنٹہ گرمی میں حبس دم رہے تھرڈ کلاس کے سب مسافروں کے کپڑے بھپارے سے خراب اور گیلے کر کے ڈاکٹر صاحب چلدیئے۔ اور انتظام کی خوبی دیکھیئے کہ طبی سارٹیفکٹ ایسا ارزاں تھا کہ ہمکو بھی مل گیا۔ حالانکہ نہ ہمنے اُنکی صورت دیکھی نہ اُنھوں نے ہماری ✤

خدیو یہ جہاز یورپین جہازوں کی طرح صاف ستھرا نہیں ہے۔ اور نہ مسافروں کے بھرنے کی کوئی حد مقرر ہے۔ جو آیا گھس گھس میرے کان میں گھس۔ یا اللہ ان مسلمانوں کو انتظام کا سلیقہ کب آئیگا ✤

رات کو کوٹھری والے کا حساب طے کیا۔ چار کی ۹ پیالیاں تھیں ۵ فی پیالی وصول کئے۔ سالن کی ۳ رکابیوں کے بہم لئے۔ عجب لوٹ ہے ✤

آج رات کو جہاز میں بیچارہ ایک مصری مسافر مرگیا۔ جسکے بال بچے دوسرے جہاز میں آرہے ہیں۔ بے درد جہاز والوں نے وارثوں کے انتظار بغیر لاش کو دریا میں پھینک دیا۔ مجھپر اس کی بے کسی نے ایسا اثر کیا کہ غشی کی نوبت آگئی۔ آہ پردیس ✤

۴ - جولائی ۱۹۱۱ء

مصر کے وقت سے یافہ کے اوقات میں تفاوت ہے - سورج ساڑھے چار بجے طلوع ہوگیا - اور ۶ بجے ہم جہاز سے اُترے - حاجی درویش نامی ایک شخص نے جو یافہ میں زائرین کی خدمات کی معاش رکھتا ہے - آسانی سے کنارہ تک پہنچایا اور آٹھ بجے بیت المقدس کی ریل پر سوار کرا دیا - یافہ میں بکثرت اس قسم کے وکلاء ہیں جو زائرین کے لئے آپس میں جھگڑتے ہیں - ریل تک پہنچتے پہنچتے بیت المقدس کے وکلاء کا بھی ہجوم ہوگیا - ایک وکیل صاحب ہمارے ساتھ ریل میں سوار ہوگئے - صورت تو شریفانہ ہے - دیکھئے برتاؤ کیسا رہے - یافہ سے دو وقت بیت المقدس کو ریل جاتی ہے - فاصلہ تو صرف ۴۰ میل کا ہے - مگر کوہستان کے نشیب و فراز کے سبب گاڑی بہت آہستہ چلتی ہے - اور ۴ گھنٹہ میں پہنچتی ہے پہاڑ سب سرسبز ہیں - اور انگوروں کی بیلیں چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں - یافہ سے دوسرا اسٹیشن رملہ ہے یعنی ارض فلسطین - یہ مشہور تاریخی مقام ہے - واپسی کے وقت یہاں اُترنے کا ارادہ ہے +

۱۲ بجے بیت المقدس کی زمین پر قدم رکھا - زہے نصیب - قلیوں اور گاڑیبانوں کا محشر برپا تھا - مگر وکیل صاحب کی مہربانی سے یہ منزل آسانی سے طے ہوگئی - اور سیدھے اپنے آقا و مولیٰ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے تکئے میں آئے - اگرچہ پہلے ارادہ ہوٹل میں ٹھہرنیکا تھا - لیکن حضرت باباصاحبؒ کا نام سُنکر جی بے اختیار ہوگیا ہمیں وہ خاک ہزار ہوٹلوں سے بڑھ کر ہے - جہاں ہمارے پیشوا کے قدم پڑے حضرت باباصاحب کا یہاں چلّہ بھی ہے - تکیہ بہت صاف ستھرا اور شاندار ہے اسکے متولی شیخ عبدالقادر المدراسی ہیں جو بڑے سلیقہ والے اور منتظم ہیں - بہت

اخلاق سے پیش آئے اور ایک مقام پر ٹھہرایا ۔

یہاں خاصا گلابی جاڑا ہے ۔ کہتے ہیں ۔ یہی موسم قدس کے سفر کیلئے مناسب ہے ۔ نہ گرمی نہ سردی ۔ درمیانی حالت ۔ سردیوں میں ہم جیسے ناتوانوں کا گزر نہیں خوب برف پڑتی ہے ۔ اسی سال سردی کے موسم میں چھ بنگالی حاجی اسی تکیہ میں مر گئے ٹھنڈ کے سبب کوئلے سلگا کر اور کواڑ بند کر کے سو گئے تھے ۔ صبح بارہ میں سے چھ زندہ نکلے ۔ آج دن بھر کہیں نہ گئے ۔ طبیعت پر تکان زیادہ ہے ۔ کل سے زیارتیں شروع کرینگے ۔ رات کو شیخ التکیہ نے دعوت کی اور خوب مزیدار کھانے کھلائے ۔

۵ - جولائی ۱۹۱۱ء

رات کو نیند صاف نہ آئی ۔ ۳ بجے بیدار ہو کر حوائج سے فراغت حاصل کی اور قرآن شریف پڑھتے رہے ۔ آٹھ بجے ابراہیم عبدالقادر آفندی مزور بیت المقدس تشریف لے آئے ۔ انکو لیکر زیارات کو نکلے ۔ بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے اسلئے راستوں میں آسمان زمین کا سا نشیب فراز ہے ۔ حرم تکیے سے بہت دور نہیں ہے ۔ جس وقت ہمنے حرم کے اندر قدم رکھا ۔ جہاں جوتیوں سمیت جاتے ہیں ۔ دل کی حالت دگرگوں ہونی شروع ہوئی ۔ کچے صحن کو طے کر کے پختہ صحن کے پاس ہمنے تو جوتیاں اُتار لیں ۔ مگر اور لوگ اکثر پہنے پھر رہے تھے ۔ اس صحن میں داخل ہونے سے پہلے مزور نے کھڑے ہو کر چند دعائیں پڑھیں ۔ جو بڑی موثر تھیں ہم آمین کہتے گئے ۔ آخر میں میں نے مزور سے کہا کہ میرے اہل حلقہ اور خاص دوستوں کے لئے بھی دعا مانگو ۔ اُسنے خبر نہیں کس قیامت کے الفاظ چھانٹ کر دعا کی کہ جی بے قابو ہو گیا ۔ اور بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں ۔ اوّل گنبد صخرہ شریف میں گئے ۔ اور نوافل ادا کئے ۔ اسکے بعد تمام مسجد اقصےٰ کا گشت لگایا ۔ اور ہر چیز

۶ - جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ناشتہ کے بعد مسجد اقصےٰ میں حاضر ہوئے اور محراب حضرت زکریا علیہ السلام میں بیٹھ کر یہ دعا پڑھی - اُسوقت بالکل تخلیہ تھا اور پروردگار کی نظر توجہ بھی ملتفت تھی -

محراب حضرت زکریا علیہ السلام میں دعا[۱]

"زکریا کے رب! اپنے بندے کی ندا کو رحمت سے سننے والے خدا!! جب زکریا نے اس محراب میں بیٹھ کر تجھ سے کچھ مانگا - تو تیرے قول کے موافق چُپکے سے مانگا - جسکو تو نے سُن لیا - اور زکریا کے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھر دیا - بتا کہ میں ندائے خفی سے پکاروں یا صدائے جہر لگاؤں - زکریا عمر میں بوڑھے تھے - اور میں قوئے کے اعتبار سے ضعیف ہوں - زکریا کو اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کی شکایت ہے - یعنی اس سے نمو کی صفت مفقود ہوگئی ہے +

زکریا ایک وارث کے آرزومند تھے جو آل یعقوب کے ورثہ کو برقرار رکھے اور خاندان کا نام روشن کرے - زکریا اپنے دیگر قرابت داروں سے ڈرتے تھے کہ ولی حقدار کے نہ ہونے کے سبب کہیں وہ بزرگوں کے طریقہ کو برباد نہ کردیں - میں بھی اے خداوند وارث کا طلبگار ہوں جو اسلام کے ورثہ کو قائم رکھے اور بڑھائے - مجکو بھی اپنے نااہل طریقت سے وہی ڈر ہے جو زکریا کو تھا - زکریا کو اپنی دعا کے مقبول ہونے کا یقین تھا - میرا بھی ایمان ہے کہ تو دعا کو رد نہیں کرے گا - تو بس جلدی

[۱] اس دعا کے پڑھنے سے پہلے سورۂ مریم کا پہلا رکوع ناظرین دیکھ لیں جب اصل کیفیت آئیگی ۱۲

یہ مجموعی دعا تھی جس میں سب مسلمان شریک ہیں - کیونکہ جو بیٹا میں نے مانگا ہےؤہ
نسبی نہیں ہے میں سب مسلمانوں کا وارث مانگتا ہوں - ایسا جو میرے جذبات کا وارث و فرزند
ہو - چاہے وہ ہند میں پیدا ہو یا کسی اور ملک میں - سید کے ہاں ہو یا کسی قوم کے
ہاں - اس سے بحث نہیں مُسلم ہونا چاہئے - اِسکے بعد ذیل کے قاعدہ کے موافق
دوستوں کے لیئے اولاد کی التجا پیش کرتا ہوں +

ہند میں تیرے چند بندے اور بندیاں اولاد کے لیئے بیقرار ہیں - اس مقبول
مقام پر تیری مستجاب جناب میں اُنکا پیام پیش کرتا ہوں +

قدرت والے طاقت والے خدا - خالی گودوں کو جیتی جاگتی نیک صالح
اولاد سے بھردے اور اپنے اس بندۂ عاجز کی دعا کو مقبول فرما +

بطفیل اس عزّت دار جگہ کے - بطفیل حضرت زکریا و جمیع پیغمبرانِ حق کے و
بطفیل تقدس اس محراب بزرگ کے - محروم نہ رکھ - آمین +

آج عبدالقادر صاحب نگینوی نے اپنے ہاتھ سے چٹ پٹا کھانا پکایا - اور ہم
سب نے سیر ہو کر کھایا - شام کو شیخ التکیہ کے ہمراہ دوبارہ حرم میں گئے - اور تمام
اماکن کو تفصیل سے دیکھا - شیخ کو یہاں کی معلومات تاریخی حیثیت سے بہت اچھی
ہے - خدام حرم تو یوں ہی گولے لڑکایا کرتے ہیں +

۷ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج قدس کے قاضی صاحب نے جنکو ضلع کا ڈسٹرکٹ جج سمجھنا چاہئے ملاقات
کا وقت دیا تھا - دس بجے ملاقات ہوئی - ساٹھ برس کے قریب عمر ہے - ذی علم اور
متقن ہیں - علما و مشائخ ہند کی بابت بہت سے سوال کئے تصویر کے یعنے فوٹو گراف کے مسئلہ میں ہمنے
اُنسے دیر تک حجت کی اُنکو اس مسئلہ میں ہمنے خیال کا ہندی عالم پایا گیا - چاند کی تار خبر پر بھی گفتگو ہوئی -

انکی رائے میں اگر تار کا محکمہ معتبر ہاتھوں میں ہو تو خبر پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ اختلاف مطالع اُنکے نزدیک قبول خبر سے مانع نہیں ✣

قاضی صاحب کی عدالت میں چاروں طرف آیاتِ قرآن شریف جنسے فیصلہ کرنیوالے کے دل پر اثر پڑے لکھی ہوئی آویزاں ہیں ✣

مثلاً ایک طرف لکھا ہے۔ فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ یعنی لوگوں کا فیصلہ حق اور انصاف کے ساتھ کر جسمیں ذاتی کدورت و تعلقات کا دخل نہو دوسری طرف ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم کو معاملات کی حقیقت کا علم نہو تو واقفکار لوگوں سے دریافت کرو ✣

الغرض چاروں طرف اسی قسم کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب اپنے منصبِ قضا کے علاوہ آجکل گورنری کا کام بھی کر رہے ہیں۔ کیونکہ گورنر سابق معزول ہو گیا ہے۔ اور ابتک دوسرا گورنر نہیں آیا۔ قاضی ترک ہیں۔ مگر عربی فارسی آسانی سے بول لیتے ہیں۔ قاضی صاحب سے رخصت ہو کر جمعہ کی نماز کے لئے چلے آئے۔ خلقت جوق جوق آرہی تھی ✣

مسجدِ اقصےٰ کا جمعہ

ہم چونکہ وقت سے پہلے گئے تھے منبر کے پاس جگہ مل گئی۔ بعد میں دیکھا کہ دور دور کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز سے پہلے مختلف قاری قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ انکے لئے مسجد میں ممتاز جگہ بنی ہوئی ہیں۔ ایسا ہی مسجد کے بلند منارہ پر نماز سے پہلے ایک قاری زور سے تلاوت کرتا ہے۔ اور نعت بھی پڑھتا جاتا ہے جسکی صدا دور دور جاتی ہے۔ یہ طریقہ مجکو بہت مؤثر معلوم ہوا کہ کلامِ خدا اور ذکر رسول کی صدا ان تمام گرجاؤں پر چھا جاتی ہے جو قدس کے چاروں طرف واقع ہیں ✣

منبر پر خطبہ کے وقت دو علم نصب کئے جاتے ہیں جنکے پھریروں پر کلمہ طیبہ
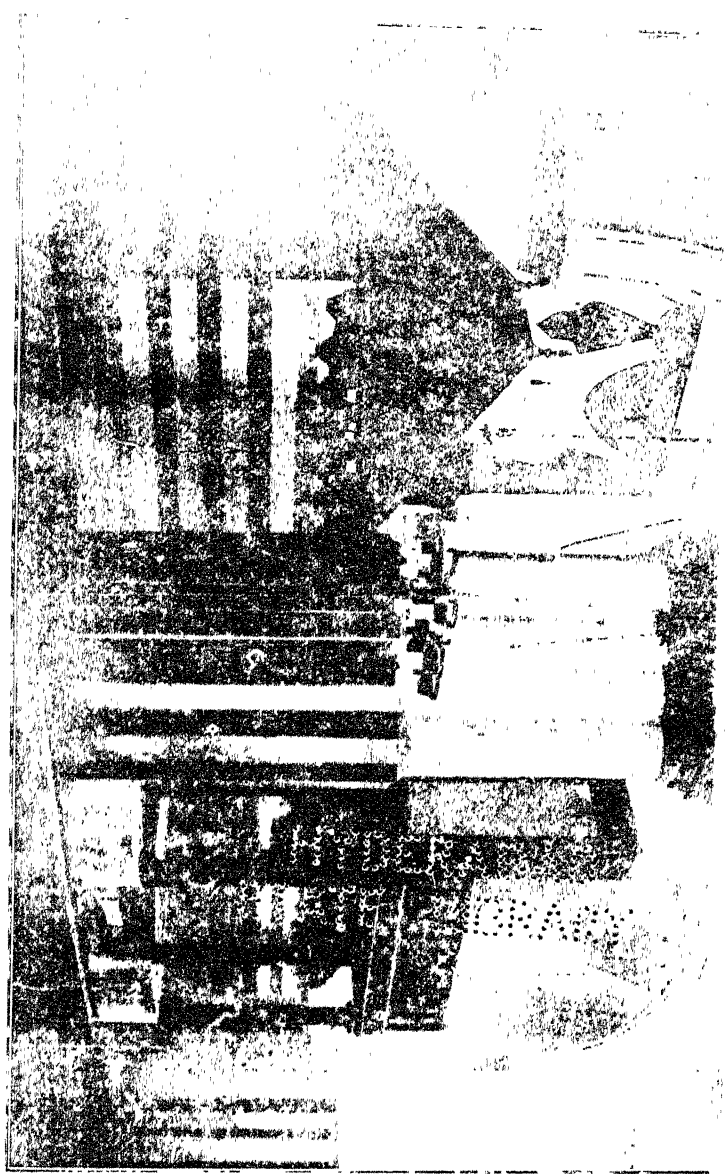
...ں کا گرجا چوبی نقش و نگار کے اعتبار سے بہت ہی نفیس ہے +

معلوم ہوا کہ عیسائی اقوام میں مذہبی اختلاف کے سبب ہمارے شیعہ سنی سے بڑھ کر عداوت ہے - یہاں ہر وقت کشت و خوں کا اندیشہ رہتا ہے - اسلئے ترکی حکومت ایک معقول فوجی پہرہ رات دن قائم رکھتی ہے - بتایا گیا کہ میلے کے ایام میں حکومت کو شب و روز سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے ۔ اسپر بھی کوئی سال جنگ و جدل سے خالی نہیں جاتا - جو سال خیر کے ساتھ گزر جائے ترکی افسر استنبول کو مبارکباد کا تار بھیجتے ہیں +

ابھی حال میں گرجا کے اندر مرمت کی ضرورت ہوئی - ہر قوم کہتی تھی کہ مرمت کرانے کا میرا حق ہے - آخر نوبت کشت و خوں کی پہنچی تو حکومت نے اپنے پاس سے مرمت کرادی +

ہمارے ہندوستانیوں کی جہالت پر انگریز ہنسا کرتے ہیں کہ وہ محرم و عید ...اہ فساد کر کے حکومت کو اذیت دیتے ہیں - لیکن بیت المقدس میں ...ں برادری کی حالت ہندیوں سے بھی گئی گزری ہے - آئندہ ... چھوڑ دیں +

واپسی کے وقت علی رضا آفندی کے پاس گئے - بہت احترام سے پیش آئے - معلوم ہوا کہ کل کسی کی زبانی اُنھوں نے سُنا تھا کہ آج سہ پہر کو میں بیت اللحم آؤنگا - اسلئے اُن کو انتظار تھا - فوجی جمعیت کا ساتھ کرنا بھی انہیں کے حکم سے تھا - جسکو یہ لوگ ایک طرح کی بڑی شاندار مدارات سمجھتے ہیں +

علی رضا چہل سالہ اور بہت واقفکار شخص ہے - آغا خانی عقائد کے متعلق دیر تک گفتگو کرتا رہا - اسکو عالمگیر اسلامی اتحاد کا بہت خیال ہے - میں نے اپنے خیالات آزادی سے ظاہر کئے - کیونکہ اب میں عربی صفائی سے بول

لیکن [illegible] کی طرح گفتگو [illegible] زبان [illegible] سے [illegible]

[illegible] کو [illegible] ان باتوں سے

[illegible] ترکی ٹوپی والے مسلمان ہیں [illegible] خواہش

پرسوں رات کو [illegible] آجائیے تاکہ سب [illegible] سے

ملاقات کراؤں ۔ [illegible] ساتھ آیا اور چپکے سے کان

کہ حاضرین [illegible] والے [illegible] سے تھے ۔ اسلئے میں

اس روز [illegible] ذکر کو ٹال دیا ۔ پرسوں خدا نے چاہا تو آپ سے مفصل

ہوگی ✤

قریب مغرب قدس پہنچے ۔ مگر اسقدر تھکے ہوئے تھے کہ ذرا کی دیر

پڑھکر کھانا کھایا ۔ اور سونے کی تیاری کی ۔ اتنے میں شیخ ابراہیم عبد القادر آ

آئے اور خبر دی کہ دہلی کے کچھ لوگ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں جو صبح

چلے جائینگے ۔ آپ ملنا چاہیں تو اب چلکر مل لیں ۔ تکان کے سبب ایک قدم

کی ہمت نہ تھی ۔ مگر دہلی کے نام نے جرأت پیدا کر دی ۔ گیا ۔ دیکھا کہ حاجی علی

والوں میں محمد شفیع نامی کوئی صاحب تھے مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں ۔ استنبول کو

جیں مدینہ تشریف لے جائینگے ۔ محمد شفیع صاحب نے دو پان سپلے درجے کھلائے

اور پورے ڈیڑھ مہینہ کے بعد پان کھا کر میرا جی بہت ہی خوش ہوا ✤

رات کو نیند اچھی طرح نہ آئی ۔ بڑی بے چینی رہی ۔ اور عبد القادر نگمیوی تو

تو آتے ہی بخار میں مبتلا ہو کر پچھڑ گئے ✤

۹ ۔ جولائی سنہ ۱۳ء

[illegible] بڑی تھکن سے اٹھا ۔ کل کے سفر نے کئی دن کیلئے بیکار کر دیا ۔ عبد القا[illegible]

بیمار ہیں۔ دوپہر کو شیخ ابراہیم حسن آفندی شیخ الحرم نے حرم میں بلایا۔ طاقت
تو نہ تھی۔ مجبوراً گیا۔ دیکھا کہ بیچارے وفور محبت میں فوٹو کا کیمرہ لیئے بیٹھے
ہیں اور خاص حرم کے اندر میری تصویر لینی چاہتے ہیں۔ چنانچہ متعدد تصویریں
لیں۔ ایک قبۃ الرسول کے پاس کھڑا کر کے جہاں سے ہمارے حضور صلعم
معراج کو تشریف لے گئے تھے۔ تحت رب العالمین یعنی صخرہ شریف کے قریب کے
پاس۔ ایک محراب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں کھڑا کر کے۔ ایک مسجد اقصے
کے ممبر کے پاس۔ غرض آفندی صاحب کی مخلصانہ نوازش کے سبب تمام
حرم کا گشت لگانا پڑا۔ آپ کو اس مسافر کے ساتھ بے غرضانہ محبت ہو گئی ہے۔
روزانہ اصرار ہوتا ہے کہ میرے مکان پر چل کر رہو بہت ہی خلیق اور مسافر
نواز ہیں ✤

واپس آیا تو ہند کی ڈاک آگئی۔ پڑھ کر کھانا کھایا۔ اور سو گیا۔ سارا دن
طبیعت خراب رہی ✤

۱۰ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج صبح کتب خانہ خالدیہ دیکھنے گئے۔ موسیٰ شفیق الخالدی مدیر نے سیر کرائی
کہ ہزار نایاب کتابیں ہیں۔ قلمی سرمایہ زیادہ ہے۔ یہ لوگ حضرت خالد بن الولید
سیف اللہ کی نسل میں ہیں۔ موسیٰ شفیق آفندی کا چہرہ بڑا شوکت دار ہے۔
ں کا سن۔ مگر شیر کا سا کلہ جبڑہ۔ سرخ۔ آنکھیں جوشیلی۔ چمکدار۔ اُبلی
ہیں۔ یہاں جناب مولانا خلیل جواد الخالدی قاضی القضاۃ دیار بکر سے
ت ہوئی۔ مینے آجتک الیا زیرک فاضل عربوں میں کوئی نہیں دیکھا۔ علوم
ب و دنیا پر کافی عبور ہے سا سپر واقفیت کی یہ کیفیت کہ ہندوں اور آغاخانی

مذہب تک سے آگاہ - ہندوستانی حالات اچھی طرح جانتے ہیں - ایک گھنٹہ گفتگو رہی - اور بہت سی مفید معلومات دیکر ختم ہوئی +

موسیٰ شفیق آفندی نے چند نفیس کتابیں حلقہ کے لئے ہدیہ دیں - واپس آکر لکھتے پڑھتے رہے - شام کو شیخ ابراہیم عبدالقادر کے ہمراہ انجمن اتحاد ترقی کے جلسہ میں گئے - یہ وہی مشہور انجمن ہے جسنے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اُتارا - آج انجمن کا غیر معمولی جلسہ تھا - استنبول سے تین سو آدمی کی ایک جماعت قدس میں آنیوالی ہے جس کا مقصد ترکوں اور عربوں میں صلح کرانے کا ہے - اس گروہ کے استقبال کی تجاویز سوچنے کے لئے یہ جلسہ کیا گیا تھا - مجکو بھی ممبران انجمن نے مخصوص دعوت بھیجی - اور جب وہاں گیا تو ترکی و اسلامی اخلاق کے موافق پرجوش استقبال کیا +

جلسہ میں یہودی نصرانی اور ترک ممبر سب موجود تھے - مگر عرب کوئی نہ آیا - کیونکہ عرب ترکوں سے ناراض ہیں - اور اس مصلح جماعت کی مہمانی پر آمادہ نہیں ہیں - ایک فوجی نوجوان افسر صدر بنایا گیا - جسنے ترکی زبان میں نہایت متانت اور شگفتگی سے تقریر کی - یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک انگریز سولیسن بول رہا ہے صدر کی تقریر پر ایک ارمنی عیسائی نے نہایت بیباکی اور شوخ چشمی سے جرح کی - جسکا جواب سکرٹری جلال بیگ نے لاتمت کے ساتھ دیا - جسکو ارمنی نے بخندہ پیشانی تسلیم کیا - اسکے بعد مختلف ممبروں نے تقریریں کیں جنکا اسلوب سنجیدہ اور پسندیدہ تھا - مگر افسوس کہ عرب ممبروں کی غیر موجودگی کے سبب فیصلہ نہ ہو سکا - اور حضرات کو دوبارہ انعقاد جلسہ کا اعلان کیا گیا +

آجکل تمام اہل عرب میں یہ خیال پھیل گیا ہے کہ ترکی پارلیمنٹ عربوں کو پست کرنا اور نسل ترک کو فروغ دینا چاہتی ہے - اسلئے وہ ترکوں کے برخلاف مشتعل

ہو رہے ہیں - دس بجے کے بعد واپس آئے اور سو گئے - نیند صاف آئی ۔

۱۱ - جولائی ۱۹۱۱ء

صبح سے طبیعت نہایت مضمحل اور افسردہ ہے - نیند چلی آتی ہے گیارہ بجے تک بستر سے اُٹھا نہ گیا - ۱۲ بجے تکیہ کے قریب مدرسہ روضۃ المعارف کو دیکھنے گئے - یہ جناب شیخ محمد الصالح آفندی نے خانگی طریق سے قائم کیا ہے جسمیں تین سو بیس لڑکے آجکل زیر تعلیم ہیں - دینیات اور تمام ضروری علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے - شیخ موصوف عجیب قابلیت کا شخص ہے - میرا خیال تھا کہ قدس میں کوئی آدمی اہل دین میں میرا ہمخیال نہیں - مگر یہ تو بغل میں سے نکل آیا - آریہ درویشوں کے پیشوا لالہ منشی رام کا ہم شکل ہے - مگر وہ کالے ہیں اور یہ گورا مدرسہ میں عموماً کم سن بچے ہیں - جنکی تعلیم کے چار درجے قائم کئے ہیں - نصاب تعلیم اور طریق تربیت سب اسی کا بنایا ہوا ہے - اور ایسا موثر ہے کہ مجکو حیران کر دیا - میں نے متواتر ہر درجہ میں جا کر لڑکوں سے مسائل دین کے سوال کئے اور انہوں نے بیباکانہ تڑتڑ جواب دیئے - خیر جواب کی صحت تو طلبہ کی یادداشت و محنت کی شاہد ہے - لیکن ان کا سپاہیانہ طرز ادا اس چھوٹی سی عمر میں حیران کرنے والی چیز ہے - اور پھر ایک نہیں سب کے سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں - شیخ نے ایک مخصوص جگہ ہم کو بٹھا کر ان لڑکوں کی تربیت کا تماشہ دکھایا - اول ایک جماعت آئی اور عربی زبان میں نعت کے گیت گائے پھر سلطان محمد رشاد کی مدح میں ترانہ پڑھا - اسکے بعد رزمیہ قومی گیت گایا - ناظرین میں نہیں کہہ سکتا - اور نہ ان الفاظ میں وہ اثر نہیں دیکھ سکتے - جو اس گیت نے طاری کیا - جوش نے بیخود کر دیا - اور بدن کو کپکپا ڈالا - زندگی میں آج پہلا دن

سے کہیں نے سال ان بچوں کو وہ جنگی گیت آزادی سے گاتے سُنا جسکو میری روح باطن میں ہر روز گایا کرتی ہے۔ اور جسکو سُننے کے لئے قیامت تک کئی بار وہ مختلف جنگی اجسام میں منتقل ہوتی رہیگی +

اس گیت کے بعد ایک پانچ برس کا بچہ بیتراب ہو کر صف سے باہر نکلا۔ اور عہد صحابہ کی مثل رجز پڑھا +

"خون پیونگا" "شیر ہوں" "برچھی چلاؤں گا" "دلیر ہوں"

"میدانِ جنگ میری ماں کی گود ہے۔ جسمیں مجکو بڑا چین آتا ہے" +

یہ لڑکا صف میں گیا تو دوسرا آگے بڑھا۔ اور اس نے اس سے بڑھکر پرجوش تحت اللفظ پڑھے۔ اور تھیٹر کے پُرانے تجربہ کار ایکٹروں کی طرح ان نو آموز کم سن بچوں نے وہ ایکٹ دکھائے کہ عقل چکرا گئی +

جب یہ رزمیہ اشعار پڑھ اور ایکٹ کر چکے تو میں نے ایک چھوٹے سے بچے سے جو ننھے سے پتلون کوٹ میں بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ پوچھا۔ شو اسمک۔ اپنا نام بتاؤ۔ بولا۔ علی شوکت۔ میں نے کہا دُنیا کس کی حکومت میں ہے تڑاق سے جواب دیا۔ عثمانیوں کی۔ اُستاد نے ٹوکا۔ اور بتایا کہ تم نے جغرافیہ نہیں پڑھا۔ کہ فلاں ملک میں فلاں قوم حاکم ہے۔ متانت سے اپنے سُرخ چہرے کو ہلا کر کہنے لگا۔ نعم یا سیدی انی اعرفت ہاں جناب میں جانتا ہوں۔ غیر قومیں تو بادشاہ ہیں مگر حکومت ہر جگہ ترکوں کی ہی ہے۔ کیونکہ ہمارا ہلال سب کو نور پہنچاتا ہے۔ اور ہمیشہ آسمان پر رہتا ہے۔ صلیب کو ہم نے کبھی آسمان پر نکلتے نہیں دیکھا۔ بچہ کے اس پُرجسارت جواب نے سب کو ہنسا دیا +

اسکے بعد دو حبشی بربری بچے آئے اور ان میں مکالمہ شروع ہوا۔ ایک نے دوسرے سے اسکا نام۔ مذہب پوچھا۔ اُسنے بتایا تو مذہبی جزئیات وکلیات ایمان عقائد

صوم - صلوٰۃ - حج وغیرہ کے سب مسائل مکالمے کے طور پر طے ہوئے آخر میں خلافت کے مسئلہ کی بحث آئی - تو بچوں نے جو عرب تھے آسان آسان دلیلوں سے ترکی خلافت کو ثابت کیا اور آخر میں سلطان رشاد اور دستوری حکومت کا نعرہ مار کر چلے گئے ❊

افسوس کس کس چیز کی تعریف کروں - سب کلیں درست ہیں - اور محمد الصالح پر رشک آتا ہے کہ یہاں کیوں پیدا ہوا - ہندوستان میں جنم لیتا تاکہ ہم اور وہ ملکر کچھ کام کر سکتے ❊

شام کو بعد مغرب شیخ نے پھر بلایا اور رچرڈ شاہ انگلستان اور سلطان صلاح الدین کا جنگی ڈراما دکھایا - جسکو مدرسہ کے لڑکوں اور استادوں نے ملکر کیا - گو ابھی یہ انکی ابتدائی مشق ہے - لیکن نظر اصل مقصود اور اسکی انتہائی گہرائی پر کرنی چاہئے - شیخ کی ان جدید بدعتوں کے سبب پرانے خیال کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں ❊

عثمانی حکومت کے مدارس میں سُنا ہے - اہل یورپ کی بدگمانی کے ڈر سے یہ سپاہیانہ تربیت نہیں دی جاتی - تاہم میں ان کو بھی دیکھوں گا - اسکے بعد فیصلہ ہوسکیگا کہ آیا ان میں اور اس مدرسہ میں کیا تفاوت ہے ❊

۱۲ - جولائی ۱۹۱۱ء

آج صبح سب جماعت - اولی حضرت سلطان حسن ابن حضرت سلطان ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی - آپ کا مزار ایک بڑی عالیشان پہاڑی پر سائبان کے نیچے واقع ہے - جسپر خلاف معمول بہت موٹے موٹے دانوں کی تسبیح لٹکی ہوئی ہے - یہ پہاڑ بھی ایک قدرتی سیرگاہ ہے جو معلق معلوم ہوتا ہے - اور اسکے نیچے

اسقدر وسعت و گنجائش ہے کہ تمام قدس کی میونسپلٹی کی روشنی کے تیل کا گودام
یہیں ہے۔ اس زیارت سے فارغ ہوکر حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کے مزار پر
حاضر ہوئے۔ اگرچہ اس مزار کی نسبت صحیح روایت بہم نہیں پہنچی تاہم چونکہ شہرہ
زیارتگاہ ہے۔ ہم بھی مشرف ہوئے۔ یہاں کے خادم بے ڈھب ڈاکو ہیں۔
امام الدین صاحب خیاط پنجابی نے میرے اشارہ سے انہیں کچھ دینا چاہا۔ ابھی
ہاتھ سے چھوڑا نہیں تھا کہ ایک شخص نے ایسا جھپٹا مارا کہ بیچارے کے ہاتھ کی
خیر ہو گئی۔ ورنہ خیر نہیں ٹوٹ جاتا یا کیا ہوتا۔ عبدالقادر صاحب نگینوی کو جوش آگیا
اور انہوں نے خادم صاحب کی مزاج پرسی کردی۔ جونہی انہوں نے اسکی گردن پکڑ
کے جھٹکا دیا۔ بزدل آنکھیں بند کرکے چپ کھڑا ہو گیا +

اسکے بعد دیر ارمن میں آئے۔ یہاں حضرت مسیحؑ کے ایک شاگرد شہید ہوئے
ہیں۔ انکی یادگار میں یہ عالیشان گرجا بنایا گیا ہے۔ راستہ کے رخ اس گرجے کی
پیشانی پر ایک کتبہ لگا ہوا ہے جو مسلمانوں کی بے تعصبی کی دلیل ہے جسمیں سلطان
ملک الظاہر ابو محمد سعید چق مق نے ۸۵۴ھ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اس گرجے
کو آزاد کیا۔ اب جو شخص میرے حکم کے بعد اسکو پھر ضبط کرے گا وہ ملعون ہوگا۔

آج قدس کا نیا گورنر بہت دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوا۔ عیسائیوں
کے تمام بڑے بڑے پادری استقبال کو گئے تھے۔ جنکے آگے آگے انکے شمشیر بستہ
نقیب تھے۔ گورنر کی آمد میں دیر تک ایک جگہ رکا رہنا پڑا۔ اس سے طبیعت خراب
ہو گئی۔ اور شام تک درست نہ ہوئی۔ اگرچہ قدس کی آب و ہوا اچھی ہے لیکن میں
زیادہ پھرنے اور ہر وقت لکھتے رہنے کے سبب اکثر صاحب فراش ہو جاتا ہوں
تاہم خدا کا شکر ہے کہ وہ دو چار گھنٹے کے بعد پھر گردش کے قابل
بنا دیتا ہے +

بیت المقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرس دیکھے

۱۳ - جولائی ۱۹۱۱ء

کل شام کو بمبئی کے ایک خوش عقیدہ تاجر عبدالکریم حاجی سلیمان مع بال بچوں کے بغداد شریف سے آئے ہیں۔ آدمی فیاض اور ذی فہم ہیں۔ آج سید نا حضرت موسیٰؑ کے مزار پر گئے۔ یہ راستہ تمام کوہستانی ہے۔ حضرت کے مزار پر مسجد اور مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہاں ایک خاص مقررہ دن میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ورنہ کوئی اس ہو حق سنسان اور اندیشناک مقام پر نہیں جاتا۔ بیرونی ممالک کے زائر بھی جب جاتے ہیں تو سپاہی ساتھ لے لیتے ہیں۔ کیونکہ راستے میں امن نہیں ہے۔ سیٹھ صاحب بھی سپاہی ساتھ لے گئے تھے۔ تیس روپیہ میں دو بگھیاں آمد و رفت کی ہوئیں +

آج ہم امریکن سوسائٹی کی سیر کرنے گئے۔ یہ وقت انکی نماز کا تھا۔ اسکی بھی سیر کی۔ اس سوسائٹی کو ایک طرح کی فریمسن برادری سمجھنا چاہیئے۔ عورت مرد بچے بوڑھے سب ایک جگہ رہتے ہیں۔ اور جو کماتے ہیں سب ایک جگہ خرچ کرتے ہیں عقیدے میں یہ لوگ موحد ہیں۔ مسیحؑ کو خدا کا رسول سمجھتے ہیں۔ آپس میں ایسا اخلاص ہے کہ سگے بھائیوں میں بھی ممکن نہیں۔ تجارت ان کا پیشہ ہے گرمی کے موسم میں یہ لوگ مصوری کرتے ہیں۔ جنگل کے پھولوں کو خشک کرکے کاغذوں پر جماتے ہیں۔ اچار۔ مربے بنا کر رکھتے ہیں۔ تر میوے مصالح میں محفوظ کرتے ہیں۔ اور جب یورپین سیاحوں کے آنے کا موسم ہوتا ہے تو ان کو فروخت کر ڈالتے ہیں۔ اس میں اُن کو لاکھوں روپئے کا فائدہ ہے +

عربی اخلاق کا اس ملک کے عیسائی و یہودی بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہی تعظیم و تکریم کی اُٹھک بیٹھک۔ وہی مزاج پُرسی کے کثیر الفاظ۔ جو یورپین یہاں آکر

آباد ہو گئے ہیں۔ صاف عربی بولتے اور اخلاق عرب کے پابند ہیں۔ جب میں اس امریکن سوسائٹی میں گیا۔ تمام زن و مرد سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہر فرد نے آکر مزاج پرسی کی۔ گو ان میں کوئی سکرٹری یا صدر نہیں ہے۔ سب مساوی رہنا پسند کرتے ہیں۔ تاہم بعض کے افکار و تخیلات اعلیٰ ہیں۔ بعض کے ادنیٰ ہیں۔ ان میں ایک شخص اُردو بھی خوب بولتا ہے۔ ہندوستان میں رہا ہے۔ اسنے ایک صاحب الرائے ممبر سے ملاقات کرائی۔ جسنے ہندوستانی پالٹیکس کے متعدد سوال کئے۔ آخر میں میں نے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک ایشیا کس طریق سے یورپ کے ہم پلہ ہو سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسکا مذہبی میلان اور روحانی زندگی باقی رہے۔

جواب دیا۔ یورپ کی زندگی کو خوب غور سے دیکھو۔ اس میں جو عیب ہیں انکو ترک کردو۔ باقی اختیار کرلو۔ یورپ سے بڑھ جاؤ گے۔ اور یہ نظر ایشیائی آنکھ سے ہونی چاہئے۔

ان سے مل کر فریمین ہیکل دیکھنے گئے۔ یہ نہایت بلند پہاڑ ہے جسکے اندر مکان ہے۔ مگر مکان اسقدر تاریک اور وسیع ہے کہ بغیر برقی لیمپوں کے اندر جانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں یہی جگہ ہے جہاں حضرت سلیمانؑ نے فریمین لاج کی بنیاد رکھی۔ اس پہاڑ کے اندر سے اتنا پتھر باہر گیا ہے کہ بیت المقدس کے سے دو شہر تعمیر ہو سکتے ہیں۔ غار کے اندر عجیب خاصیت ہے۔ چاقو سے پتھر کو تراشیں تو وہ بہت آسانی سے کٹ جاتا ہے۔ بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ یہ پتھر ہے لیکن جب غار سے باہر نکلیں اور پتھر کو ہوا لگے تو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ اسی کے قریب یہودی بادشاہوں کا قبرستان ہے۔ یہ پہاڑ کا ایک غار ہے۔ جسمیں نہایت صنعت سے مکان کھود کر بنائے ہیں۔ اسکے اندر تابوت رکھے جاتے تھے۔ مگر اب خالی

بیت المقدس کا معلق پتھر عمارت کے فرش میں نظر آتا ہے
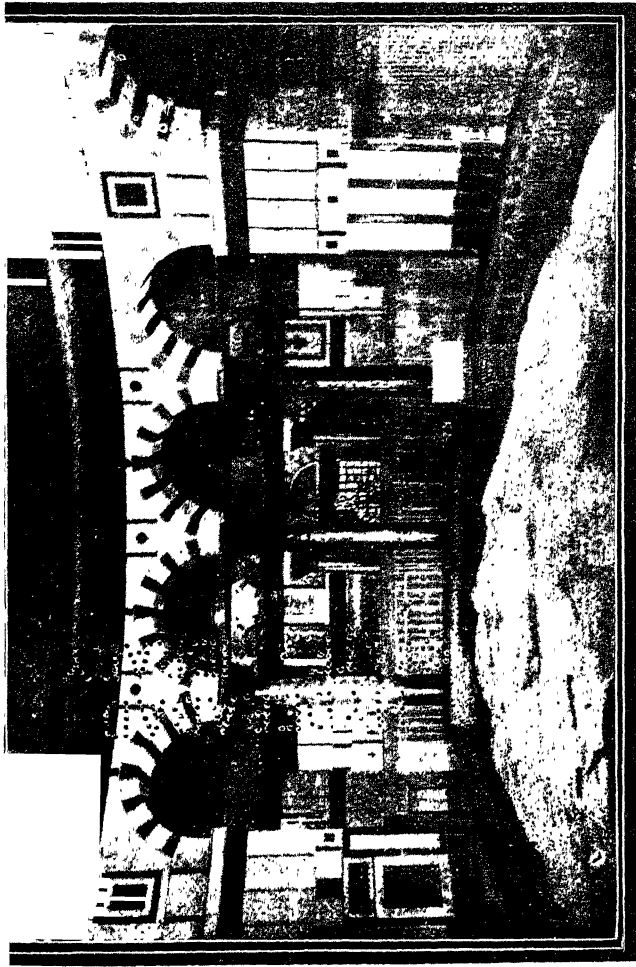
بیت المقدس میں سلطان صلاح الدین کا
بنایا ہوا مدرسہ جو فرانسیسی
پادریوں کے قبضہ میں ہے

چُکا تھا۔ رپورٹ کی گئی کہ یہ جگہ حرم سے بہت دور ہے۔ فرانس کو دینے میں کچھ حرج نہیں +

چنانچہ مدرسہ صلاحیہ کفار نے لیکر گرجا بنایا۔ مدرسہ کی عمارت جوں کی توں موجود ہے۔ یہانتک کہ کتبہ بھی باقی رکھا گیا ہے تاکہ مسلمان دیکھیں اور جلیں کہ انکے فاتح کی یادگار کو اپنے مکر و تدبیر سے ہم یوں پامال کر سکتے ہیں۔ کتبہ حسب ذیل ہے:-

ھذہ المدرسۃ المبارکۃ وقف ملک الناصر صلاح الدنیا والدین سلطان الاسلام والمسلمین ابو المظفر یوسف ابن ایوب محی دولۃ امیر المؤمنین اعز اللہ الضارہ وجمع لہ من خیر الدنیا والاخرۃ علی الفقہاء من اصحاب الامام عبد اللہ بن محمد ادریس الشافعی رض سنہ ثمان وخمسین وخمسمائۃ

یعنی اس مبارک مدرسہ کو ملک الناصر سلطان صلاح الدین نے جو دولۃ امیر المومنین کا زندہ کرنے والا ہے۔ اُن فقہا کے لئے وقف کیا جو امام شافعی کے اصحاب ہیں۔ ۵۵۸ھ ہجری +

پولٹیکل پیشبندی کے خیال سے اس مدرسے کے ایک گوشہ میں حضرت مریم کا مولد بنا دیا گیا ہے۔ یعنی کہتے ہیں کہ حضرت مریم اس جگہ پیدا ہوئی تھیں۔ چنانچہ پادری ہم کو بھی غار کے اندر لے گیا۔ دیکھا کہ پہاڑ کی کھوہ میں حضرت مریم ایک بچہ کی صورت میں سنہری مہد میں لیٹی ہیں +

ظہر کے بعد گورنر سے ملنے گئے۔ بہت اخلاق و تپاک سے پیش آیا۔ جودت بے نام ہے۔ بہت ہی لاغر اندام۔ ہندی مسلمانوں اور مشائخ کا دیر تک تذکرہ رہا۔ میری خواہش پر اُسنے وعدہ کیا کہ پرسوں خود اُس مقام پر لے چلوں گا جہاں نقب لگی ہے تاکہ اصل حقیقت سے آگاہی ہو۔ گورنر سے ملکر فیض اللہ آفندی رئیس البلدیہ

(سکرٹری میونسپل کمیٹی) سے ملاقات کی۔ بہت ذی علم اور گہرا آدمی ہے +

آج رات کو مشائخ حرم نے اپنے ایک خانگی جھگڑے کے تصفیہ کیلئے بلایا ہرچند انکار و عذر کیا گیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ قصہ بس وہی تھا جو ہندوستان کی درگاہوں میں جگہ جگہ موجود ہے۔ یعنی نذرانہ کی نذر نیاز +

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ حرم القدس کے مشائخ نے مجھپر فیصلہ کا انحصار کردیا رات کے بارہ بجے تک اجلاس رہا۔ مگر تسلی بخش صورت نہ نکلی۔ اسلئے آئندہ کسی وقت کے لئے ملتوی کیا گیا۔ فریقین کی شکایتیں اس کثرت سے ہیں کہ نتیجہ کی حد تک عرصہ کے بعد پہنچنا ہوگا +

صبح سے ابر کے ٹکڑے آسمان پر دوڑ رہے ہیں۔ ہوا تیز چل رہی ہے بغیر کمبل اوڑھے باہر نکلنا دشوار ہے۔ رات کو تو خاصی سردی ہوگئی۔ میووں کا یہی موسم ہے۔ انگور آنے شروع ہو گئے ہیں۔ چھ پیسہ سیر بکتے ہیں +

آج ہیں ہندوستانیوں کا ایک قافلہ اور آیا۔ ان بیچاروں کو دس دن بیروت میں قرنطینہ کرنا پڑا۔ اور سخت تکلیف اوٹھائی۔ رجبی تک ہم اور یہ سب قدس ہی میں ٹھہرینگے +

۱۸ - جولائی ۱۹۱۱ء

سردی کے سبب آج کہیں نہ گئے۔ تیسرے پہر مفتی صاحب کے دونوں بھائی فخرالدین فخری آفندی اور امین آفندی شیخ محمد الصالح کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھکو مفتی صاحب کے پاس لے گئے۔ مفتی صاحب کا مکان تکیہ سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر ہونے کے سبب نہایت ہوادار اور پُرفضا ہے۔ یہ مفتی صاحب سید طاہر کے فرزند ہیں اور والد صاحب سے بڑھکر صاحب اوصاف ہیں۔ مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی امین آفندی ہندوستان دیکھنے کے بہت شائق ہیں۔ عنقریب سفر کیلئے تیار

ہیں۔ وہاں مفتی بننے کی سند حاصل کرینگے ✤

نئے ہندوستانی قافلے میں ریاست مانگرول کے ایک مولوی صاحب بھی ہیں میں نے یہ خیال کرکے کہ عربی داں ہیں۔ شیخ محمد الصالح کے مدرسہ میں لڑکوں کے زنانہ اشعار سنکر خوش ہونگے۔ انکو لیجا کر قصائد ورجز سنوائے۔ مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ کیا یہ قصیدہ بُردہ پڑھتے تھے۔ مولنا کے بھولپن پر بے اختیار ہنسی آگئی۔ ان پرانے لوگوں کے دماغ میں نئے ولولے سمانے مشکل ہیں وہ بیچارے ہر آگ کو طور کا شعلہ تصور کرتے ہیں ✤

اس قافلہ میں ایک اور بزرگ منشی محمد عبداللطیف خاں ہیں۔ ریاست رتلام کے رہنے والے دس برس سے سیٹھ عبدالکریم جمال رنگون والوں کے مدرسہ جام نگر میں مدرس اوّل ہیں۔ ان کی روشن خیالی سے خوشی ہوئی کہ حسب موقع داد دیتے رہے اور رائے بک پر برجستہ رائے لکھی ✤

شام کو امریکن سوسائٹی نے اپنے کلب میں ڈنر پر مدعو کیا۔ اور چار گھنٹے خوب دلچسپ صحبت رہی۔ کھانے میں پچیس تیس عورت مرد شریک تھے۔ یورپین قاعدے کے موافق کھانے کے آخر میں صدر نے میری نسبت حسب ذیل تقریر کی ✤

طور زیتا کے اس مقدس پہاڑ کے سامنے آج ہم لوگ جمع ہوئے ہیں۔ جسکا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ ایک بے تعصب روشن خیال ہندی مسلمان ہم میں موجود ہے جسکی دلچسپ باتوں کو ہم سب نے ابھی بہت شوق سے سُنا تھا۔ وہ جماعت ہمیشہ آرام سے رہتی ہے جسکی نظریں وسیع ہوں۔ اور جو کسی مذہب۔ قوم۔ رنگ سے سروکار نہ رکھتی ہو۔ اور سب میں حق اور سچائی کو تلاش کرتی ہو۔ ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ اُسنے ہم کو شراب نوشی وغیرہ اشیاء سے محفوظ کیا ہے۔ اسلئے ہم اپنے مہمان کا وہ جام صحت نوش نہیں کرسکتے جس سے خود ہماری صحت کو ضرر پہنچے۔ بلکہ

بلکہ محبّت کے اس ازلی جام کی گردش چاہتے ہیں جو اہلِ دُنیا کی باہمی کدورتوں کو دور کرنے والا ہو (چیرز) اگر ہم تاریخ کے صفحات چند صدیاں پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو اس مہمان کی وہ صورت بڑی ڈراؤنی ہو جائے۔ جسنے اسوقت ہم سب کو اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے (قہقہہ) میں خداوند کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں جسنے ہم کو ایسی پُرلطف صحبت عنایت فرمائی۔ اور ہندی مسلمان کو ملایا۔ (چیرز) ٭

یہ تقریر عربی میں تھی۔ جسکا جواب ٹوٹی پھوٹی عربی میں میں نے یہ دیا میز کی اس چھُری کی قسم جس سے میں نے محبت کے گوشت کو ابھی کاٹ کاٹ کر کھایا ہے۔ ہم سب ایک ٹھنڈے وقت میں یکجا ہوئے ہیں۔ تاریخ کے جن صفحات کا ذکر آیا ہے وہ زمانہ آج ہوتا تو اسی قسم کی چھُری دشمنی سے گوشت کاٹتی ہوتی (قہقہہ) ہم سب نے اپنے حالات کو بدل دیا۔ چھُری نے اپنی کاٹ نہیں بدلی۔ وہ گوشت پر برابر چل رہی ہے (چیرز اور پُرزور قہقہہ) انہیں مقدس پہاڑوں میں ہمارے اور آپ کے بزرگوں نے بہشت کی خاطر خون بہائے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور بہشت میں گئے ہونگے۔ لیکن خدا نے آج ہمکو بھی وہ صحبت عنایت کی ہے جسکو جنّت سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ چیرز۔ (فارسی کا ایک شعر ہے عربی میں اسکا مفہوم بیان کیا گیا) ؎

بہشت آنجاکہ آزارے نباشد　　　　کسے را باکسے کارے نباشد

پس یہی کیفیت آپ لوگوں کی ہے۔ اسلیئے میں آج کی رات کو بہشتی رات کہتا ہوں گو یہاں بوڑھے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔ اور اسلامی تخیل کے بموجب بہشت میں سب نوجوان ہونگے۔ (قہقہہ) ٭

تاہم جب میں باعتبار بصیرت نظر کرتا ہوں تو حاضرین میں کسی کو بوڑھا نہیں دیکھتا اور بہشتی رات کی تشبیہ موزوں ہو جاتی ہے ٭

مجھے معلوم ہے کہ آپ کی سوسائٹی کو اُسکے موجودہ طرزِ عمل اور موحدانہ عقائد کے سبب متعصب عیسائیوں سے بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن جس صاف اور پاکیزہ راستہ کی جانب آپ نے قدم اوٹھایا ہے اور جیسا کہ ٹوٹ کیرکٹر آپ نے اختیار کیا ہے۔ وہ انجام کار دشمن کے ہر حربہ پر فتحیاب ہوگا۔ چیرز۔ اور آمین +

آخر میں آپ لوگوں کی مہربانی و مسافر نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے حرام اور مضر صحت شراب کو ترک کردیا ہے۔ اسلیئے آپ جام شراب نہیں پی سکتے ہیں تو براہ عنایت چائے کے اس نقشین پیالے کو پی لیجئے۔ جو جام کوثر کی ہمشکل ہے تاکہ بہشتی رات کا نظارہ پورا ہوجائے۔ (چیرز) +

۱۹۔ جولائی ۱۹۱۱ء

آج گورنر سے پھر ملاقات ہوئی۔ بیروت کے قرنطینہ میں ہندی زائرین کو جو تکلیف ہوئی تھی اُسکی اطلاع دی اور چاہا کہ اسکا مناسب تدارک ہونا چاہیئے۔ گورنر نے فوراً نوٹ بک میں اس شکایت کو درج کرلیا۔ اور وعدہ کیا کہ ضرور ان تکلیفات کو دور کرنے کی کوشش کرینگے +

آج متعدد شرفا و اعیان بیت المقدس ملاقات کو تشریف لائے۔ رات کو شیخ محمد الصالح مدیر مدرسۂ روضۃ المعارف نے دعوت دی۔ اور سب جماعت کے یکجا کھانے اور بات چیت کے لطف نے رات کے گیارہ بجا دیئے +

۲۰۔ جولائی ۱۹۱۱ء

رات کو چونکہ منشی عبداللطیف صاحب جام نگری دیر تک نوحہ خوانی کرتے رہے تھے

اسلئے سونا دیر میں ملا۔ صبح سے طبیعت خراب ہے ÷

آج شام کو گورنر نے حرم کی نقب دکھانے کو مدعو کیا۔ قریب عصر سب جماعت حرم میں گئی۔ اور جب تک گورنر کا انتظار رہا۔ ایک بخاری بزرگ سے باتیں ہوتی رہیں یہ عرصہ دراز سے مکہ معظمہ میں رہتے ہیں۔ ضعیف العمر ہیں۔ ایسی پُر درد گفتگو تھی کہ رونے دھونے کی نوبتیں آگئیں۔ آئندہ زمانہ کی نسبت عجیب حوصلہ افزا خبریں دیں ÷

بعد العصر گورنر مع جمیع اسٹاف کے تشریف لائے۔ حرم کے مشائخ اور شہر کے اعیان پہلے سے موجود تھے۔ صخرہ شریف کا مقفل دروازہ کھولا گیا۔ اور سب لوگ صخرہ کے اوپر گئے۔ یہیں گوشۂ شمال میں نقب لگائی گئی ہے۔ نقب کے دہانہ پر پتھروں کا کچا پارہ چنا ہوا تھا۔ اسکو ہٹا کر گورنر نے مجھکو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اور خود تمام اکابر و جماعت مشائخ کے ہمراہ دہانہ پر کھڑا رہا۔ میں شمع لیکر اندر داخل ہوا۔ جگہ اسقدر تنگ ہے کہ بیٹھ کر گھسنا پڑا۔ نقب کے وسط میں پتھر کی آڑ واڑ لگی ہوئی ہے۔ اس میں سے اندر جانا بہت دشوار تھا۔ تاہم اٹکتا پھنستا آگے بڑھ گیا بائیں پہلو میں ایک دوسری نقب دیکھی۔ جسکا طول عرض ایک گز مربع تھا۔ اور پہلی نقب ۲۲ فٹ ۲ انچ طویل اور ایک گز عریض تھی۔ اسوقت دل پر عجب کیفیت طاری تھی۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں آجتک کوئی مسلمان داخل نہیں ہوا۔ میری قسمت میں خدا نے یہ نعمت رکھی تھی۔ اندرونی نقب سے دو ایک مٹی اور کنکر باندھ لئے ÷

اسی نظارہ سے معلوم ہوا کہ نقب غیر مکمل ہے۔ کھودنے والے قبل از وقت بھاگ گئے اور کوئی چیز چرا نہ سکے۔ الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے آثار اور اپنے مقبول پیغمبروں کے تبرکات کی حفاظت کی۔ اور چوروں کو محروم جانا پڑا ÷

نقب کی پیمائش میں امام الدین صاحب خیاط امرتسری نے جو میرے رفیق

سفر ہیں۔ دہانہ پر بیٹھ کر مدد دی۔ پیمائش کا فیتہ اُنکے ساتھ تھا ✦

باہر آیا تو گورنر کو اندر کی مٹی دکھا کر لینے کی اجازت چاہی۔ اُسنے رومال کھلوا کر سب حاضرین کو مشاہدہ کرا کے لیجانے کی اجازت دی ✦

شام ہو گئی تھی۔ اسلئے وہ اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ اور حضرت سلیمان کی مسجد والی نقب کا دیکھنا آئندہ پر ملتوی رہا۔ باہر نکل کر میں نے گورنر کا شکریہ ادا کیا جسکے جواب میں اُسنے مفصل تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت اس واقعہ سے غافل نہیں ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ اور امید ظاہر کی کہ میری اس تحقیق و تفتیش سے مسلمانانِ عالم خصوصاً مسلمانانِ ہند کو تسلی ہو جائیگی اور وہ یقین کرینگے کہ چوری کی خبر محض دشمنوں کی اُڑائی ہوئی ہے ✦

معائنہ نقب کی خبر سارے شہر میں مشہور ہو گئی ہے۔ اسلئے کثرت لوگ آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں۔ ان میں بعض لوگوں کو اب بھی یقین نہیں اور کہتے ہیں کہ چوری ضرور ہوئی۔ رات کو منشی عبداللطیف صاحب وغیرہ احباب کے ہمراہ امریکن سوسائٹی میں پھر گئے۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد واپس آ کر نعت خوانی کی مجلس میں شریک رہے اور سو گئے ✦

۱۳- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج معائنہ نقب کی کیفیت قلمبند کر کے ہندوستان بھیجی۔ اور مسجد اقصٰے میں تیسرا جمعہ پڑھا۔ بعد نماز جمعہ شیخ محمد صالح آفندی کے مدرسہ روضۃ المعارف کے سالانہ جلسہ میں آئے۔ گورنر۔ قاضی۔ مفتی اور سب اعیان و علما و مشائخ موجود تھے۔ بچوں نے اپنی تقریروں اور نظموں سے خوب محظوظ کیا۔ ایک پانچسالہ بچے احمد صائم کو منبر پر کھڑا کیا گیا۔ جسنے نہایت جوش کے ساتھ حربیہ خطبہ پڑھا

حاضرین عش عش کر گئے اور میں نے اس ترکی ٹوپی والے ننھے سے جنگی مولوی کے سر پر اپنا عمامہ رکھدیا عمامہ پہنکر احمد صائم اکڑتا ہوا گورنر کو سلام کرنے گیا۔ اور حاضرین نے اس مجنونانہ خروش سے تالیاں بجائیں کہ پانچ منٹ تک اور کچھ کام نہ ہوسکا۔ جب یہ بچہ دوبارہ انعام لینے آیا تو عمامہ کو اپنے گلے میں بطور پرتلہ کے ڈالکر آیا۔ پھر چیئرز کا شور ہوا۔ چار پانچ دفعہ انعام لینے کی نوبت ہوئی۔ ہر بار اہل جلسہ اس ذراسی صورت کا پر جوش خیر مقدم کرتے تھے۔ اور یہ مسکراتا ہوا دونوں ہاتھوں سے سلام کرتا پہلوانوں کی مثل بازؤں کو ہلاتا ہوا باہر نکل جاتا تھا ✤

گورنر نے اطلاع دی تھی کہ میری ملاقات کو جلسہ کے بعد تکیہ میں آئیں گے مگر جلسہ خلاف امید بہت دیر میں ختم ہوا۔ اسلئے اُنہوں نے وہیں جلسہ میں معذرت کردی۔ اور دوسرے مدرسہ کے جلسہ میں چلے گئے۔ قربت رمضان کے سبب آجکل سب مدارس میں امتحان و جلسے ہیں۔ اسکے بعد تعطیل ہوجائے گی۔ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔ رات کو بڑا کرب رہا۔ اور نیند صاف نہ آئی ✤

۲۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء

امریکن سوسائٹی میں ایک صاحب مسٹر مائیرس ہیں۔ بمبئی کی پیدائش۔ اُردو خوب بولتے ہیں۔ انکے ہمراہ انگریزی کونسل جنرل سے ملنے گئے۔ اُس نے دریافت کیا۔ آپ کتنے عرصہ سے یہاں ہیں۔ جواب دیا۔ بائیس دن سے۔ مگر بیس دن تک آپکا دشمن تھا۔ اسلئے ملنے نہیں آیا۔ دو دن سے دوستی ہوئی ہے۔ لہٰذا آج آگیا کونسل نے ہنس کر پوچھا۔ دشمن کیوں تھے۔ کہا واقعۂ نقب حرم کے سبب۔ کیونکہ یہ نقب انگریزی جماعت نے لگائی تھی۔ جس سے مجکو بہت افسوس

یہودی پیشوائے اعظم - بیت المقدس

تھا۔ لیکن بست روزہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ انگریز پارٹی کا کچھ قصور نہیں۔ خود ترکی حکومت نے فعل کرایا۔ اسکے بعد جب نقب کو اندر جا کر دیکھ لیا تو مکمل اطمینان ہو گیا کہ کوئی چیز چوری نہیں ہوئی +

کونسل صاحب نے مفصل واقعات سنانے چاہے۔ اور کہا کہ سب خطا ترکی حکومت کی ہے۔ مینے کہا۔ سُنئے صاحب۔ ترکوں کو کچھ نہ کہئے۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ ہم ہندوستانی مسلمان اپنے انگریز بادشاہ کو دل سے چاہتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہی ہم کو ترکی حکومت سے بھی مذہبی محبت ہے۔ لہذا نہیں چاہتے کہ ان دونوں کی نسبت کوئی بُرا کلمہ سُنیں۔ ایسے نازک زمانہ میں جبکہ ہم کو انگریزوں کی دوستی اپنے زندہ رہنے کے لئے لازمی ہو گئی ہے۔ نقبِ حرم کا واقعہ بڑا خطرناک واقعہ تھا۔ جسنے مسلمانوں کے دل زخمی کردئے تھے لیکن تحقیق نے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے دوست انگریز بے خطا ہیں۔ اور ترکی حکومت بھی بحیثیت سلطنت بے قصور ہے۔ الزام رشوت خوار افسروں پر قائم ہوتا ہے۔ سو اس سے بھی چشم پوشی کرنی چاہئے۔ کیونکہ حکومت اُن کو سزا دینے پر آمادہ نظر آتی ہے +

نوجوان کونسل جنرل فہمیدہ معلوم ہوتا ہے۔ بہت دیر تک اخلاق سے بات چیت کرتا رہا۔ یہاں سے رخصت ہوئے تو ڈاکٹر ابوالشدید یہودی سے ملاقات کی۔ یہ یہودی جماعت کے روشن خیال لوگوں میں ہیں۔ اور یہودیوں کو ترکی حکومت سے متحد کرنے کی اسی طرح کوشش کر رہے ہیں۔ جس طرح ہند میں مسلمانوں کو انگریزوں سے ملایا جاتا ہے +

انہوں نے یہودیوں کی بیداری و ترقی کے بہت سے افسانے سنائے اور امید ظاہر کی کہ مسلمان اور یہودی متحد ہو کر ایک قوم بن جائینگے +

تیسرے پھر روٹر ایجنسی کے ایجنٹ تلاش کرتے ہوئے کوک کمپنی کے

دفتر میں ملنے آئے کیونکہ میں پھر پھرا کر ڈاک لینے یہاں آ گیا تھا۔ یہ ایجنٹ انگریز تھے۔ نقب کا واقعہ دریافت کرتے تھے۔ میں نے سارا قصہ عن وعن سنا دیا۔ کہتے تھے کہ ہم ابھی روٹر کے ذریعہ تمام دنیا کے اخباروں کو آپ کی اس تحقیقات کی خبر بذریعہ تار بھیجیں گے۔ انکے سمجھانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ یہ عربی سے نابلد اور میں انگریزی سے بے بہرہ۔ آخر کوک آفس کے منیجر نے ترجمانی کی۔ اور میرا مطلب انکو انگریزی میں سمجھایا۔ ایجنٹ کیا تھے گویا کسی لیڈر کے وکیل تھے۔ فقرہ فقرہ پر جرح قدح کرتے تھے +

میری اس عدم موجودگی کی حالت میں قاضی شہر تکیہ میں میری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ایک گھنٹہ انتظار کرتے رہے۔ یہ لوگ بڑے مسافر نواز ہیں۔ راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ فرمایا۔ اب ہمکو حکومت میں کام ہے۔ ہمارا فرض تھا کہ آپ سے ملنے آپ کی قیام گاہ پر آئیں۔ سو وہ پورا کر دیا +

رات کو مدرسہ روضتہ المعارف میں سلطان صلاح الدین اور جنگ صلیبی کا ڈراما تھا۔ عیسائی بھی بکثرت تماشہ دیکھنے آئے تھے۔ رچرڈ اور صلاح الدین کا پارٹ کرنیوالے دو سگے بھائی تھے۔ دونوں نے اپنے فرض کا حق ادا کر دیا۔ ڈرامے کی زبان فصیح تھی۔ اسلئے ہم اسکو بخوبی سمجھتے تھے۔ اس تماشہ نے جسمیں صلیبی لڑائیوں کا ہو بہو نقشہ لباس وغیرہ دکھایا گیا تھا۔ بہت ہی محظوظ کیا +

۲۲- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج کی صبح رات کے جاگنے کے سبب بڑی تکلیف دہ صبح ہے۔ تمام بدن میں درد سر میں گرانی۔ ۹ بجے گورنر نے عید دستوری کے دربار میں مدعو کیا ہے۔ دیکھئے کیونکر جانا ہوگا +

شیخ ابراہیم عبدالقادر آفندی آ گئے۔ انکے ہمراہ اول تکیہ و جلوہ گاہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کی جو ہمارے تکیے کے بالکل قریب ہے اس تکیہ میں حضرت کے خاندان میں سے کسی بزرگ کا مزار بھی ہے۔ کہتے ہیں اس تکیہ کے متعلق معقول وقف ہے۔ جسکو متولی اپنے صرف میں لاتا ہے اور تکیہ میں کچھ صرف نہیں کرتا ‡

۹ بجے دربار میں گئے۔ آج اس ملک میں دوہری خوشی ہے۔ ایک شبِ معراج کی۔ دوسرے پارلیمنٹ ملنے کے دن کی۔ تمام بازاروں میں ہلالی نشان لہرا رہے ہیں۔ گورنر کے مکان میں بڑی چہل پہل ہے۔ دس بجے صحن میں سب لوگ جمع ہوئے۔ اور خطیب نے دعا مانگی۔ سارا مجمع آمین کہتا گیا۔ اسکے بعد گورنر نے تقریر کی اور قومی ترانہ بجنے پر دربار ختم ہوا۔ یہاں سے سب لوگ فوجی کمپ میں گئے۔ کمانڈر کی جانب سے شربت و قہوہ کی تواضع کی گئی۔ گورنر کو یہاں کچھ دیر لگی۔ اسلئے ہم انجمن اتحاد ترقی کو دیکھنے گئے۔ وہاں بھی خوب دھوم تھی ‡

تیسرے پہر جیلخانہ میں اُس افغان قیدی کو دیکھنے گئے جسنے چند امرکین لوگوں پر پستول چلایا تھا۔ یہ شخص صخرہ شریف کے نیچے نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں چند امریکن عورت مرد اندر گھس آئے۔ اُسنے سلام پھیر کر اُن کو منع کیا اور کہا کہ نماز کے آگے نہ آؤ۔ وہ لوگ نہ مانے۔ اور عیسائی ترجمان نے افغان کو دھمکایا۔ جس سے یہ غضبناک ہوگیا اور پستول نکال کر پے درپے کئی فیر کر دیئے دو عورتیں زخمی ہوئیں باقی غل مچاتے ہوئے بھاگ گئے اور افغان پکڑا گیا۔ امرکین سفیر نے افغان کو بے قصور بتایا اور کہا کہ خطا امرکین لوگوں کی تھی وہ کیوں نماز کی حالت میں اسکے آگے آ گئے۔ تاہم ترکی حکومت نے از راہ محبت اسلامی اپنے

اس دینی بھائی کو نو برس کے لئے جیلخانہ میں ڈالدیا - اور پھر لطف یہ کہ جیل خانہ
سے اس کمبخت کو صرف تین سوکھی روٹیاں ملتی ہیں کپڑا وغیرہ کچھ نہیں +
یوں تو ترکی حکومت کی کوئی کل سیدھی نہیں مگر جیلخانہ کی حالت سب سے
بدتر ہے - قیدی کچھ کام نہیں کرتے - رات دن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے
ہیں - قیدیوں کو اپنے وارثوں سے بات چیت کرنے اور جیل میں ملنے جلنے
کا حق حاصل ہے - ان کو یہ لوگ ہر قسم کا کھانا کپڑا دے سکتے ہیں اور دیتے
ہیں - جس غریب کا کوئی وارث نہو اُس کے لئے جیل دوزخ ہے - ورنہ
بہشت کا ٹکڑا - ہمنے اس افغان سے ملاقات کی - چالیس سالہ ہے - پھاروہ
قریب کابل کا رہنے والا ہے +
بیچارا روتا تھا کہ ۹ برس کی قید میں پھنس گیا - تین چھوٹے چھوٹے بچوں
بوڑھیا ماں اور بی بی کی کون خبرگیری کرے گا - جو اس امیدمیں ہونگے کہ
میں حج کرکے واپس آنے والا ہوں - جیل سے صرف تین روٹیاں ملتی ہیں
نہ اوڑھنا ہے نہ بچھونا - نہ پہننے کو کپڑے - اور قیدیوں کے وارث آتے ہیں
اور کھانے پینے کو دے جاتے ہیں - میرا اس پردیس میں کوئی نہیں - جیل کے
افسر مسلمان ہیں مگر سب بیرحم - ان کو مجھ پر کچھ ترس نہیں آتا - میرے پاس پانچ اشرفیاں
تھیں وہ بھی ان لوگوں نے ہضم کرلیں +
میں نے کہا - بھائی گھبراؤ نہیں - ہندوستان کے مسلمان تمہارے وارث
ہیں - بیرحم ترکوں کا شکوہ نہ کرو - خدا پر بھروسہ رکھو - تم نے جو کچھ کیا
دین کی محبت دین کی حرارت سے کیا - یہ چند روزہ تکلیف ہے - اسکے بعد راحت
ہی راحت ہے - اگر ہم تمہیں کچھ دیں تو وہ تمہارے پاس باقی رہے گا - یا چھن
جائے گا - بولا - نہیں - اب مجھ سے کوئی نہیں لیگا - اگر آپ میری مدد کرسکتے

ہیں تو دریغ نہ کیجئے۔ یہ سنکر میں تکئے میں آیا۔ اور ہندوستانی جماعت سے ذکر کیا۔ آخر میرے ہندوستانی بھائیوں میں ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق لاکر میرے آگے ڈھیر کر دیا۔ جسمیں کپڑا اور نقدی شامل تھی۔ حافظ عبدالقادر نگینوی نے اپنی قیمتی شال دیدی۔ مانگرولی مولوی صاحب نے کپڑا بھی دیا اور نقد بھی۔ سیٹھ حاجی عبدالکریم سلیمان بمبئی والوں نے معقول نقدی۔ امام الدین صاحب خیاط پنجابی نے معقول نقدی۔ ایک غریب کاٹھیا واڑی مسلمان نے کپڑا۔ راقم الحروف نے علاوہ تھوڑی سی نقدی کے وہ کمبل دیا جو چلتے وقت میرے مخلص دوست حبیب اللہ خاں صاحب جالندھری نے اس سفر کے لئے نذر کیا تھا۔ اس افغان کا نام بھی حبیب اللہ ہے۔ گویا جالندھری حبیب اللہ نے افغانی حبیب اللہ ہی کے لئے یہ تحفہ بھجوایا تھا +

یہ سب چیزیں افغان کے حوالے اُسوقت کی گئیں جبکہ میرے ہمراہ امریکن سوسائٹی کے دو ممبر بھی تھے۔ ان نیک عیسائیوں نے بھی حسب حیثیت افغان کی خدمت کی اور مسلمان ترکوں سے زیادہ خدا ترسی دکھائی +

ان امریکن لوگوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم امریکن سفیر کے ذریعہ سے ٹرکی حکومت کو لکھینگے کہ اس غریب پر رحم کیا جائے۔ کیونکہ جس جماعت کا قصور وار ہے وہ امریکن تھی۔ اسنے پہلے بھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور اب بھی اسکو کچھ دعوے نہیں بلکہ اسکی معافی اور بریت کی درخواست کرتی ہے +

بعد مغرب مسجد اقصےٰ میں حاضر ہوئے۔ راستہ میں کہیں کہیں روشنی نظر آئی + سرکاری محکموں میں باجے بھی بج رہے تھے۔ بعض مقامات پر آتش بازی بھی چھوٹ رہی تھی۔ مگر وہ عام خوشی جو آجکی رات ہندوستان میں منائی جاتی ہے نہ تھی۔

خبر نہیں ان لوگوں کے دل اس مسرت سے کیوں متاثر نہیں ہوتے جو فقدرتاً
انہیں میسر ہے یعنی معراج خاص اسی مقدس زمین سے ہوئی تھی ۔
مسجد اقصےٰ میں خطیب صاحب معراج کا بیان کرتے ہیں ۔ اور قبۃ الصخراء
میں جہاں سے ہمارے سرکارؐ آسمان تشریف لے گئے مفتی صاحب ذکر فرماتے ہیں۔
ہمنے قبۃ الصخرا میں بیان سنا ۔ مفتی صاحب منبر کے اوپر تھے اور نیچے زینوں
پر نعت خواں ۔ مفتی صاحب تھوڑا سا بیان کرکے خاموش ہو جاتے تو یہ لوگ ملکر
نعت خوانی کرتے تھے ۔ بڑا مؤثر نظارہ تھا ۔ لیکن مفتی صاحب کا اوپر بیٹھنا اور
نیچے نعت کا پڑھا جاتا ۔ ادب کے خلاف تھا ۔ منبر کے سامنے ایک تخت بچھایا
گیا تھا جس پر گورنر اور قاضی جلوہ افروز تھے ۔ گورنر نے اصرار کرکے مجھکو بھی
اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا ۔ مگر مجھکو یہ امتیاز پسند نہ آیا ۔ اختتام ذکر کے بعد میں نے
گورنر سے خواہش کی کہ خاص اس منبر پر ہمکو بھی ذکر معراج کی اجازت دی جائے
تاکہ اہل ہند فخر کریں کہ ان کی زبان میں خاص قبۃ المعراج کے اندر ذکر رسولؐ
ہوا ۔ گورنر نے خوشی سے اجازت دی اور میں نے منشی عبداللطیف صاحب
رتلامی کو جن کا ذکر اوپر آیا ہے اور جن کو پہلے سے اس کام کے لئے تیار کرکے
لے گئے تھے ۔ منبر پر بھیجدیا ۔ منشی صاحب نے جنکو آئندہ میں اپنے مقرر کردہ
لقب میاں صاحب سے یاد کروں گا ۔ اردو زبان میں نعت خوانی کی ۔ ماشاءاللہ
میاں صاحب کا لحن اول تو یوں ہی پر اثر ہے اسپر یہ خاص موقع ۔ چاروں طرف
سناٹا ہو گیا ۔ اور عرب حاضرین بھی باوجود زبان نہ سمجھنے کے بہت محظوظ ہوئے
خاتمہ پر گورنر نے اس زبان اور لحن کی بہت تعریف کی ۔ اور کہا کہ اردو زبان
ترکی کے بہت مشابہ ہے ۔ حامیان اردو اس واقعہ پر جسقدر ناز کریں کم ہے
کہ ان کی پسندیدہ زبان اردو کی معراج شب معراج میں کس اعلیٰ

مقام تک ہوگئی - الحمد للہ - دس بجے یہ سب رونق ختم ہوگئی - اور حرم کے دروازے بند کر دئے گئے - آج کی رات ہم لوگ سوچکر آئے تھے کہ ساری رات بیدار رہینگے مگر شائع حرم کو نیند زیادہ آگئی - اسلئے اُنہوں نے جلدی سے حرم کو بند کر کے آنکھیں بند کرلیں - اور نہ جانا کہ انکے ایسے جلدی سوجانے سے کتنے ارمان کشتہ ہو جائینگے اور کتنے نصیب سو جائینگے - روشنی بھی شاندار نہ تھی زیتون کے تیل کے قمقمے ٹمٹما رہے تھے - یا دو ایک میلے کچیلے جھاڑوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں - کل میں نے ایک خادم حرم سے پوچھا تھا کہ یہ جھاڑ اسقدر گرد آلود ہو رہے ہیں - کبھی صاف نہیں ہوتے - بولا کہ حکومت میں درخواست کی گئی ہے کہ شب معراج کی قربت کے سبب جھاڑوں اور قبہ کی صفائی ہونی چاہیئے وہاں سے منظوری ہوگئی تو صاف کردئے جائینگے ؛

سبحان اللہ - فرمانبردار - حکم پہ چلنے والے ایسے ہوتے ہیں - خدا ہمکو ایسے کاہل وجود اطاعت گزاروں کے سایہ سے بچائے ؛

تکیہ میں آئے اور یہاں خوب نعت خوانی کی گرماگرمی رکھی - وذالک فضل اللہ تعالیٰ ؛

۲۳ ؍ جولائی ۱۹۱۱ء

آج روانگی کا دن ہے - صبح سے لوگ ملاقات کیلئے آرہے ہیں - ان میں ایک نئے صاحب عبد السلام آفندی بھی آئے - بوڑھے ہیں - مگر ہٹے کٹے چونچال کسی جگہ عہدۂ گورنری پر مامور ہیں - یہ وہی عبد السلام آفندی ہیں جنکی مولانا شبلی نے اپنے سفرنامہ میں بہت تعریف کی ہے اور جنکے ابن عم شاکر آفندی کا دلخراش فسانہ لکھا ہے - میں نے عبد السلام آفندی کو مولانا کی تحریر عربی میں ترجمہ

کرکے سُنائی۔ بہت خوش ہوئے اور دیر تک مولانا شبلی کی تعریف کرتے رہے +

۹ بجے گورنر نے حرم میں بُلایا تاکہ مسجد حضرت سلیمان علیہ السلام کی نقب دیکھیں اور خاص دہانہ نقب پر ہماری تصویر بھی لی جائے۔ گئے۔ آج تمام مشائخ و اعیان قدس موجود تھے مسجد واقعہ نقب کے بعد سے مقفل رہتی ہے +

یہ وہ مقام ہے جسکو عیسائی دُنیا ہیکل سلیمان کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ اسکو جنّات نے بنایا تھا۔ اب یہ موجودہ مسجد اقصےٰ کی عمارت کے شرقی رُخ تہ خانے میں ہوگئی ہے۔ یعنی اسکے اوپر مسجد اقصےٰ کی عمارت ہے۔ اس میں جانے کے لئے ایک طویل زینہ سے نیچے اُترنا ہوتا ہے۔ مسجد کی چھتیں تابوتی ہیں اور اسقدر بلند ہیں کہ اگلی صناعت پر حیرت ہوتی ہے۔ پتّھر ایسے بڑے بڑے لگائے ہیں کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ جنات نے نہیں تو اُن انسانوں نے اسکو ضرور بنایا۔ جن میں مافوق العادت طاقت تھی۔ اور فن عمارت میں کامل تھے اسکی دیواروں میں کہیں کہیں حلقے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ جنات ان سے باندھے جاتے تھے +

نقب جہاں لگائی گئی ہے وہ غزیرو یہ حصّہ ہے۔ یوں تو متعدد جگہ نقب کے نشانات ہیں۔ مگر سوراخ ایک ہی ہوا ہے +

جب ہمنے نقب کے سوراخ کو جھانک کر دیکھا تو اندر سے بہت گھرا دیا یا نیز نقب کا دہانہ اسقدر مختصر تھا کہ اندر داخل ہونے کی کوئی آسان صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسکے علاوہ ایک طرح کا خوف بھی تھا۔ کیونکہ غار نہایت تیرہ و تاریک تھا تاہم خدا کا نام لیکر کرتہ و عمامہ اُتار ڈالا۔ اور لیٹ کر پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے سوراخ میں گھس گئے۔ باہر سے لوگ ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم اندر نقب میں پاؤں

خواجہ حسن نظامی ، بیت المقدس کے گورنر جودت بے اور تمام اعیان و مشائخ نقب کے دہانہ پر
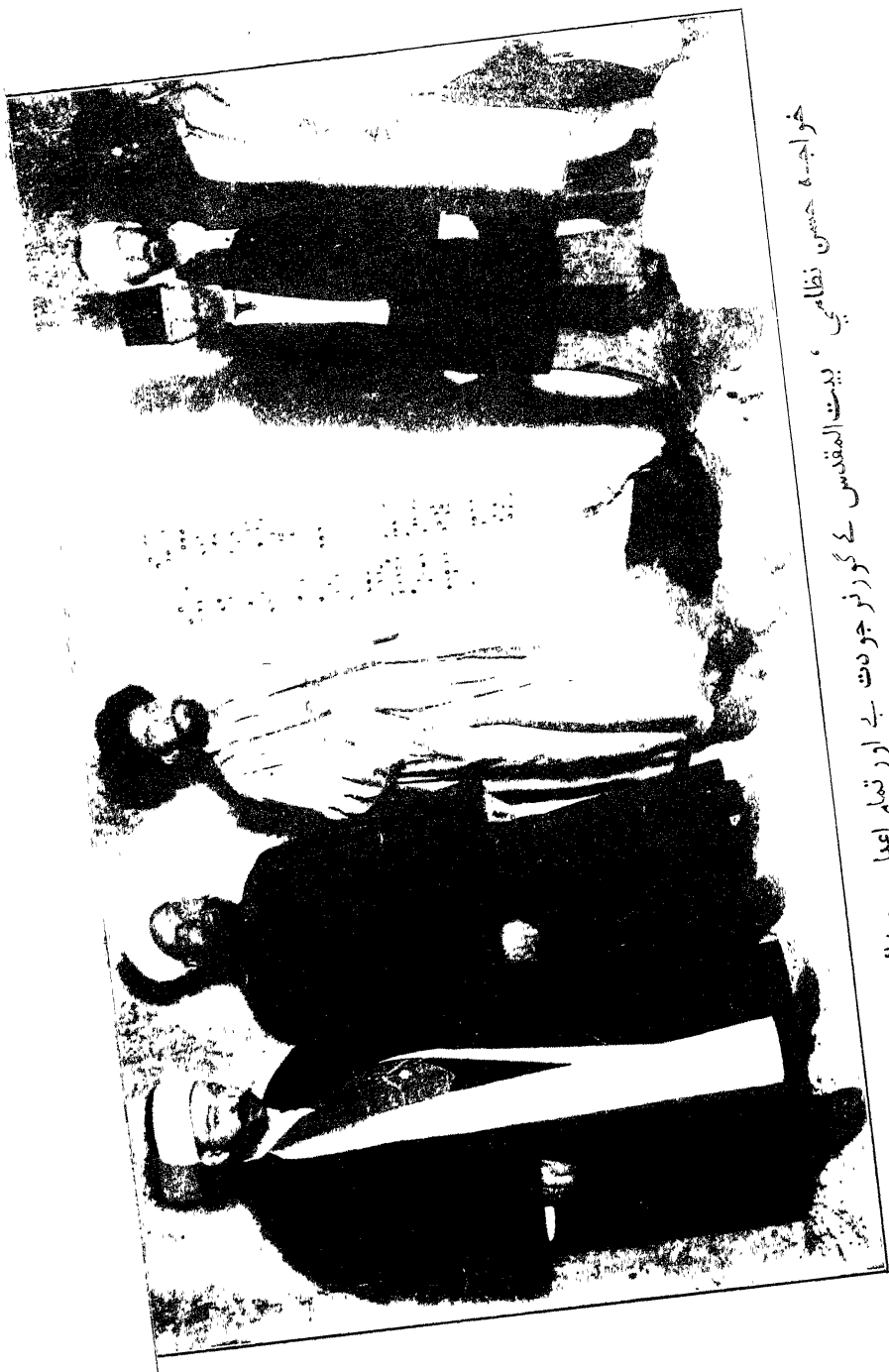
سے انہیں ٹٹولتے تھے۔ مگر وہ نہ ملتی تھی۔ یعنی بہت گہرائی تھی۔ بزیادہ وقت
پاؤں سے لگے۔ اور شمع لیکر آگے بڑھے۔ بعد میں شیخ محمود آفندی خادم
حرم بھی شمع لیکر داخل ہوئے ۔

غار اندر سے بہت وسیع ہے۔ تقریباً ۵۰ قدم طویل ہے جو کہیں کہیں
چوڑا ہے کہیں سکڑا۔ نمی اور ٹھنڈک کے سبب ہاتھ پاؤں میں درد ہونے لگا ۔
اوّل سے اخیر تک ہر حصہ غار کو نہایت اطمینان و غور سے دیکھا۔ اس غار
کی حالت اسقدر خراب ہے۔ اور پہاڑ کی اندر ایسی بے قرینہ ہیئت ہے جو کہ در
ایسے اونچے نیچے پتھر نکلے ہوئے ہیں کہ یہ گمان ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہاں کبھی
اسباب رکھا ہوگا۔ یہ مقام مصنوعی نہیں ہے قدرتی غار ہے۔ جسکو غالباً
حضرت سلیمان ؑ کے ایام میں تیغہ لگا دیا گیا ہوگا۔ اس لئے خیال ہے کہ یہاں
سے بھی کوئی چیز چوری نہیں ہوئی ۔

اگر متقدمین نے قیمتی آثار کو ایسے بے ڈھنگے گڑھے میں ڈالدینا گوارا
کیا ہوگا تو ممکن ہے کہ چوری کا قصہ صحیح ہو۔ کیونکہ یہ نقب خوب اطمینان سے
ٹٹولی گئی ہے۔ جسکا ثبوت یہ ہے کہ یہاں سے مجکو شراب کی بوتلوں کے
کاک ملے جنکو میں نے جیب میں ساتھ لے لیا۔ غالباً سردی کے سبب سارقین
نے شراب پی پی کر مال کی تلاش کی ہے۔ نقب کے دہانہ کے قریب اندر کے
رخ چھت کے پتھر پر شمع کے دھوئیں سے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ایک نام
فرانسیسی یا کسی ایسی زبان کے حروف میں تھا جسکو میں پڑھ نہ سکا۔ یہ نام
دہانہ نقب سے اندر داخل ہوتے ہی ایک گوشہ میں ہے۔ دوسرا ذرا
آگے بڑھکر ہے۔ اوّل حرف سی ہے اسکے بعد عربی خط میں کامل حسینی سنہ ١٣٢٩
لکھا ہے۔ نہیں معلوم یہ کامل حسینی کون شخص ہے اور آیا اصلی کامل حسینی ہے

یا کسی نے فرضی نام لکھدیا ہے ٭

نقب سے باہر نکلتے وقت بھی بڑی دقت ہوئی اور لوگوں نے بمشکل باہر کھینچا۔ امریکن فوٹوگرافر تیار تھا۔ نقب کے دہانہ پر ایک طرف مجھکو کھڑا کیا گیا۔ اور دوسری طرف گورنر تمام مشائخ حرم کو لیکر کھڑا ہوا۔ میں نے اپنی برابر ہندی تکیہ کے شیخ عبدالقادر کو کھڑا کر لیا۔ اور باقی ہندی برادران مثلاً سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان بمبئی والے امام الدین صاحب امرتسری عبدالقادر صاحب نگینوی گورنر کی جماعت میں کھڑے ہو گئے اور مصنوعی روشنی کے ذریعہ فوٹو کھنچ گیا۔ اسکے بعد مقام پرورش حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جو اسی مسجد کے اندر ہے۔ دوسرا فوٹو اور لیا گیا۔ اس میں بھی گورنر کے برابر کھڑا کیا گیا ہوں ٭

رخصت کیوقت گورنر سے کارڈوں کا تبادلہ ہوا اور شکریہ کے معمولی الفاظ کام میں لائے گئے ٭

تکیہ میں آنے سے پہلے حرم قدس کے وسط میں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی ٭

الوداع اے پاک و بابرکت زمین! جو آیا تھا۔ وہ جاتا ہے۔ تو بھی عدم سے آئی ہے۔ چل۔ آنے والے کیلئے جانا لازم ہے۔ کب تک ان پہاڑوں کی گود میں سوئے گی ٭

قدرت والے۔ کرم و فضل والے خدا۔ تیرا یہ عاجز بندہ مقام مقدس سے رخصت ہوتا ہے۔ اب شاید یہ شاداب و دل آویز نظارہ میرے جسم کی آنکھوں کو میسر نہ آئے۔ تیرے گھر کی خیر۔ میرے گھر کی خیر۔ تیرے بندوں کی خیر۔ میرے دوستوں بزرگوں پیاروں کی خیر۔ جسکو تو چاہتا ہے۔ اُس کی خیر جسکو میں چاہتا ہوں۔ آمین ٭

حضرت سلیمان کی مسجد کے اندر حضرت عیسیٰ کے پرورش خانہ کے پاس
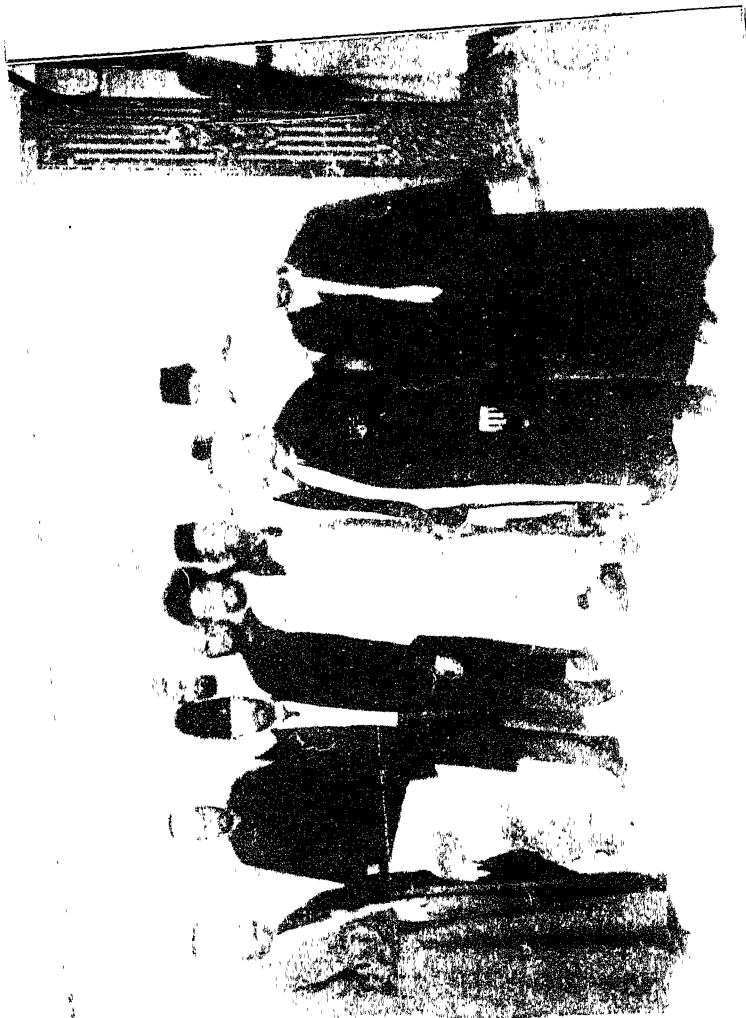
تکیہ میں آکر شیخ عبد القادر صاحب شیخ التکیہ کی خواہش کے موافق اُن کو اجازت سلسلہ چشتیہ کی دی گئی - یہاں قدس میں ایک چشتی بھی نہیں - خاصکر چشتیہ کے تکیہ میں - ایک چشتی شیخ ہونا ضروری معلوم ہوا - اسلئے شیخ عبد القادر کو مجاز بنایا گیا کہ وہ چشتیہ طریق میں لوگوں سے بیعت لیں ٭

ریل پر آئے - باوجودیکہ سب احباب کو منع کردیا تھا کہ کوئی صاحب ریل پر پہنچانے نہ آئیں - کیونکہ میری طبیعت ان ایام میں نہ استقبال کو پسند کرتی ہے نہ مشایعت کو - مگر اہل قدس کب مانتے تھے - مسلمان و عیسائی سب ہی جمع ہو گئے اور اپنی مہمان نوازی و مسافر پروری کا ثبوت دیا - رملہ ٹھہرنے کا ارادہ تھا - وقت کی کمی کے سبب پورا نہ ہو سکا - مگر منشی عبد اللطیف خانصاحب عرف میاں صاحب صبح کی گاڑی میں رملہ چلے گئے تھے - عصر کے قریب ہماری گاڑی رملہ سے گزری تو انکو اسٹیشن پر موجود پایا - رملہ کی زیارات کی یادداشت لکھتے لائے ہیں جو زیارات سفر کی فہرست میں درج ہو گی - یافہ میں حاجی درویش کے آدمی سٹیشن پر موجود تھے - ان کے ہمراہ لوکندہ میں آئے - حجاج اکثر لوکندوں میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے - حاجی درویش جیسے دلالوں کے پاس متعدد مکان ہوتے ہیں جن میں نہ صفائی کا انتظام ہے نہ فرش و پلنگ کا - انہی میں اُنکو ٹھہرایا جاتا ہے مجکو بھی حاجی سمجھ کر ان دلالوں نے بہت حیران کیا - اور متعفن گلی کوچوں میں مکان دکھاتے پھرے - آخر جب میں نے ڈانٹ کر کہا کہ میں ان کثیف مقامات میں رہنا نہیں چاہتا - صاف ہوٹل میں لے چلو تو بمشکل نصرانی کے لوکندے میں جو بہت صاف ستھرا اور دس آنہ روز کرایہ کا جامع مسجد کے قریب ہی لے گئے رات تکان کے سبب تکلیف سے گزری ٭

٭

۲۴- جولائی ۱۹۱۱ء

صبح سید ابیہ کو سب سے پہلے انگریزی کونسل کے پاس گئے کیونکہ رات کو خبر ملی تھی کہ جو مسافر دمشق و بیروت سے آئے ہیں۔ اور پورٹ سعید جانا چاہتے ہیں۔ انکو ترکی حکومت جبراً یافہ اتار لیتی ہے۔ اور پورٹ سعید نہیں جانے دیتی۔ اس ظالمانہ خبر نے ساری رات بے چین رکھا۔ اللہ۔ میرے اہل وطن ایسے ناتوان کمزور و ذلیل ہو گئے کہ ہر گورے رنگ کا آدمی انکو ٹھکرانا چاہتا ہے۔ ترک پہلے حکومت کرنی تو سیکھیں۔ اسکے بعد ہم غریبوں کو ستائیں +

انگریزی کونسل بیماری کے سبب دفتر میں نہیں آیا تھا۔ اسکے نائب نے اطمینان دلایا اور کہا کہ ہمنے استنبول وغیرہ مقامات پر تار بھیجے ہیں کہ یہ ظالمانہ کارروائی مناسب نہیں۔ امید ہے کہ وہاں سے اچھا حکم حاصل ہوگا +

یہاں سے حضرت علی بن علیم کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ آپ کی زیارت یافہ سے تین گھنٹہ کے راستہ پر ہے۔ گھوڑا گاڑی جاتی ہے۔ مگر راستہ اسقدر خراب ہے کہ گاڑی سے پیدل چلنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا راستہ کشتی کا ہے۔ مگر اسمیں بھی متعدد خوف ہیں۔ یافہ کا سمندر ہر وقت متلاطم رہتا ہے +

چونکہ حضرت علی بن علیم کی اس علاقہ میں بڑی شہرت ہے۔ کہتے ہیں۔ انکے مزار پہ جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ اور سات پشتیں اگلی پچھلی بخشی جاتی ہیں ہیں۔ ہماری جماعت کی کشش کے لئے یہ خبر بڑی مؤثر ہوئی۔ اور اُسنے چلنے پر مستعدی ظاہر کی۔ سوا روپیہ فی کس کے حساب سے کشتی ٹھہرائی گئی۔ اور ہم سب دس آدمی روانہ ہوئے۔ آخر وہی سامنے آیا جسکا ڈر تھا۔ دریا اسقدر جوش میں تھا کہ الاماں۔ سوائے میرے اور میاں صاحب و احمد بمبئی والے کے سب

چھوٹے بڑے سب قے کرتے کرتے پریشان ہو گئے - شکر ہے کہ مجھ کو بچانے چکر و تکلیف سے پانی کی اس ہلچل میں بڑا لطف آیا - اسپر طرہ یہ کہ میاں صاحب نے نعت خوانی شروع کردی - ڈیڑھ گھنٹہ میں حضرت کے مزار پہ پہنچے - یہاں دریا کے کنارے چھوٹا سا بازار لگا ہوا ہے - یہ تربوزوں کا گھاٹ ہے - ہزاروں تربوز اطراف و جوانب سے لاکر جمع کئے جاتے ہیں اور کشتیوں میں یافہ مصر و اسکندریہ بھیجے جاتے ہیں - بڑی معقول تجارت ہے - ہماری کشتی کنارے پہ آئی تو عجیب بے حیائی کا منظر دیکھا - بیسیوں نوجوان لڑکے ننگے نہا رہے تھے - جب ہم کنارے پہ اُترے تو وحشیوں کی طرح پانی سے نکل کر ہمارے گرد جمع ہو گئے - ان کا شرمناک ہجوم - اور ہمارے ساتھ عورتیں - آخر ایک سمجھدار عرب کے سمجھانے سے یہ بے حیا دور پرے ہٹے ◆

صحرائی عرب ابتک ایام جہالت کی تاریکی میں مبتلا ہیں - حضرت کا مزار ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ہے - چڑھ کر گئے - ظہر کی نماز پڑھی - اور بہت دیر تک مزار شریف کے پاس بیٹھے رہے - یہ مزار گنبد میں نہیں ہے کھلا ہوا ہے - حضرت علی بن علیم حضرت عمر فاروق رض کی چوتھی یا پانچویں پشت میں ہیں - واقعی مزار پر کیفیت پُر اثر ہے بہت جی لگا ◆

واپسی کے وقت بھی چکروں کی پریشانی رہی - تاہم میں اور میاں صاحب اس سے بھی محفوظ رہے - رات بھر لوگوں کو چکروں کی تکان نے بے آب و دانہ رکھا ◆

۲۵- جولائی ۱۹۱۱ء

آج دن بھر ہوٹل میں رہے - بعد ظہر بیروت جانے والے جہاز میں سوار ہوئے یہاں سے حافظ عبد القادر نگینوی سے جدائی ہو گئی وہ عدن کو واپس جاتے ہیں ◆

آسٹرین کمپنی کا الگڑا جہاز ہے - بیروت تک تھرڈ کلاس کا سوا مجیدی یعنے بیہ کرایہ لیا - قریب مغرب جہاز نے لنگر اُٹھایا - بعد مغرب میں کسی ضرورت سے اُٹھا تو دیکھا - جوتی ندارد ہے - چاروں طرف دیکھا - پتہ نہیں - ساتھیوں نے اپنے اپنے اسباب کی تلاشی لی - سب ٹھیک تھا - مگر سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان کے انڈے جو وہ راستہ کے لیئے بہت سے لے آئے تھے - چوری گئے - مشورہ ہوا کہ یہ کام جہاز کے نوکروں کا ہے - ساری رات ہوشیار رہنا چاہیئے - باری باری سے ایک ایک آدمی جاگے - پچھلی رات چور پھر آئے - اور متعدد مسافروں کی جیبیں کتریں - اسباب چرایا - تربوزوں کے ایک تھیلے کو کاٹ رہے تھے کہ میاں صاحب کی آنکھ کھُل گئی - اور وہ بے تحاشہ جینگر پکڑنے کو دوڑے - دیکھا کہ جہاز کا یوپین خلاصی تھا - سب مسافر جاگ اُٹھے اور خلاصی بھاگ گیا - اُسیوقت امام الدین صاحب امرتسری نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بولے کہ میری جیب کی اشرفیاں بھی چوری گئیں - اوپر چھت پر سے ایک عرب روتا ہوا آیا - کہ اُس کی جیب کاٹ کر چھ اشرفیاں نکال لیں کٹی ہوئی جیب بھی دکھائی ؎

۲۶ - جولائی ۱۹۱۱ء

یہ طوفان دیکھ کر صبح کو ان سب فریادیوں کو لیکر کپتان کے پاس گئے - اور سارا واقعہ بیان کیا - مگر اُسنے ٹالدیا - اور کہا تھرڈ کلاس کے ہم ذمہ دار نہیں - ہرچند میں نے سمجھایا لیکن مغرور آسٹرین نے تحقیقات سے صاف انکار کیا - بیروت میں جاکر انگریزی کانسل سے داد چاہیں گے - ان ممالک میں انگریز اپنی رعایا کی بڑی حمایت کرتے ہیں - یہانتک کہ اگر کسی کے پاس خرچ نہ رہے تو کرایہ وغیرہ کی مدد بھی دیتے ہیں ؎

آج صبح جہاز نے حیفہ پر قیام کیا۔ اور ہم اسکی سیر کو گئے۔ پرانی طرز کا میلا کچیلا شہر ہے۔ حجاز ریلوے کے دفاتر یہیں بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سب کو جاکر دیکھا اور کھانا وغیرہ خرید کر جہاز پر چلے آئے۔ یہاں ایک جامع مسجد بھی ہے جسکی مرمت سلطان عبدالحمید خاں نے کرائی تھی۔ اسکے کتبے سے سلطان موصوف کا نام کاٹ دیا گیا ہے۔ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ ایک عرب سے جو غالباً حیفہ کے ممتاز شرفا میں تھا۔ دریافت کیا تو اُسنے نہایت خشم آلود لہجہ میں کہا کہ یہ ہماری حریت مآب پارلیمنٹ کی کارستانی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ سلطان عبدالحمید کا نام کسی جگہ لکھا رہے۔ مینے کہا آپ لوگ عبدالحمید خاں کو پسند کرتے ہیں؟ بولا پسند کیا معنے ہم اُنکے لئے آنسو بہاتے ہیں اگر ہم کو رونے دیا جائے تو کبھی نہ تھمیں۔ اسقدر ہمارے دل اُس نیک مرد کو چاہتے ہیں۔

حیفہ سے عکہ قریب ہے۔ جہاں بابی فرقہ کے سرگروہ عبدالبہا آفندی نظربند ہیں۔ دو گھنٹہ میں گھوڑا گاڑی پہنچ جاتی ہے۔ راستہ خام ہے۔

شام کو بعد مغرب بیروت میں داخل ہوئے کشتی سے کنارے پر قدم رکھا تو مسٹر انوارالحق کو استقبال کے لئے کھڑا پایا۔ یہ خان بہادر مولوی عبدالجبار صاحب مجسٹریٹ دہلی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ انکے بڑے بھائیوں عبدالستار صاحب اور عبدالجبار صاحب نے بیروت میں ایک دارالعلوم کھولا ہے جس میں عربی و انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔

کنارے پر آتے ہی پولس نے گھیر لیا اور کہا کہ قرنطینہ جانا ہوگا۔ ہم نے بیس دن سے زیادہ قدس میں قیام کر لیا تھا۔ قانوناً ہم پر قرنطینہ لازم نہ آتا تھا مگر پولس نے ایسی بیرحمی کا برتاؤ کیا اور دو گھنٹہ ایسی اذیت دی کہ پناہ بخدا۔ رات کا اندھیرا۔ عورتوں اور بچوں کا ساتھ۔ ڈاکٹر کے نامعلوم گھر کی طرف پولس دھکے

دیر سے کرانے کے لئے جا رہی تھی۔ گاڑی میں سوار ہوئے انکی کسی کو اجازت نہ تھی۔ رات کے گیارہ بجے فرانسیسی ڈاکٹر کے پاس پہنچے اور اس نہایت مروت سے رہائی بخشی۔ پولیس کی یہ شرارت رشوت خواری کی ہوس میں تھی۔ بارہ بجتے بجتے بھوکے پیاسے ہوٹل میں آکر پڑ رہے ✤

۲۶ - جولائی ۱۹۱۱ء

علی الصبح انگریزی کانسل کے پاس گئے۔ اور امام الدین صاحب کی چوری کا قصہ سنایا۔ اُسنے ہمدردی کا اظہار اور امام الدین صاحب کو ستمبر تک پتہ دینے کا وعدہ کیا۔ اسکے بعد مسلمانان ہند کی نسبت سوال کرتا رہا ✤

کونسل سے واپس آکر جمعہ کی نماز کو گئے۔ جامع مسجد میں حضرت یحیے علیہ السلام کے ہاتھ کا مزار ہے۔ نیز ایک موئے مبارک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے ✤

جمعہ کے بعد عبدالستار صاحب الخیری دہلوی نے اپنے دارالعلوم میں مدعو کیا اور سیٹھ عبدالکریم کو بھی مع اُن کی اہلیہ کے بلایا۔ عبدالستار صاحب کی زوجہ دہلی سے آئی ہیں۔ اور مدت سے کسی ہندی عورت کو نہیں دیکھا۔ سیٹھ کی اہلیہ سے ملکر بہت خوش ہوئیں۔ یہ یہاں عرب کے دستور کے موافق برقع اوڑھ کر بازاروں میں جا سکتی ہیں اور سودا خرید لاتی ہیں ✤

عبدالستار صاحب نے کلیہ سوریہ کی سیر کرائی۔ مگر آجکل یہاں تعطیل ہے۔ یہ بیروت کی مشہور امریکن یونیورسٹی ہے۔ مولانا شبلی نے اس یونیورسٹی کے جسقدر حالات لکھے ہیں وہ غلط ہیں۔ انہوں نے کسی اور کالج کو کلیہ سوریہ سمجھ لیا۔ کیونکہ انہوں نے کلیہ سوریہ کی جو کیفیت لکھی وہ یہاں نہیں پائی جاتی۔ کلیہ دریہ بڑے فضا

موقع پہ واقع ہے۔ سرسبز پہاڑ پر اسکی عمارتیں ہیں۔ جنکے نیچے سمندر موجیں لے رہا ہے۔ اس یونیورسٹی کے مفصل حالات سفرنامہ کے دوسرے حصہ میں درج کئے جائیں گے ۔

تمام پارٹی نے بڑے لطف سے دارالعلوم کی عمارت میں جمع ہو کر کھانا کھایا اور ہوٹل واپس آئے ۔

۲۸- جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ساڑھے سات بجے بیروت سے روانہ ہوئے اور عصر کے وقت دمشق پہنچے تمام راستہ پہاڑوں کا ہے جو اسقدر سرسبز ہیں کہ بہشت کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ ان پہاڑوں کو لبنان کہتے ہیں۔ یہاں بکثرت نصاریٰ آباد ہیں اور فرانسیسی حکومت کا اثر زیادہ ہے۔

بیروت سے دمشق تک جو پہاڑ ہیں ان کی دلفریبی کا کیا کہنا۔ جب ریل کسی اونچی چوٹی پر چڑھتی تو غاروں اور وادیوں کی سرسبزی۔ انگوروں کی بیلوں کا لہلہانا۔ بادلوں کا نیچے گھرا ہوا نظر آتا۔ سامنے کوسوں سمندر کی سطح۔ ایسے نظارے ہیں کہ جی سیر نہیں ہوتا۔ یہی وہ شامی پہاڑ ہیں جنکے تذکرے توریت انجیل قرآن میں جگہ جگہ مذکور ہیں۔ ہندوستان کے ہریالے پہاڑ بھی میں نے دیکھے۔ سبحان اللہ اپنی شان میں یہ بھی نمونہ قدرت ہیں مگر شامی پہاڑوں میں غالباً خدا نے اپنے مخفی حسن کا جلوہ بکھیر دیا ہے۔ درخت اور سبز پتے تو درکنار جنگلی کانٹوں تک کی رنگینیاں اور شوخیاں آنکھوں میں کھبی جاتی ہیں۔

سبب ہوا کا یہ عالم کہ اس سرزمین میں ریل کا داخل ہونا تھا کہ دماغ میں طرح طرح کے ولولے اور جذبے پیدا ہونے لگے۔ ایک جگہ ریل ٹھہری

بیسیوں عورتیں بچے دوڑے ہوئے آگئے - ہاتھوں میں بڑی بڑی روٹیاں پنیر - اُبلے ہوئے انڈے کسی کے ہاتھ میں تازہ اخروٹ کی گری - کوئی سیب مش مش اور آلوچہ انجیر سے لبریز ٹوکریاں لئے ہوئے - دو پیسہ کا ہلیلہ یا متلیک دیا اسنے میوہ کی ٹوکری قدموں میں خالی کر دی - یا الٰہی یہ زمین ہے یا بہشت - میوہ اتنا سستا - کون کھا سکتا ہے - ہمارے یہاں جو سیب دو پیسہ اور چار پیسہ عدد آتا ہے اسکی وہاں دو پیسہ کو ایک دو سیر کی لبریز ٹوکری دستیاب ہوتی ہے اور پھر ذائقہ کی نہ پوچھئے - انجیر رنگ سبز درمیانی سیب کی برابر اور اسقدر شیریں کہ دو مشکل سے کھائے جائیں - یہی حال اور میووں کا سمجھئے - کاش ترک ان کی تجارت کرتے حفاظت کے ساتھ غیر ملکوں میں بھیجتے اور لاکھوں کروڑوں روپیہ سے خزانہ بھرتے - تاہم دوسرے پہلو سے ملک والوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملک کی چیز ملک میں رہے -

ان پہاڑوں میں جگہ جگہ آبادیاں ہیں - جن میں عموماً عیسائی آباد ہیں مسلمان بھی ہیں - امیر لوگ گرمی کے موسم میں یہاں آکر رہتے ہیں - شاندار ہوٹل اسٹیشنوں کے قریب بنے ہوئے ہیں -

ایک اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری - چند بچے لڑکے لڑکیاں پیسے مانگنے کو آگئے ایک لڑکی بولی - محمدؐ کے نام کا صدقہ مجھے کچھ دو - اس معصوم کی زبان سے ان اونچے اخضری پہاڑوں میں یہ نام کیسا بھلا لگا - مینے کہا میں اس نام پر کیا قربان کروں - پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی یہی گونجنے آیا - جو کچھ جیب میں تھا بچی کے آگے رکھدیا - آنکھیں آنسو برساتی تھیں - آواز بے قابو تھی - دل سینہ میں پھڑکا جاتا تھا - لڑکی یہ سماں دیکھ کر دعائیں دینے لگی درود شریف کے اشعار پڑھنے لگی - زخموں پر نمک پاشی تھی - اسی اثنا میں ایک

اورلڑکا آیا۔ اسنے بھی مانگا۔ اور دوسرے بچّوں سے واقعہ سُنکر اس ظالم نے بھی وہی نام لیا۔ مسافر پر کتنا ظلم تھا۔ مجکو یہ فتنے کسقدر ستاتے تھے۔ حاجی عبدالکریم سیٹھ بمبئی سے مانگ کر اسکے بھی کچھ حوالہ کیا۔ کیونکہ بے نوا کی جیب خالی تھی۔ یہ دیکھ کر لڑکی بولی۔ یا حاجی۔ واللہ ہذا النصرانی خدا کی قسم یہ تو عیسائی ہے۔ آپ نے اسکو کیوں دیا۔ مینے کہا نادان عیسائی ہے تو ہوا کرے۔ سُنتی نہیں اسنے نام کسکا لیا۔ اس نام کے دربار میں عیسائی موسائی مسلمان سب برابر ہیں۔ قربان اس نام کی ٹھنڈک کے۔ صدقے اس نام کی نشتر اندازی کے۔ نثار اس نام کی نامعلوم زخم آفرینی کے۔

عصر کے وقت دمشق کے اسٹیشن پر پہنچے۔ حاجی عبداللہ ہندی استقبال کو موجود تھے۔ یہ ہندوستانی مسافروں کی رہبری کا پیشہ کرتے ہیں۔ ہوٹل والوں کی تھوڑی سی کش مکش یہاں بھی ہوئی۔ مگر ہم لوکندہ قدس الشریف میں ٹھہرے۔ اسکے مالک سید درویش نوجوان اور ملنسار آدمی ہیں انکے والد کا ایک قدیمی ہوٹل مدینہ منورہ کے نام سے قائم ہے۔ اب انہوں نے اپنا ذاتی ہوٹل قدس الشریف کے نام سے کھولا ہے۔

دمشق پہنچتے ہی ڈاک کا خیال آیا۔ حاجی عبداللہ ہندی نے بیان کیا حسن نظامی کے نام سے بہت سے خطوط آئے تھے۔ ڈاکخانہ نے ایک ایرانی تاجر کو جسکا نام حسن نظامی ہے وہ خطوط دیدئے ہیں۔ وہ تاجر مجھ سے کہتا تھا کہ یہ ڈاک کسی ہندی کی ہے میری نہیں ہے۔ مینے امانت رکھ چھوڑی ہے۔ اس نام کا کوئی شخص آئے تو مجکو خبر کرنا۔

مجکو اس انتشار سے ایک گونہ اُلجھن تو ہوئی اور کئی ہفتہ کے انتظار کے بعد اپنے ملک کی حالت معلوم کرنے کا جو شوق تھا اُسکو صدمہ پہنچا لیکن اس

لطف ہے کہ میرا ہمنام اس شہر میں ہے غم غلط کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ہندوستان میں میرا ہمنام کوئی نہیں ہے۔ تاریخ فرشتہ میں ایک مورخ کا نام حسن نظامی سمجھتا ہوں دیکھ کر میں نے یہ لقب اختیار کیا تھا اور علی حسن کی جگہ حسن نظامی نام رکھا تھا۔ مگر دمشق میں ہمنام نکل آیا۔

وہ رات خاموشی میں گزاری۔ کھانا دوسرے ہوٹل سے منگا کر کھایا اور سو گئے۔

۲۵ جولائی ۱۹۱۱ء

صبح بیدار ہو کر سب سے پہلا کام ڈاک لینا تھا۔ حاجی عبد اللہ کے ہمراہ دمشق کی گلیاں چھانیں۔ گندی گلیاں ہیں۔ مگر بعض مقامات پر دہلی کا لطف آتا ہے پرانے شہروں میں ہر جگہ یہی منظر نظر آتے ہیں۔ ایرانی تاجر کے مکان پر پہنچے تو دروازہ نہایت پست اور بھدا معلوم ہوتا تھا۔ خیال تھا کہ مکان اندر سے نہایت مختصر اور معمولی ہوگا۔ لیکن جونہی اندر داخل ہوئے اسکو بہشت کا ٹکڑا پایا۔ چمن لگے ہوئے تھے۔ فوارے چل رہے تھے۔ سنگ مرمر کا فرش تھا۔ چھوٹی چھوٹی مرمری نہروں میں پانی بہ رہا تھا۔ تاجر صاحب دروازہ تک لینے آئے اور اندر کمرہ میں لیجا کر بٹھایا۔ یہ کمرہ سیپ کی پچی کاری سے جگمگا رہا تھا۔ دمشق میں سیپ کی پچیکاری مکانوں کے اندر بہت کی جاتی ہے اور صدہا قسم کے سامان سیپ کے نقش و نگار سے تجارت کے لئے بنائے جاتے اور بازار میں بکتے ہیں۔

ایرانی صاحب نے گرم گرم میٹھی میٹھی چاء پلائی۔ اور نمکین ڈاک مرحمت کی۔ ادھر میزبان منتظر کلمہ و کلام۔ ادھر مہمان کاغذی پرزوں کی دید میں بے چین متانت کہتی تھی۔ غیر ملک والے کے سامنے وقار کو قائم رکھو۔ ڈاک ہوٹل پہنچکر

ہے۔ جسوقت زینے پر اُترنے لگے سامنے دیوار پر ایک شعر نظر پڑا جو پتھر میں کندہ تھا۔ کہتے ہیں اسمیں کچھ اسرار ہیں۔ لوگ بہت غور کرتے ہیں اور کھڑے ہو ہو کر اس کو سوچتے ہیں۔ شعر یہ ہے۔

فذکل واحد بسموبہ وانا لباقی العصر ذالک الواحد

مینے بھی اپنے ذہن کی موافق اسکا مطلب سمجھا۔ اور اسی دن عزیزم واحدی کو لکھ بھیجا۔ چونکہ وہ عام فائدہ کی بات نہیں ہے اسلیئے یہاں لکھنا بیکار ہے۔

حضرت کے مزار پر برنجی چھپر کھٹ لگا ہوا ہے۔ جو مصطفیٰ پاشا نے ۱۲۴۴ھ میں بنایا تھا۔ پہلو میں آپ کے دو فرزندوں سعد الدین و عماد الدین کے مزارات ہیں۔ اور پائین چار قبریں اور ہیں۔ جن میں تین غیر معروف امرا کی ہیں۔ اور چوتھی شہرہ آفاق بہادر امیر عبد القادر جزائری کا مرقد مطہر ہے۔ جس نے سالہا سال فرانس کو تونس اور الجزائر میں لوہے کے چنے چبوائے اور شجاعت اسلامی کا نام روشن کیا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ مزار پہلے گم ہو گیا تھا۔ اور آپ کی پیشنگوئی تھی کہ

اذا دخل السّین فی الشین ظہر قبر محی الدّین

جب سین شین میں داخل ہو گا محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائے گی۔ لوگ اسکا مطلب نہ سمجھتے تھے۔ یہانتک کہ تمادی ایام سے آپکا روضہ ناپید ہو گیا۔ مگر جب سلطان سلیم ترک نے ملک شام فتح کیا۔ یعنی سلیم کا سین شام کے شین میں داخل ہوا تو اسنے آپ کے مقبرہ کے مقام پر کسی عمارت کے لیئے نینیاد کھدوائی تو لوح مزار نکل آئی۔ جسپر لکھا تھا۔

"ادع الی سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم

بالتی ھی احسن - اذربک ھو اعلم بالمھتدین -

ھذا القبر العبد الفقیر الی اللہ عبد اللہ محمد بن علی بن محمد ابن احمد ابن العربی الطائی الحاتمی توفی سحر اللیلۃ الجمعۃ ثانی وعشرین ربیع الآخر ۶۳۸ھ ہجری "

یہ کتبہ دیکھ کر سلطان نے درگاہ بنوادی اور مزار سٹی میں سے نکلوا لیا - یہ کتبہ اب بھی موجود ہے -

جن صاحب نے یہ قصہ بیان کیا تھا انہوں نے کہا اس پیشینگوئی کے پاس ایک دوسری پیشینگوئی درج ہے - کہ

اذا جری سکۃ الحدید ظہر دین الجدید

جب لوہے کی سڑک جاری ہوگی تو ایک نئے دین کا ظہور ہوگا -

مزار حضرت ابن عربی پر دعا

برزخ اسرار لاھوتی - آئینہ جمال ملکوتی - مظہر کمال جبروتی - عین اللاھوت فی جسد الناسوت -

وہ کہ جسکی ذات سب سے پہلے گویا ہوئی - وہ کہ جسنے رموز مخفیہ کو ظلمت از بام کیا - اور پھر بھی پوشیدہ کا پوشیدہ رکھا - صوفیوں میں پہلا وجود جسنے سینہ کے اسرار کو کاغذوں پر نمایاں کیا - اور فتوحات مکیہ و فصوص الحکم جیسی لاجواب و ضخیم کتابیں لکھیں -

میں تیرے سامنے آیا ہوں - مگر ابتک نہ آسکا - تیرے روضہ کی جالی پکڑے ہوئے ہوں مگر ابتک یہ جالی ہاتھ نہ آئی - تیرے مزار کو دیکھ رہا ہوں لیکن ہنوز وہ نظروں سے غائب ہے -

بعض کا خیال ہے کہ دمشق میں جامع اموی کے اندر یزید نے دفن کرا دیا تھا۔
اسی جگہ وہ حجرہ ہے جہاں سیدنا حضرت امام زین العابدین اور اہلبیت
مقید تھے۔ خلقت ان مقامات کو دیکھتی ہے تو بیتاب ہو جاتی ہے۔ واقعی
یہ مقامات گریہ و بکا کے قابل ہیں۔ انسان کا دل تصوّرات قدیم سے بے
قابو ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے ان جگہوں کو دیکھتا ہے۔

جامع اموی

اسلامی دنیا کی بہت بڑی مسجد مشہور ہے۔ اور واقعی بلحاظ طول و عرض اچھی ہے
لیکن عمارت کی شان ان آنکھوں کو جنھوں نے دہلی کی جامع مسجد دیکھی ہو کچھ زیادہ
اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ کرسی بالکل نہیں ہے۔ نہایت پستی میں ہے۔ چاروں
طرف لوگوں کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ اسلئے اسکی ساری خوشنمائی برباد ہوگئی
ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ باہر کا آدمی خیال نہیں کرسکتا گو وہ دروازہ مسجد پر پہنچ
جائے کہ یہاں کوئی اتنی بڑی مسجد ہوگی۔

گزشتہ ایّام میں یہ مسجد آتش زدگی سے جل گئی تھی اب عام چندہ سے
مرمت ہوئی ہے۔ اسکی بیرونی وسطی محراب پر اب بھی قدیمی رنگ آمیزی
کہیں کہیں نظر آتی ہے جسمیں مکانات اور باغوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔
معلوم ہوتا ہے ان تصاویر کی زمین سنہری تھی۔

جامع اموی میں اذان کے وقت مینار پر ہلالی پھریرہ چڑھا دیا جاتا ہے جسکو
دیکھ کر تمام شہر کی مسجدوں میں ایک وقت اذانیں ہو جاتی ہیں۔ پھریرہ بلند
ہوتے ہی جامع اموی میں بھی اذان ہوتی ہے۔

اس مسجد میں جمعہ بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے معمولی نمازیں کچھ

زیادہ اچھی نہیں ہوتیں - معلوم ہوتا ہے لوگ وقت کے پابند نہیں ہیں -
کیونکہ متعدد جماعتیں ہوتی رہتی ہیں - چند آدمی جمع ہوئے انہوں نے ایک
جماعت کرلی - اسکے بعد اور آئے انہوں نے اپنی جماعت بنالی - یہ طریقہ بہت
بُرا ہے اور اصول فقہ کے خلاف ہے +

آج رات کو جامع اموی میں جانا ہوا - دیکھا ایک جگہ حلقہ ہو رہا ہے
ٹاٹ کا کرتہ پہنے ہوئے ایک نوجوان بزرگ وسط میں تشریف رکھتے ہیں اور خلقت
چاروں طرف ہجوم کئے بیٹھی ہے - وہ ذکر کرتے ہیں - قرآن شریف خوش
لحنی سے پڑھتے ہیں اور روتے ہیں +

میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا - بہت باکیف محفل تھی - بزرگ شیخ نے
اشارہ سے اپنے پاس بُلالیا - اور فرمایا - سیدنا بلال کے مزار پر حاضر ہوئے
تھے - عرض کی - جی ہاں - فرمایا - پڑھو والضحیٰ - اور اسکے بعد خود بھی والضحیٰ
خوش نوائی سے پڑھنے لگے - مجکو بہت تعجب ہوا کہ حضرت بلال کے مزار پر
میری زبان سے بے ساختہ والضحیٰ نکلی تھی - ان بزرگ نے بھی وہی پڑھی اور
وہاں کا ذکر کرکے - اسکے بعد شیخ فوراً جوتیاں ہاتھ میں اُٹھا کر بسرعت تمام بھاگے
اور خلقت اِنکے پیچھے دوڑی - دروازہ پر جاکر شیخ نے مجکو گلے سے لگایا
اور چلدئے +

یہ مصر کے امیرزادے ہیں - انگریزی فرانسیسی جانتے ہیں - کسی کی نگاہ پڑ گئی
سب چھوڑ چھاڑ ٹاٹ کا کرتہ پہن لیا - ۲۴ - ۲۵ برس کی عمر ہوگی - ہر وقت
آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں - اب مصر سے آئے ہیں - مدینہ شریف پیدل
جانا چاہتے ہیں - انکے بھائی بھی جو بہت خوش حال ہیں پیچھے پیچھے پہنچے ہیں -
اور انکے فقیر ہوجانے سے غمگین ہیں - شاید ہمارا ان کا ریل میں ساتھ ہو -

حجاز ریلوے کی ایک گاڑی
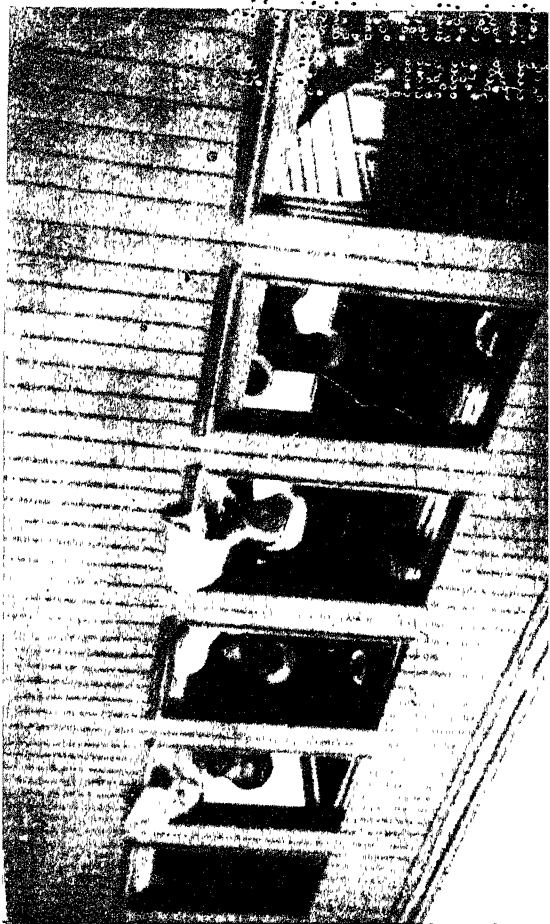
کیونکہ ان کے بھائیوں نے ریل میں چلنے کیلئے ان کو راضی کرلیا ہے۔

یکم اگست ۱۹۱۱ء

آج مدینہ منورہ کو روانگی ہے۔ دمشق میں جو کچھ دیکھا۔ اسکی تفصیل کی گنجائش نہیں متعدد مشائخ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی میں اطمینان سے بات چیت ہوگی۔ اُسوقت انکے حالات لکھے جائینگے۔ رات سے سیٹھ عبدالکریم سلیمان کی اہلیہ توشہ سفر کی تیاری میں ہیں۔ میٹھی سلونی روٹیاں تل رہی ہیں۔ راستہ تین روز کا ہے مگر انہوں نے سامان چھ دن کا کیا ہے۔ بیشک احتیاط اسی کی متقاضی ہے۔ کیونکہ بچّوں کا ساتھ ہے۔ مینے کھانے کا کچھ سامان نہیں لیا۔ کیونکہ سیٹھ صاحب کا مہمان ہوں۔ انکی اہلیہ بیچاری بڑی عقیدت و محبّت سے اصرار کرتی ہیں کہ کھانا ہمارے ساتھ ہی رہنا چاہیئے۔

عصر کے وقت ریل پر پہنچے۔ اسٹیشن شہر سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ اور بہت مختصر بنا ہوا ہے۔ نیا نیا معاملہ ہے رفتہ رفتہ ٹھیک ہوجائیگا۔ تین گنی انگریزی اور تین مجیدی ترکی میں مدینہ شریف کا فی کس ٹکٹ خریدا۔ لوگوں نے تختے خرید لئے ہیں۔ انکو ریل کے اندر بچھاکر بچھونا کرلینگے۔ کیونکہ تین رات دن کا رہنا ہے۔

حجاز ریلوے

کی گاڑیاں ہندوستان کی بڑی ریل سے چھوٹی اور چھوٹی لائن سے بڑی ہیں۔ انکے اندر صفائی اور روشنی کا اچھا انتظام نہیں ہے۔ دو درجے ہیں۔ ایک تھرڈ اور ایک فرسٹ۔ انٹر اور سکنڈ نہیں ہے۔ روشنی رات کو بارہ بجے تک تیل

کے تیل کی رہتی ہے اور اسکے بعد خاموش۔ افسر کہتے ہیں اب سو جاؤ۔ روشنی کی کیا ضرورت ہے۔ سچ تو ہے کفایت شعار حکومت کا کہنا۔ فرسٹ کلاس میں مخملی گدے ہیں۔ اور کچھ زیادہ فرق تھرڈ سے نہیں ہے۔ اسلئے لوگ عموماً تھرڈ میں سفر کرتے ہیں۔ ٹرین میں کوئی گاڑی جیسا کہ ہندوستان میں مشہور ہے نماز کے لئے مقرر نہیں ہے۔ نہ نماز کے اوقات میں ریل کہیں ٹھہرتی ہے۔

عصر کے بعد گاڑی روانہ ہوئی۔ اسوقت شوق مدینہ نے اکثر مسافروں کو بے قرار کردیا۔

شروع شروع میں راستہ بہت سرسبز رہا۔ اسکے بعد خشک پہاڑ آنے لگے راستے کے اسٹیشن عموماً اچھی حالت میں ہیں۔ مگر مسافروں کی آبادی یعنی چڑھنا اُترنا کم ہے۔ بلکہ بالکل نہیں ہے۔ کھانا کسی جگہ نہیں ملتا۔ بڑے بڑے مقامات پر ڈبل روٹی اور پنیر مل جاتا ہے۔ اسی واسطے مسافر دمشق سے کھانا ہمراہ لے لیتے ہیں۔

روزنامچہ کا التوا

راستہ کی بے اطمینانی اور اسکے بعد مدینہ شریف میں چند خاص حالات کی مصروفیت کے سبب روزنامچہ کا سلسلہ ملتوی ہوگیا۔ یادداشتیں لکھ لی جاتی تھیں۔ انہی کی بنا پر ہندوستان پہنچکر آگے کے واقعات قلم بند کئے گئے۔

مدائن صالح نام اسٹیشن پر ایک سوڈانی عرب ملازم ہیں۔ گورے رنگ کے آدمی ہیں۔ ہندی کی لڑائیوں کے بعد یہاں چلے آئے۔ بہت سمجھدار معلوم ہوتے ہیں حاجی حسن ابراہیم نام ہے۔ انگریزی بول لیتے ہیں۔ اسلامی درد کا یہ عالم ہے کہ روتے ہیں۔ اور رُلاتے ہیں۔

سوڈان کے ایک امیر سلطان علی دینار کا قصہ بیان کیا کہ وہ دارفول میں رہتا ہے۔ آزاد و مختار ہے۔ انگریزوں کو کچھ سالانہ دیدیتا ہے۔ ساٹھ ستر ہزار فوج کا مالک ہے۔ اسکے علاقہ میں اگر کوئی مسلمان انگریزی یا ترکی ٹوپی پہنے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر نصرانی اسلامی لباس پہنے تو وہ بھی مار ڈالا جاتا ہے۔

مدائن صالح بہت پُرانہ مقام ہے۔ قرآن شریف میں حضرت صالح پیغمبر کی قوم کا جو ذکر آیا ہے اسکے آثار پہاڑوں میں ابتک موجود ہیں۔ یعنے ریل میں سے پہاڑوں کے اندر مکانات کے دروازہ معلوم ہوتے ہیں۔ عموماً یہ سنگ سرخ کے ہیں۔ جنکی محرابیں خوشنما ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں صدہا خوبصورت عمارتیں اُسوقت کی ویران پڑی ہیں۔ مینے وہاں جانا چاہا۔ کیونکہ ریل کئی گھنٹہ ٹھہرنا چاہتی تھی۔ مگر اسٹیشن والوں نے منع کیا۔ کہ بدو مار ڈالتے ہیں۔ سپاہیوں کو ہمراہ لیکر جانا چاہیئے۔

ان آثار قدیم کی حکومت کی جانب سے کسی قسم کی حفاظت نہیں ہے بلکہ یہانتک غفلت ہے کہ ریلوے افسروں نے بعض عمارتوں کو توڑ کر انکے پتھروں کی روڑی ریل پر بچھادی ہے۔

دور سے ان دروازوں پر جو نقش و نگار نظر آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر بہت سی چیزیں قابل دید ہونگی۔

اس سے آگے بڑھ کر اسٹیشن اصطبل کے پاس پہاڑ پر قصر عنتر کے نشانات ہیں۔ یہ شداد کا مشہور قلعہ تھا۔ جو ویران پڑا ہوا ہے۔

دمشق سے مدینہ منورہ تک پہاڑ ہی پہاڑ نظر آتے ہیں۔ کوئی جگہ پہاڑوں سے خالی نہیں دیکھی۔ نہ آبادی کا کوئی نشان نظر آیا۔ بعض مقامات پر پہاڑ عجیب وضع کے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیو زاد الگ الگ کھڑے ہیں یعنی

یہ پہاڑ مسلسل نہیں ہیں۔ اور قدرتی طور پر ایسے ہیں جیسے کسی نے تراش کر بُتوں کی شکلیں بنائی ہیں ؛

معلوم ہوا کہ اس راستہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شام کے ملک میں تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ نے ان تمام عجیب پہاڑوں اور آثار قدیم کو دیکھا تھا ؛

ظاہر ہے کہ سب سے بڑے کامل انسان کے دل پر ان ویران نظاروں اور عجیب وغریب اشکال کے پہاڑوں کا خاص اثر پڑا ہوگا۔ جبکہ ہم جیسے ناقص وجود متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حادثہ

درمیانی راستہ میں ایک دن ریل رُک گئی اور ایک رات دن جنگل بیابان میں کھڑی رہی۔ معلوم ہوا آگے کہیں کوئی حادثہ پیش آگیا تھا۔ سڑک ٹوٹ کر انجن گر پڑا تھا۔ جب نئی سڑک بن گئی تو ہماری ریل گزری۔ وہ رات ہماری ٹرین کے مسافروں میں عجیب تشویش کی تھی۔ کیونکہ ہر وقت چوروں اور ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ مگر شکر ہے کہ خیریت رہی۔ البتہ جن لوگوں نے کھانا صرف تین روز کا ہمراہ لیا تھا وہ فاقہ کشی کی مصیبت میں تھے۔ چھ دن میں مدینہ شریف پہنچے۔

ہماری گاڑی میں ملیبار کے چند حاجی تھے۔ انکے بچے بھُوک کے مارے روتے تھے۔ خدا کی شان ہے ساری ٹرین میں وہی سب سے زیادہ مالدار مگر اسوقت سب سے زیادہ بھوکے تھے۔ ہمارے حاجی عبدالکریم سیٹھ نے اپنی روٹیوں کے پشتارہ سے انکی مدد کی اور انکی اہلیہ کی پیش بندی واحتیاط کام آئی جو انہوں نے پہلے ہی چھ دن کا کھانا ہمراہ لے لیا تھا۔

تبوک

راستہ میں تبوک کا مشہور مقام بھی آتا ہے جہاں صحابہ کا کفار سے بڑا قتال ہوا ہے ۔ اب وہاں سلطان عبدالحمید کی مسجد اور ایک پرانا قلعہ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے ۔ معمولی سی آبادی ہے ۔ امید ہے کہ ریل کے سبب خوب رونق ہو جائے گی ۔

مدینہ منورہ

چھٹے دن فجر کی نماز کے بعد سے مسافروں میں خوشیاں ہیں کہ وہ قریب ہی جسکے لئے آئے ہیں ۔ ذرا اور دن چڑھا تو کالے پہاڑوں کے بیچ میں سبز گنبد کی کچھ یونہی سی چمک نظر آئی ۔ جیسے اندھیری رات میں کہیں دور آسمان کے کنارے ۔ بجلی کوندا کرتی ہے ۔ اس سبزی کی جھلک نے جو کہرام گاڑی میں مچایا وہ دیکھنے کے قابل تھا ۔ کلیجے پھٹے جاتے تھے ۔ ہاتھ گریبانوں پر تھے ۔ شاید دل تھامتے تھے ۔ یا کرتے چاک کرتے تھے گردنیں کھڑکیوں سے باہر تھیں ۔ آنکھیں ٹکٹکیاں باندھ رہی تھیں ۔ ریل اہراتی ہوئی دوڑ رہی تھی ۔ ایلو ۔ وہ سامنے ۔ اب تو خوب صاف ۔ اچھی طرح ۔ نظر آتا ہے ۔ ہاں سبز گنبد ہے ۔ اونچے مینار ہیں ۔ مدینہ آیا ۔ مدینے آیا ۔ ذرا میں بھی ۔ دیکھوں ۔ کہاں ہے ۔ کیا ہے ۔ کیوں ہے ۔ کیا کہتا ہے ۔ کچھ سُنا ۔ آسمان والے نغمہ سرائی کر رہے ہیں ۔ انجن کو روکو پہلے وہ کیوں جائے ۔ مادی روح ۔ مادی جسم ۔ کا پتلا ۔ ہم کو بڑھنے دو اشرف المخلوقات ہیں ۔ اشرف الانبیاء کی اشرف امت ہیں ۔ بعد از

بصیرت رکھتے ہیں۔ لو وہ رُک گیا۔ ذرا دیکھنا۔ کیسی سہانی لمبی لمبی قباؤں والے۔ نورانی چہرے۔ استقبال کو آئے ہیں۔ آنکھیں سامنے سے ہٹیں تو میں بھی دیکھوں۔ کہتے ہیں۔ اُترو۔ پہلے کون سا قدم اُتاروں۔ سر کے بل کیونکر چلا کرتے ہیں۔ یونہی چلوں۔ دل دھڑکتا ہے۔ اسے سنبھالوں ہاتھ پاؤں میں رعشہ ہے۔ جسم کی توانائی نے جواب دیدیا۔ کیا کروں۔ لوگو میرا ہاتھ لینا۔ میں چلا۔ سہارا دو۔ کہ میں گرا۔

پلیٹ فارم کے سنگریزوں نے پاؤں سے مصافحہ کیا۔ اور حسن عبدالجواد آفندی مزورنے ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

پھر دیکھا تو حرم کے سامنے ایک مکان کی تلاش تھی۔ جو مل گیا۔ باب رحمت کے سامنے تین گنی کرایہ پر ٹھہرا۔ اسباب رکھا۔ غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ اور حاضری دربار کی تیاریاں ہونے لگیں۔

مدینہ کا داخلہ

مراد مندی کا پہلا دن

مزور صاحب باب السلام سے اندر لیکر گئے۔ وہ کچھ کہتے جاتے اور کہلواتے جاتے تھے۔ پہلا دن تھا۔ قہر درویش برجانِ درویش۔ طوطے کی طرح سبق پڑھتا تھا۔ لیکن لطف خاک نہ آیا۔ زبان کہنا چاہتی تھی یا۔ مزور کہتے تھے السلام۔ جگہ جگہ نذر نیاز کی طلبی۔ بھائی سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ مجھے ذرا بابا جان کی چوکھٹ چوم

لینے دو۔

ہزار صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر نماز کے بعد ہم سلام پڑھوا دیا کرینگے۔ مینے عرض کیا۔ نہیں جناب مجکو میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ آپ کے جو حقوق ہیں پیش کردئے جائیں گے۔

واہ کیا اخلاق ہے۔ میرے دیوانہ پن سے کبیدہ نہیں ہوئے۔ بخندہ پیشانی فرمایا۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ آزاد ہو جس طرح چاہو کرو۔

اسی مبارک دن کی عصر پڑھی۔ اور بے تابانہ اُن سبز جالیوں کی طرف بڑھا۔ جو مسجد میں بائیں طرف نظر آتی ہیں۔ معمولی جالیاں ہیں۔ سبز رنگ پھیر دیا ہے۔ اندر خبر نہیں کیا ہے۔ جھانک کر دیکھو۔ سبز غلاف پڑا ہوا ہے۔ جسپر کچھ لکھا ہے۔

لیکن بجلی معمولی تانبے کے تار میں رہتی ہے۔ تلوار کی کاٹنے والی دھار لوہے کی ہوتی ہے۔ ابرِ رحمت کی بوند بھی کیسی چھوٹی۔ مگر شیریں اور سیراب کنندہ یہی حال اس حجرے کا ہے۔ دیکھنے میں معمولی جگہ۔ حقیقت میں خدا کے بعد ہر چیز سے اعلیٰ و بزرگ۔

جھانک رہا تھا۔ اور دل سے یہ بے ادبانہ باتیں کر رہا تھا۔ یکایک کلیجہ میں ایک ہوک سی اُٹھی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ کسی نے سر کو جالی سے لگا دیا۔ آنکھوں نے مینہ برسانا شروع کیا۔ ہونٹ اس ٹھنڈی جالی کو چومتے تھے اُنگلیاں گڑی جاتی تھیں۔

ادب۔ اے گستاخ تخیل۔ ادب اے ناپاک غور۔ یہ مکان فلسفیانہ سوچ بچار کا نہیں ہے۔ یہاں شاہ اپنا پالٹیکس بھول جاتے ہیں۔ عقلاء عقل سے دست بردار ہو کر آتے ہیں۔ یہ محبوب خدا کی خوابگاہ ہے۔ یہ وہ خوش نصیب خطہ ہے۔ جسکی قسمت پر آسمان و زمین۔ عرش کرسی رشک

کرتے ہیں ۔

بابا جان! مجھے اپنا بنالو ۔ اور اسکو جسے میں اپنا بنانا چاہتا ہوں ۔ اور اُسے جو میرا بننا چاہتا ہے ۔ اور کیا کہوں ۔ سب بھول گیا ۔ خبر نہیں کیا کیا کہنا تھا ۔ ہزاروں سلام ہیں ۔ ہزاروں پیام ہیں ۔ دعائیں ۔ شکوے ۔ احوال دل ۔ اسوقت ایک یاد نہیں ۔ ہاں یاد آیا ۔ حلقہ ۔ اسکے ممبر ۔ خادم ۔ رکن معاون ۔ عورت مرد سب ۔

گرمی کا یہ عالم ہے کہ کسی پہلو چین نہیں ۔ مگر حرم کے اندر قدم رکھا ۔ گویا سرد خانے میں چلے گئے ۔ ہر چند غور کیا ۔ اسکی عقلی وجہ سمجھ میں نہ آئی ۔ دوسری عجیب بات یہ ہے کہ پانی برف کی مثل ۔ مٹی کی بیشمار چھوٹی چھوٹی صراحیاں حرم میں جگہ جگہ رکھی ہیں ۔ لوگ گھر میں کھانا کھاتے اور پانی یہاں آکر پیتے ہیں وہی مثل صادق ہے کہ میاں ایسی جلدی آنا کہ کھانا وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو ۔ نیک اور فیاض لوگوں نے آدمی مقرر کر رکھے ہیں ۔ جو صراحیاں بھر بھر کر رکھتے اور لوگوں کو پلاتے ہیں ۔ ان کو زمزمی کہتے ہیں ۔ اس میں دو فائدے ہیں ۔ جو بیچارے کچھ آمدنی نہیں رکھتے اور مدینے شریف میں رہنا چاہتے ہیں اُن کی معاش اس طرح نکل آتی ہے ۔ اور زائرین رسول کو ہر وقت ٹھنڈا برف سا پانی ملتا رہتا ہے ۔

تصویروں میں حرم رسول کی اصلی شان معلوم نہیں ہوتی ۔ صرف صحن ۔ باہر کے ستون روضہ منورہ نظر آتا ہے ۔ لیکن اندر داخل ہو کر دیکھو حرم بڑی وسیع اور گنجائش دار جگہ ہے ۔ پچیس تیس ہزار آدمی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ اسکی مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے تعمیر کی ہے یہ التزام تعریف کے قابل ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

کے پیچھے حنبلی ۔ شافعی بھی صدنا ہوتے ہیں ۔ تاہم یہ جدا جدا نمازیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں ۔ حرم نبوی میں مسلمانوں کو ہر اعتبار سے یکجان ہو جانا چاہیئے ۔

جمعہ کے روز بڑی بہار ہوتی ہے ۔ مجھکو دو جمعے میسر آئے ۔ جسوقت امام خطبہ میں قبۂ رسول اللہ کی طرف ھذا رسول اللہ کہکر اشارہ کرتا ہے تو مسافرانِ دیار پاک بے قرار ہو جاتے ہیں ۔ اور دل میں عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔

قبہ پاک اور بچے

ایک دن میں نے یہ رسم نہایت دلچسپی سے دیکھی کہ شام کے وقت شیرخوار بچے قبۂ پاک کے اندر سے گزارے گئے ۔ معلوم ہوا جمعرات کا دن اس کے لئے مقرر ہے ۔ بیسیوں آدمی بچّوں کو عمدہ صاف کپڑے پہنا کر گود میں لاتے ہیں ۔ ان بچّوں کے ساتھ تھوڑی سی روٹی یا مٹھائی بھی ہوتی ہے ۔ جب روشنی کے وقت قبۂ پاک کھُلتا ہے تو خواجہ سرا ان بچّوں کو گود میں لیکر گود میں اُٹھا قبہ پاک کے اندر مزار شریف کا طواف کرا کے لے آتے ہیں ۔ جسوقت یہ بچّے باہر نکلتے ہیں تو خلقت دیوانہ وار بچّوں پر گرتی ہے ۔ اور اُن کو ہاتھ لگا لگا کر چومنا اور آنکھوں سے لگانا چاہتی ہے ۔

بچّوں کے لئے یہ بڑے خطرے کا وقت ہے ۔ اگر خلقت کو بزور نہ روکا جائے تو بیچارے بچّے پسکر چورہ ہو جائیں ۔ روٹی اور مٹھائی جو بچّوں کے ساتھ ہوتی ہے کُنبے رشتہ میں تقسیم کی جاتی ہے ۔ اور بچہ والی عورتوں کو سب عورتیں مبارکباد دیتی ہیں ۔ کہ بوا تمھاری خوش نصیبی مبارک ہو خدا نے یہ دن دکھایا کہ بچّہ رسولِ خدا کے دربار سے فیض یاب ہوا ۔

معجزہ

یہاں یہ امر معجزہ سے کم نہیں کہ بیسیوں شیرخوار بچے جمع ہیں۔ رو رہے ہیں کلبلا رہے ہیں۔ مگر جونہی قبہ پاک میں داخل ہوئے چپ ہو گئے۔ چنانچہ جب باہر آتے ہیں تو دو چار نہیں سب کے سب خاموش ہوتے ہیں۔ اور تعجب تو اسپر ہے کہ جب خلقت ان پر جھپٹتی ہے اور کھینچا تانی کرتی ہے اسوقت بھی یہ بچے نہیں روتے۔

مدینہ کا چاند

چودھویں تاریخ شب برات۔ صاف۔ دُھلا دُھلا آسمان۔ عشا کی نماز پڑھ کے اپنے گنگوہی دوست مولوی سید احمد صاحب کے دولت خانہ پر شب باشی کے لئے گیا گرمی کا موسم چھت پر چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ مولانا نے ہندی تحفہ پان کھلایا۔ جب وہ تشریف لے گئے۔ تو دماغ میں تمباکو کا اثر معلوم ہوا اور چکرانے لگا۔ کھڑے ہوکر ٹہلنا شروع کیا ناگاہ گنبد خضرا پر نظر پڑ گئی۔ جو چودھویں رات کے چاند سے اشارہ بازی کر رہا تھا۔ کیا سوہانی چاندنی ہے۔ کھجور کے درخت گیسو نما ٹہنیوں کو سر پر لئے جگہ جگہ سرو بالائی شان سے کھڑے ہیں۔ آس پاس کی خانقاہوں سے ہوحق کی صدائیں آرہی ہیں۔ سفید نور میں یہ کالے پہاڑ بھی نظر فریبی میں کم نہیں۔ مدینہ کا چاند کس کو نصیب۔ مدتوں تصورات کی آنکھوں نے خیالی چاندنیاں دکھائیں۔ اور تخیل کوئے یثرب کی شب ماہتاب دکھانے لایا مگر یہ حقیقی نظارہ پھر اصلی ہے۔ اصل کیسی نقل میں بات کہاں۔ اتنے میں

ہو سکتی ہیں +

میرا وطن اقامت ہندوستان جاگا ہے۔ اُٹھنا چاہتا ہے۔ بلکہ اُٹھ رہا ہے۔ ہماری سب افراد میں حرکت پیدا ہوئی ہے۔ تعلیمی جامعہ اسلامی (مسلم یونیورسٹی) کا ستارہ افق امید پر طلوع ہوگیا ہے۔ ہم اسکو چاند بنائیں گے۔ اور آگے بڑھینگے۔ ٹھنڈی روشنی میں حرارت پیدا کرینگے اور تارے کو سورج بنادینگے۔ اس کوشش میں ہمارے مال۔ اوقات۔ یہانتک کہ نفوس قربان ہونگے۔ اور آپ کے طفیل ہم سب کچھ کرینگے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ترقی کی یہ شاہراہ ہم کو صاف کر کے دی جائے گی۔ یا توڑ پھوڑ کر۔ اگر بیچ میں روکاوٹ ڈالی گئی تو ہم ہر ممکن جدوجہد سے اس روکاوٹ کو دور کرینگے۔

بھلا ہو آغا خاں اور امیر علی کا۔ بھلا ہو وقار الملک اور اُنکے مددگاروں کا۔ انکے دل خلوص اور استقلال سے ماموررہوں۔ اِنکے حوصلے بڑھیں۔ اور استقامتِ دین کا قلعہ فتح ہو۔

خیر ہو ہمارے دینی بزرگوں کی۔ سلامت رہیں پیشوایانِ دین۔ نازل ہو برکت و رحمت حضرت مولینا پیر مہر علیشاہ گولڑوی و حضرت مولنا شاہ بدر الدین پھلواروی و حضرت دیوان سید امام الدین اجمیری۔ و حضرت دیوان سیّد محمد پاک پٹنی و مشائخ تونسوی و صاحبزادگان اجمیر شریف و صاحبزادگان مہرولی و صاحبزادگان چراغ دہلی۔ و دیوان ہانسی و صاحبزادگان حضرت محبوب الٰہی و کلیری و حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی و میاں عبد الصمد فخری و صاحبزادگان بہاروی و مشائخ نیازی و مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی و سیّد جماعت علیشاہ علی پوری و استاذی مولوی محمد یحییٰ گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی و جمیع علمائے دہلی

ودیوبندوندوہ و فرنگی محل پر +
مقبول ہوں خدمتیں خادمان قوم - آفتاب احمد خاں - و نواب مزمل اللہ خاں و مولوی شبلی و مولوی حبیب الرحمن خاں و حاذق الملک و میاں محمد شفیع و مولوی رفیع الدین و سید حسین بلگرامی و حکیم نورالدین قادیانی - و خواجہ کمال الدین - و شیخ محمد اقبال کی اور فائدہ مند ہوں مسلمان ان کی اور سب خادمان قوم کی خدمت گزاریوں سے +

ترقی ہو اخبارات قوم - وکیل - ملت - وطن - پیسہ اخبار - کامریڈ - آبزور - البشیر - علیگڈھ گزٹ - دبدبۂ سکندری - نیر اعظم - مخزن - تمدن - صوفی - نظام المشائخ پنجاب ریویو - مشرق - زمیندار - نیر آصفی وغیرہ کی - پیدا ہو یکجہتی قوم کے ان سب اخباروں میں +

فائز المرام ہوں آپ کی محبت میں - کامیاب ہوں دین و دنیا کے مقاصد میں میرے احباب ذو الاخلاص - ساکنان دہلی - لاہور - بمبئی - حیدرآباد - جالندہر - امروہہ گوئٹہ - ریواں - الہ آباد - کلکتہ - پٹنہ - امرتسر - جاورا - الور - راجکوٹ - مانگرول - مانا داور - میرٹھ - کانپور - مدراس - عدن - آگرہ - سیوہارہ - پانی پت انبالہ - لکھنؤ - گوالیار - رامپور - سہارنپور - بریلی - وغیرہ کے -

اے سرور دو جہاں دہلی کے برباد شاہزادوں کا نالہ و بکا پیشکش ہے - یہ تاج و تخت کو نہیں روتے - انکو روکھی روٹی کا ٹکڑا - اور تن ڈھکنے کو موٹا جھوٹا کپڑا درکار ہے - ان کی ذلت و رسوائی کی حد ہو چکی - بداعمالیوں کا کافی بدلہ مل گیا - اب خطا پوش پروردگار سے انکو معافی دلوائیے -

امت کے یتیموں پر بھی ایک نظر لطف - انکا مفلسی کے وقت کوئی پرسان حال نہیں - دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں - اور دشمنان اسلام کی کمند کفر میں باندھے جاتے

بحث رہی - میں نے ان سے کہا کہ ترکی حکومت خلافت کا کچھ کام نہیں کرتی- آپ
اسکو رغبت دلائیے کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں کام شروع کیا جائے -
شیخ الحرم نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ کیا کام ہونا چاہئے - میں نے کہا- آپکو
معلوم ہے کہ آجکل تمام دُنیا کے مسلمان ٹرکی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت
سلطان روم کو اپنا مذہبی خلیفہ اور پیشوا مانتے ہیں - مگر یہ عقیدہ بیکار ہے- جبتک
اسکا عملی ظہور نہو- خلافت کا دارومدار خدمت حرمین پر ہے - لہذا سلطان کو چاہئے
کہ وہ اپنے نائب کے ذریعہ ہرسال آنے والے حاجیوں سے تعلقات
بڑھائیں اور انکی مذہبی ضرورتوں کو معلوم کرکے اسمیں دخل دیں -
مثلاً بعض ملکوں میں بعض مسائل کے سبب مسلمانوں میں اختلاف ہے خلیفہ
کو چاہئے کہ وہ ان اختلافی مسائل کے بارہ میں مسلمانوں کو حکم دیں کہ اختلاف ترک کرکے
سب کو متحد ہو کر کام کرنا چاہئے - مدینہ منورہ میں خلافت کے زیر اثر ایک دارالافتا قائم کیا جائے
جہاں سے تمام اسلامی دنیا کو اسکی ضرورت و سوال کے وقت فتویٰ بھیجے جایا کریں
اور ایک ایسا محکمہ خبر رسانی مہیا ہو جو مسلمانوں کی مذہبی حالت کی خبر رکھے اور جس
ملک کے مسلمانوں میں کوئی مذہبی کمزوری محسوس ہو خاص فرمان کے ذریعہ ان کو
ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کریں -
ہرسال جو حاجی یہاں آئیں ان سے نائب خلیفہ اپنے ہاتھ پر امیر المومنین کی
اطاعت و تسلیم خلافت کے لئے بیعت لیں - اور انہیں میں چند لوگوں کو اجازت
دی جائے کہ اپنے ملکوں میں جاکر خلیفہ کے نام سے بیعت لیں - اس بیعت کو
ملکی و سیاسی معاملات میں کچھ دخل نہو - بلکہ اتباع خدا رسول اور اطاعت حکم خلیفہ
کے لئے برائے بجا آوری فرائض دین یہ بیعت لی جائے -
شیخ الحرم نے فرمایا تجاویز تو بہت اچھی ہیں مگر ان میں کئی دقتیں ہیں - اول

تو زبان کی مشکل ہم لوگ ہر ملک کی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ پھر کیونکر اپنا مطالب ان کو سمجھا سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ جس وقت عمل شروع کیا گیا اجنبی حکومتیں شبہ کریں گی کہ ہم کوئی خطرناک سازش کفار کے خلاف کر رہے ہیں۔

میں نے جواب دیا۔ زبان کی مشکل کا نہایت آسان حل یہ ہے کہ مزدور لوگ زبانوں سے واقف ہیں۔ جاوا کے مزدور جاوی مسلمانوں کو سمجھائیں۔ ہندوستانی مزدور ہندیوں کو سمجھائیں۔ اس طرح یہاں ہر ملک کے مزدور موجود ہیں۔ جو بہت خوبی سے ترجمانی کر سکتے ہیں۔

دوسرے اندیشہ کا جواب یہ ہے کہ جب آپ محض مذہبی باتوں پر اپنے عمل کی بنیاد رکھیں گے تو کوئی وجہ نہیں جو غیر حکومتیں شک کریں۔ اگر شک کیا جائے تو ان کو سمجھا دینا چاہیئے کہ ہمارا کام صرف امور دین سے تعلق رکھتا ہے۔ انکے شک وشبہ کا اندیشہ رہے گا تو ایک دن آپ کو رسم حج سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ کیونکہ اجنبی بادشاہ اس رسم کو بھی خوفناک نظروں سے دیکھتے ہیں۔

شیخ نے بہت تامل اور غور خوض کے بعد فرمایا کہ اسکا تذکرہ ارکین خلافت سے کرونگا۔ میں خود اور اکثر اہل حکومت ان کاموں کی ضرورت کے قائل ہیں مگر کیا کریں اغیار کام کرنے کی مہلت نہیں دیتے ۔

کمشنر مدینہ حسن بصری

ایک دن حسن بصری کمشنر مدینہ منورہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ بھی بہت لائق اور ہوشیار آدمی ہے ۔ مذکورہ امور پر ان سے بھی گفتگو ہوئی ۔

حرم کے اندر جو اختیارات شیخ الحرم کو ہیں ۔ ایسے ہی اطراف مدینہ میں کمشنر کے اختیارات ہیں ۔

[illegible]

پارلیمنٹ کے قیام سے جو بہ باتوں کا دخل مدینہ منورہ میں ہوتا جاتا ہے۔ آجکل حال میں میونسپل کمیٹی قائم ہوئی ہے جو روشنی اور صفائی کا انتظام کر رہی ہے۔ پھر بھی بعض طریقے قابل اصلاح ہیں۔ خاص کر صفائی کے معاملے میں تو بہت جلد توجہ کی ضرورت ہے۔ خاص حرم کے قریب طہارت یعنی بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں۔ انکی بدبو بہت ناگوار ہے۔ اور ادب کے بھی خلاف ہے۔ یہ طہارت بہت عرصہ میں صاف ہوتے ہیں۔ میں نے شیخ الحرم سے اور کمیٹی کے سکریٹری سے ان امور کی نسبت کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر پاخانے یہاں سے ہٹائے جائیں تو حرم کے نمازیوں اور حاجیوں کو بہت تکلیف ہو جائیگی۔ حرم کے قریب کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پاخانے بنوائے جائیں۔ دور بنوائے گئے تو حجاج کو بہت تکلیف ہوگی۔ میں نے کہا یہ ضروری نہیں کہ پاخانے یہاں سے اٹھوا دئے جائیں۔ بلکہ انکی صفائی کا جلدی جلدی انتظام ہونا چاہیے یہ نہیں کہ سالہا سال خبر نہ لی جائے۔

واپسی

قصہ مختصر مدینہ منورہ میں پندرہ روز قیام رہا۔ اس اثنا میں اکثر مشائخ شاذلیہ نقشبندیہ رفاعیہ خلوتیہ وغیرہ کی صحبتوں میں شرکت نصیب ہوئی اور مدینہ منورہ کے شیخ المشائخ حضرت مولانا سید حمزہ رفاعی نے اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور دیگر مشائخ بلاد مغرب سے چند خاص اعمال و عجائبات روحانی حاصل ہوئے۔

خصوصًا دربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار نے اپنے نالائق غلام کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔ اور اسکے مخفی ارادوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا

اسکا ایک ضمنی اشارہ اس شعر میں ہے ؎

یا ذا الذی ضمر علی الاقدام | علی الامور فاستمع نظام
ایاک ھذا الامر باھمام | تقدم علیہ مدا الایام

مدینہ منورہ سے رخصت ہوکر حجاز ریلوے کے رستہ کچھ دمشق آیا اور اسلامی ہوٹل دارالسرور میں ٹھہرا۔ جو مصر کے عیسائی ہوٹلوں سے زیادہ شاندار صاف اور سستا ہے۔ اس دفعہ دمشق میں چار پانچ روز قیام ہوا۔ اور غالب بے گورنر جنرل شام اور دیگر تمام نامور و ممتاز مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

حضرت شیخ عبد الجلیل مدیر مجلہ الحقیقہ

کے اہتمام سے مشائخ عظام کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں مجکو طریق ذکر دکھایا گیا اور مشائخ سے ملاقاتیں کرائی گئیں۔ حضرت شیخ محمود ابو الشامات الشاذلی نامور بزرگ شام اور حضرت مولانا محمد عبد الرحیم الفاپی المکی الشاذلی نامور شیخ مکہ مکرمہ نزیل شام سے شاذلیہ سلسلہ کی اسناد خلافت بھی حاصل ہوئیں اور بعض مشائخ سنوسیہ نے چند مخفی اعمال عطا فرما جن میں سے بعض اس کتاب کے آخر میں درج کر دئیے ہیں۔

دمشق سے بیروت پہنچا۔ اور دو روز قیام کیا اور وہاں سے پورٹ سعید آگیا پورٹ سعید میں کوک کمپنی کی معرفت خرچ منگایا تھا۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا زیادہ تعداد روپیہ کی مدینہ منورہ بھیجدی گئی۔ کل اسی روپے کوک کمپنی کے ہاں آئے تھے ان کو لیکر مینے ہندوستان سے بذریعہ تار اور روپیہ منگایا اور خود دوبارہ قاہرہ چلا گیا۔ جہاں دو تین روز کے قیام میں یہ روپیہ خرچ ہوگیا۔ پورٹ سعید پہنچا تو معلوم ہوا کہ روپیہ ہندوستان سے نہیں آیا۔ عجب پریشانی کا سامنا ہوا اور پانچ چھ روز نہایت مصیبت سے گزرے جن میں کچھ فاقے بھی برداشت کرنے پڑے

مولویہ درویشوں کے قوال

کیونکہ یہاں کسی سے شناسائی نہ تھی۔ اور پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جسکو فروخت کر دیا جاتا۔ اس فاقہ کشی کے زمانہ میں مولانا برکت اللہ بھوپالی مقیم ٹوکیو جاپان سے ملاقات ہوئی جو قسطنطنیہ سے آرہے تھے اور جاپان جارہے تھے انکی عالمانہ صحبت نے بہت فائدہ پہنچایا مگر ان کو خبر نہ تھی کہ میرا پیٹ روٹی مانگتا ہے اور دل و دماغ میں سمجھنے اور سوچنے کی طاقت نہیں ہے۔ پانچ فاقوں کے بعد دمشق کے ایک دوست سے ڈیڑھ سو روپیہ قرضہ ملا۔ اور میں آسٹرین کمپنی کے جاپانا جہاز میں سوار ہوکر سولہ دن میں بمبئی پہنچا۔ یہ فاقہ کشی خدا تعالے کا ایک امتحان تھا جسنے اپنے اُس بندے کو جسنے دو ہزار روپیہ اس سفر میں خرچ کرکے سارا راستہ نہایت عیش و عشرت سے بسر کیا تھا دکھایا کہ ہمارے کوچہ میں فقر فاقہ بھی ہے۔ جسکا آخر میں تھوڑا سا مزا چکھتے جاؤ۔ اس حالت کے پیش آنے پر مجکو جسقدر فخر ہے وہ کل سفر کی راحتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

واپسی میں بمقام عدن چند گھنٹے قیام ہوا۔ سید حسین صاحب حمود و دیگر متوسلین سلسلہ نظامیہ نے جو جاتے وقت بیعت ہوئے تھے۔ تحائف۔ نفیس کھانے نقد نذرانے ساتھ کئے۔ اور متعدد نئے حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ عدن سے چلکر تیز مرچوں کے سالن کھانے کے سبب پیچش ہوگئی اور دو رات دن جبکہ سمندر میں مایوسی بخش طوفان تھا اس پیچش نے موت کا مزا چکھا دیا۔ جہاز ڈوبنے کے قریب لیٹنا تک محال۔ اور پیچش کا تقاضا کہ بار بار بیت الخلا چلو۔ جسپر گزری وہی جان سکتا ہے۔ یہ آخری پریشانیاں ابتدا کی خوشحالیوں کا عوض تھیں۔ انسان کو خوشی میں غم۔ اور غم میں خوشی کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے۔

عدن سے چلتے وقت ۲۲ مسلمان ہندوستانی قیدی جہاز میں سوار ہوئے تھے

[illegible] قریب ہو گیا تو [illegible] کشتی [illegible] انتظار [illegible]
[illegible] قیمت سے [illegible]
[illegible]
[illegible] کھانا [illegible]

[illegible] قدم [illegible] ایک [illegible]
[illegible] قرض ادا [illegible]

استقبال

دہلی میں واحدی صاحب نے شاندار استقبال کا سامان کیا تھا اور بمبئی میں حکیم محمود علی خان صاحب ماہر اکبر آبادی اور دیگر احباب منتظر خیر مقدم تھے۔ مگر میں ان رسموں کو نہایت ناپسند کرتا ہوں۔ اسلئے چپ چاپ بے اطلاع داخل بمبئی ہوا اور ہوٹل میں ٹھہر گیا۔ لیکن حکیم ماہر صاحب کو کسی طرح خبر ہو گئی۔ جنہوں نے ہوٹل میں غیر معمولی تکلفات کا اظہار کرکے اپنی محبت کا زیر بار احسان کیا۔

القصہ برادرم مولوی سید علی وجدی مقیم بمبئی کی اعانت قرض سے ٹکٹ لیکر دہلی روانہ ہوا اور رات کو ۲ بجے جبکہ واحدی صاحب سوتے تھے منزل گاہ حلقہ میں پہنچ گیا۔ ظاہر ہے کہ واحدی صاحب کسقدر خفا ہوئے ہونگے جنکے اسباب استقبال کو مینے ملیا میٹ کر دیا اور بغیر پھولوں کے ہاروں کے رمضان کی آخری راتوں میں ڈھائی بجے چپ چاپ چارپائی پر لیٹ کر سو گیا۔ جو استقبال کی حالت میں ہرگز میسر نہ آتا۔ اور خبر نہیں کتنی دیر مجھکو اور دیگر احباب کو جاگنا پڑتا اور نتیجہ سوا اسکے کچھ نہ ہوتا کہ میں انکا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس کتاب کے دو چار ورق سیاہ کر دیتا۔ ناظرین بتائیں اُس میں آرام تھا یا اس میں۔

مولویہ خاندان کا حلقہ ذکر جسمیں یہ لوگ رقص کرکے ذکر کرتے ہیں اور ذکر میں بعض لوگوں کو وجد بھی آجاتا ہے -

(۱) رفیق سفر ضرور ہونا چاہیئے - ورنہ جی اکتا جاتا ہے - ساکتی ہوں تو تھرڈ کلاس میں سفر کرنا مناسب اور آرام دہ ہے -

(۲) جمالوں - ترجمانوں - اور پیشہ ور رہبروں پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے خواہ کیسے ہی بزرگ صورت اور دیانت دار معلوم ہوں - یہ لوگ عموماً بعد میں دھوکہ دیتے ہیں - اگر خود عربی جانتے ہو تو ان کی ہمراہی کی ضرورت نہیں ورنہ خیر مجبوری ہے - لیکن اس حالت میں بھی ان پر کلی اعتماد نہ رکھو اور ہر چیز سے ہوشیار رہو -

(۳) جب کسی ترجمان - ملاح - یا مزدور سے تکلیف پہنچے تو اسکی کتاب پر جو وہ سارٹیفکٹ حاصل کرنیکے لئے پیش کریگا صاف صاف لکھ دو - میں نے ہر جگہ ایسا ہی کیا اور ناواقف رہبر و ملاح خوش خوش سارٹیفکٹ لیکر چلے گئے - حاذق الملک صاحب نے مجھسے بیان کیا کہ اسکندریہ کے ایک شریر گائڈ یعنے رہبر کی شرارت سے وہ میرا سچا سارٹیفکٹ دیکھ کر محفوظ رہے - جسکو اسنے یہ سمجھکر دکھایا تھا کہ اسمیں میری تعریف ہے - مگر میں نے اصل حقیقت لکھدی تھی - لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ملاحوں اور ترجمانوں کی خاطر خوشامد سے متاثر ہوکر خلاف واقعہ تعریف لکھدیتے ہیں جو انکے دوسرے ہموطنوں کے دھوکہ کا باعث ہوتی ہے -

(۴) حاجیوں کو چاہیئے کہ ٹھہرنے سے پہلے ہوٹلوں کو خود جاکر دیکھ لیا کریں اور اسکا خیال نہ کریں کہ ہوٹل مسلمان کا ہے یا عیسائی و یہودی کا - کیونکہ عموماً مسلمان ہوٹل والے حاجیوں کو بہت لوٹتے ہیں اور انکے ہاں آرام کم ملتا ہے - رہبر و ملاح و مزدور کہا کرتے ہیں کہ مسلمان ہوٹل والے کے ہاں نماز کا آرام ہوگا - عیسائی کے ہاں نہ جائے - مگر یہ محض دھوکہ ہے ان لوگوں کی ہوٹلوں سے کمیشن مقرر ہوتی ہے - عیسائیوں اور یہودیوں کے ہوٹلوں میں نماز وغیرہ کی آزادی ہے - اور مسلمان ہوٹلوں سے زیادہ صفائی و طہارت ہے - میں نے اپنے ہموطن بھائی مسلمانوں کے فائدے کی باتیں لکھی ہیں تاکہ وہ قصائیوں
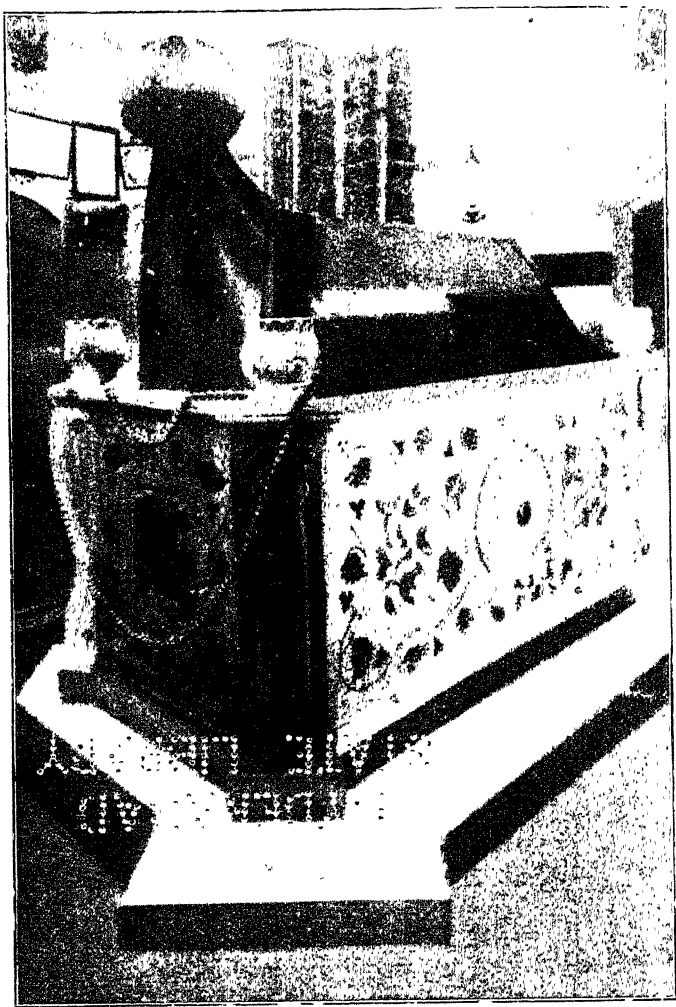
صلیبی محاربات کے شہرہ آفاق بہادر مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی کا
مزار دمشق میں جسکے سرہانہ انکا عمامہ و تسبیح بھی موجود ہے۔

کی کُھنڈی چھُری سے ذبح نہوں۔ ورنہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا میں بھی ضروری سمجھتا ہوں
مگر میرا خیال ہے کہ جو لوگ غریب پردیسی مسلمانوں کو ستانا اور ناجائز طریقے سے انکا روپیہ
برباد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں انکے مقابلہ میں مجھے اپنے ملکی مسلمانوں سے زیادہ ہمدردی
ہونی چاہئے۔

(۵) راستہ میں جو لوگ ساتھ ہوجائیں اور خواہ مخواہ کی ہمدردی کا اظہار کریں ان سے
احتیاط کرنی چاہیئے۔ اکثر بدمعاش ہوتے ہیں۔

(۶) گاڑی کا کرایہ خود نہ چُکاؤ۔ ہوٹل والے کی معرفت کفایت رہیگی۔

(۷) ہر جگہ اپنے آپ کو مضبوط۔ ہوشیار۔ ثابت کرو۔ کمزور اور بھولے بھالے کی
ہر جگہ مشکل ہے۔ مصنوعی مضبوطی و ہوشیاری بھی کام دیجاتی ہے۔

(۸) کوئی تکلیف پہنچے تو انگریزی کونسل سے جاکر کہو وہ تم کو ہر طرح کی مدد دیگا۔

(۹) سودا خریدنے میں خیال رکھو کہ ترجمان زیادہ نہ لٹوادے کئی جگہ دیکھ بھالکر خریدو۔

(۱۰) کنجوسی اور فضول کفایت شعاری کا خیال نہ کرو۔ سفر میں آرام کشادہ دلی سے ہوتا ہے
میلے ہوٹلوں میں ٹھہرنے اور کھانا کھانے سے کفایت تو ہوتی ہے مگر ناگہانی طور سے آدمی
بیمار بھی ہوجاتا ہے اور مسافرت کی بیماری تگنا چوگنا خرچ کرادیتی ہے۔ بس یہی باتیں
میری یاد رکھنی چاہییں باقی مذکورہ سفرناموں میں سب کچھ ملیگا۔

مخفی اعمال اور کیمیا کے نسخے

سفر کے بعض عجیب قصے میں نے رسالہ صوفی نظام المشائخ زمیندار وغیرہ پرچوں میں شائع کرادیے
تھے انکا لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ بعض اعمال بھی کتاب فیضان سنوسی میں شائع ہوچکے
ہیں۔ لیکن یہاں چند درج کرتا ہوں۔

یاد رہے کہ مجکو جتنا اعمال کا شوق ہے کیمیا کا نہیں ہے اور میں کیمیا کو فضول

دوسری اور نا کام خلجان تصور کرتا ہوں لیکن بلاد مغرب یعنی مراکش الجزائر تونس وغیرہ میں ان باتوں کا بہت چرچا ہے۔ ہاں کچھ جن مشائخ سے ملنا ہوا اور یہ جن کا ذکر اعمال و نسخہ جات کا ذکر آگیا انکو میں نے یادداشت میں لکھ لیا جو یہاں درج کیے دیتا ہوں۔ میری رائے میں انپر عمل کرنے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ صرف معلومات عجیبہ تک ان کو محدود رکھا جائے نیز یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی صاحب ان اعمال و نسخہ جات کی نسبت مجھ سے خط و کتابت نہ کریں مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ یہ سرگردانی مول لوں۔

تاثیر اسمائے باری تعالیٰ

(یا رحمٰن) ساعت زہرہ میں یہ اسم اس تعداد کی موافق جو اسکے حروف سے نکلتی ہے طالب و مطلوب کا نام لیکر پڑھے اور لوبان پر دم کرے اور جب مطلوب کے پاس جانیکا موقع ہو لوبان آگ پر ڈالے اسکی خوشبو سونگھتے ہی دیوانہ وار مطیع ہو جائیگا۔ خاوند اور زوجہ کے تعلقات اسکے ذریعہ خوشگوار کئے جا سکتے ہیں۔

(یا مہیمن) جو شخص اسکے اعداد حروف کی موافق ہمیشہ عشا کی نماز کے بعد پڑھا کریگا اسکو خواب میں ہر واقعہ آئندہ کا علم ہو جائیگا۔

(یا شہید) یہ اسم ان سات بزرگوں کے ورد میں رہتا ہے جو دائرہ ربانی کے اسرار میں پوشیدہ ہیں۔ جو شخص ہر نماز کے بعد دو سو مرتبہ پڑھنے کی عادت ڈال لے تو اللہ تعالیٰ اسکو چشم مکاشفہ عطا فرما دیتا ہے اور وہ تمام چھپی ہوئی چیزیں دیکھنے لگتا ہے۔ ورد ناغہ نہ ہو۔ مدت دراز کے بعد اثر ظاہر ہوتا ہے۔

نقش تسخیر

جو شخص ہر نماز کے بعد اسم یا ہادی سو بار پڑھنے کی عادت ڈالے اور کبھی ناغہ نہ کرے اور یہ نقش اپنے بازو پر باندھے رکھے تو تمام مخلوقات اس کی مسخر رہے گی۔

قسطنطنیہ کے صاحب ارشاد بزرگ درویش

نقش یہ ہے۔

۱	۳۰	ھ	۱	۳
۱۰۰	الہادی	الہادی	الہادی	ھ
ھ	الہادی	ھ	الہادی	۱
۱	الہادی	الہادی	الہادی	۱۲۰
۴	۱	ھ	۳۰	۱

تاثیر آیات قرآنی ۔ ہلاکی دشمن کیواسطے یہ آیت عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہے عمل سے پہلے لازم ہے کہ مخالف کا طالع نجوم معلوم کرے کہ اسکی پیدائش کس برج سے تعلق رکھتی ہے اگر یہ بات معلوم نہ ہو تو اسکے نام سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے اور نجومی لوگ بتلا سکتے ہیں کہ اس نام کا آدمی فلاں سیارہ و برج سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو اسوقت جبکہ قمر اس برج میں ہو جسکے تعلق مخالف کے طالع سے ہے سیاہ کاغذ پر آیت لکھے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسکے بعد مخالف کا نام لکھا جائے اور یہ کاغذ آگ میں جلا دیا جائے تو دشمن تباہ و برباد ہو جائیگا۔

کیمیا

عارف کامل حضرت شیخ عیسی السنوسی تونسی نے فرمایا جنسے دمشق میں ملاقات ہوئی تھی کہ ہر چیز کا حصول و کامیابی رازداری کے ماتحت ہے۔ خلقت کیمیا کے شوق میں دیوانی رہتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں روپئے اسکے شوق میں برباد کئے جاتے ہیں لیکن اصول رازداری کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اسواسطے کامیابی نہیں ہوتی۔

میںنے کہا۔ کیا آپ کیمیا کے وجود و اصلیت کے قائل ہیں۔ فرمایا تمنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث نہیں دیکھی جسمیں ارشاد ہے۔

كُلُّ عُشْبَةٍ فِي الْاَرْضِ نَابِتَةٌ فِيْهَا حِكْمَةُ اللّٰهِ ثَابِتَةٌ ہر بوٹی جو زمین پر نمودار ہوتی ہے اس میں خدا کی ایک حکمت ہے۔ پس جس طرح خدا نے چاندی سونا وغیرہ

دوائیں پیدا کی ہیں اسی طرح دواؤں اور بوٹیوں میں خواص عجیب رکھے ہیں اور ان میں قدرت دی ہے کہ ایک چیز کی ماہیت بدلکر دوسری شکل بنا دیں -

مگر یاد رکھو کیمیا میں اصل چیز رازداری ہے نہ کہ اخراجات کثیر - جو لوگ ہوسوں کا ہزار ہا روپیہ طرح طرح کی قیمتی ادویات فراہم کرنے میں خرچ کرا دیتے ہیں وہ دھوکہ باز ہیں کیمیا تو بغیر خرچ کے ملتی ہے -

اسکے بعد حضرت شیخ نے چند بوٹیوں کے خواص بیان فرمائے اور اصول رازداری کی تشریح سمجھائی - میں صرف ایک بوٹی کی خاصیت و کیفیت نسخہ لکھتا ہوں باقی کا لکھنا طول کلامی ہے -

کربھونا بوٹی

حضرت شیخ نے ایک بوٹی کا ذکر فرمایا جسکا نام انہوں نے کربھونا لیا اور ارشاد کیا کہ یہ بوٹی دریائے نیل کے قریب اور شام کے پہاڑوں میں ہوتی ہے - ہندوستان کی نسبت فرمایا کہ وہاں بھی سرسبز پہاڑوں میں تلاش کیا جائے تو ملیگی - اسکی شکل یہ ہے کہ اسکے پتے گول ہوتے ہیں جنکے کناروں پر کنگھی اور نیم کے پتوں کی طرح کنگورے کٹے ہوئے ہوتے ہیں - اور یہ کنگورے سرخی مائل ہوتے ہیں - ان پتوں کو توڑا جائے اور ہاتھ میں ملا جائے تو چکنائی سی محسوس ہوتی ہے - اس بوٹی پر سرخ رنگ کی چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں چڑھی رہتی ہیں اور سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اسکے سایہ میں اور کوئی گھاس نہیں ہوتی - یہ بوٹی بالشت بھر سے زیادہ اونچی نہیں ہوتی اور اسمیں مشک کی سی خوشبو آتی ہے - اور بعض اوقات اسکے پتوں اور شاخوں کو توڑا جائے تو اس میں سے زرد رنگ کا دودھ نکلتا ہے -

فرمایا عروج ماہ یعنے پہلی تاریخ [illegible] اس بوٹی پر آ[illegible] نازل ہوتی ہیں اور رات کے وقت پتے جیسے جگنو کی طرح [illegible] چمکتے ہیں

نوری دا با دودمتان کے مشہور ڈوگ دو بشر

طالب کو چاہیئے کہ انہی دس راتوں میں کسی رات جاکر اسکو توڑے - مگر اسکا توڑنا بہت مشکل ہے کیونکہ دور سے یہ بوٹی چمکتی ہے پاس جاؤ تو اسکی روشنی غائب ہو جاتی ہے - شیخ نے اسکی یہ ترکیب بتائی کہ ایک لمبے بانس پر کپڑا باندھا جائے اور دور سے جب بوٹی کی چمک معلوم ہو تو اسپر یہ کپڑا ڈال دیا جائے اور اسکے بعد قریب جاکر اسکو جڑ سمیت اکھیڑ لے اور سایہ میں سکھا کر رکھ لے - اور جب یہ سوکھ جائے تو اسکو خوب پیسے اور سیسے کو شہد میں غوطہ دیکر پگھلائے اور یہ پسی ہوئی بوٹی اسپر ڈال دے - سیسہ خالص سونا بن جائیگا -

ارشاد ہوا اس بوٹی کی دو قسمیں اور بھی ہیں - ایک کے پتّے مَرْوَہ یعنے ریحان کے پتّوں کی ہمشکل ہوتے ہیں اور بوٹی کا قد بالشت بھر کا ہوتا ہے - باہر کی جانب سے اسکے پتّے سُرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور اندر سے سفیدی مائل سبز - جسجگہ یہ بوٹی ہوتی ہے زمین کچھ چکنی چکنی سی معلوم ہوتی ہے جسپر چیونٹیاں جمع رہتی ہیں اسکی خوشبو بہت تیز ہوتی ہے - اسمیں سے سفید دودھ نکلتا ہے -

اگر خالص لوہے کو تپا کر یہ بوٹی اسپر ڈالی جائے تو لوہا چاندی بن جائیگا -

دوسری قسم اسکی یہ ہے کہ بوٹی کی تین شاخیں ہوتی ہیں اور اسکے پتّے مہندی کے پتّوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور اس میں سے سرخ رنگ کا دودھ نکلتا ہے - اسکو اگر سیسہ پر ڈالا جائے تو سونا بن جاتا ہے -

احتیاطیں

شیخ نے فرمایا کہ بوٹی اُکھیڑنے والا پورا پاک وصاف ہونا چاہیئے - اور اُکھیڑنے کے وقت کسی سے بات نہ کرنی چاہیئے - اور کیمیا بناتے وقت کسی غیر آدمی کا موجود ہونا سخت مضر ہے - ارشاد ہوا - اس کوچہ میں سب سے بڑی چیز

رازداری ہے یعنی کسی سے اپنے بھید اور ارادے کو ظاہر نہ کرے جو کام ہو نہایت پوشیدگی کے ساتھ خفیہ ہو۔
حضرت شیخ کی زبانی میں نے جو کچھ سُنا لکھدیا۔ مگر کبھی اسپر عمل کرنے کا ارادہ نہیں ہوا نہ آئندہ امید ہے کہ میں اس دردسری کی جانب متوجہ ہوں۔ سفر سے واپس آنے کے بعد میرے احباب طریقت محبی حاجی فتح محمد خانصاحب نظامی جمالی خدمتی وبابو حبیب اللہ خانصاحب فدائی نظامی قلندری نے مجکو چند روز ڈلہوزی پہاڑ پر مہمان بنا کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں مینے کوہ ڈلہوزی پر بہ بوٹی جگہ جگہ دیکھی لیکن باوجود بعض لوگوں کے اشتیاق کے کبھی اسکا ذکر کسی سے نہیں کیا کیونکہ میں اس کوشش کو تضیع اوقات سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں۔ تاہم اسوقت مناسب معلوم ہوا کہ جو چیز مجکو حاصل ہوئی ہے اسکو کتاب میں درج کردوں شائد کہ یہ کسی شخص کے کام آئے اور میں چھپانے کا مجرم قرار نہ پاؤں۔

تشریح تصاویر

اس کتاب میں جسقدر عکسی تصویریں ہیں ہر ایک کی کیفیت اسکے نیچے لکھی ہے۔ لیکن بعض تصاویر کی تشریح یہاں مکرر بیان کی جاتی ہے۔

(نوٹ واضح رہے کہ ان میں بعض تصاویر بہت نایاب و قیمتی ہیں جو نہایت تلاش سے دستیاب ہوئی ہیں۔ اسلئے امید ہے کہ ناظرین انکو غور و توجہ سے دیکھینگے)

فرعون اور حضرت یوسف ۔ یہ تصویر قدیمی بُت خانہ میں دستیاب ہوئی ہے شاہ مصر جسکا خاندانی لقب ہمیشہ فرعون ہوا کرتا ہے تخت پر بیٹھا ہے اور حضرت یوسف بحیثیت وزیر نیچے بیٹھے فرمان نویسی کر رہے ہیں۔ یہ فرعون حضرت موسی کے زمانہ کا شاہ مصر نہیں ہے۔

جامع اموی اور منارہ مسیح ۔ دمشق کی مشہور جامع مسجد اموی کی نسبت عقیدہ
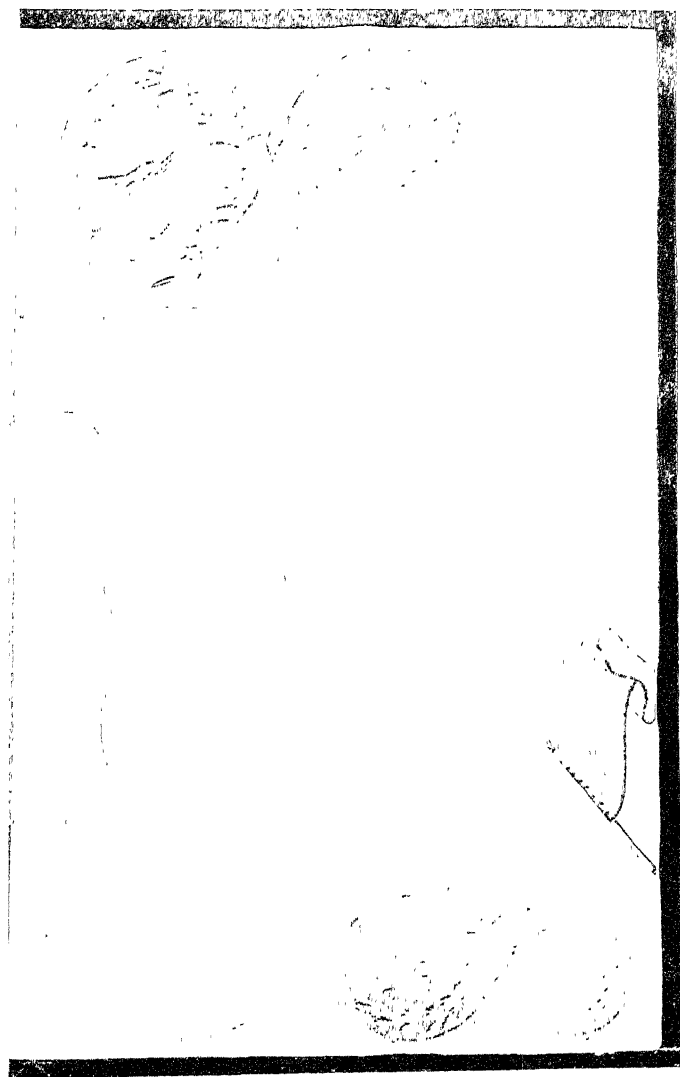
ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ اسکے منارہ پر نازل ہونگے۔ تصویر میں وہ منارہ نظر آتا ہے۔

فرعون کی لاش - اسمیں دو صورتیں نظر آتی ہیں۔ ایک تابوت کے تختہ پر اسکی مصنوعی تصویر ہے اس میں اسکی زندگی کی شکل کو دکھایا گیا ہے۔ دوسری مرجھائی ہوئی صورت خود اسکا جسم ہے جو بکس کے اندر رکھا نظر آتا ہے۔

حضرت سلطان صلاح الدین کی قبر - یہ مزار دمشق میں جامع اموی کے قریب ہے۔ جسکو دیکھ کر حرارت اسلام پیدا ہوتی ہے اسیواسطے یہاں اسکا فوٹو دیا گیا۔

مولویہ خاندان کا حال قال حضرت مولانا روم کے سلسلہ والے کس طرح کھڑے ہوکر اور رقص کرکے ذکر شغل کرتے ہیں۔ اسی عالم میں کبھی انکو حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ انپر غلط الزام ہے کہ وہ مصنوعی حال کھیلتے ہیں۔ کیونکہ یہ حال جسکو مصنوعی حال تصور کیا جاتا ہے طریقہ ذکر ہے نہ کہ حال۔

بیت المقدس کا معلق پتھر - قبۃ الصخرا کے نام سے جو تصویر ہے اسکے وسط صحن میں پتھر نظر آتا ہے۔ یہ بالکل معلق نہیں ہے اسکے کنارے آس پاس کی عمارت میں اٹکے ہوئے ہیں۔ البتہ ایک رُخ کھلا ہوا ہے جسکے اعتبار سے اسکو معلق کہہ سکتے ہیں۔ خلقت اس پتھر کے نیچے جاکر نماز پڑھتی ہے۔ یہ پتھر دس بارہ گز مربع سے کم نہوگا۔

رجسٹری کی رسید اور ملاقاتی کارڈ

چار صفحوں میں مصری رجسٹری کی رسید اور ملاقاتی کارڈوں کی تصویریں درج کی گئی ہیں انکے دکھانے کا یہ مقصد ہے کہ مصر میں تار ریل اور ڈاکخانہ کے کاروبار میں بھی عربی حروف مستعمل ہوتے ہیں پس ہندوستان میں بھی اُردو حروف ان محکموں میں جاری ہونے چاہئیں۔ سوڈان ومصر کے نوٹ پر بھی عربی عبارت ہوتی ہے۔ اگرچہ وہاں حکومت انگریزوں کی ہے۔ رجسٹری

کی رسید سے معلوم ہوگا کہ بھیجنے والے کے نام کے ساتھ ادب کے الفاظ بھی لکھے جاتے
ہیں جیسے کہ اسمیں اُستاد و شیخ کے لفظ ہیں - یہ علامت مسلمانوں کے ادب آداب کی ہے
جسکے اثر سے انگریز بھی اپنے محکموں میں اسکو ملحوظ رکھتے ہیں -

ملاقاتی کارڈ میرے پاس سیکڑوں تھے - یہاں میں نے صرف چند علما و مشائخ - گورنر یلی
بڑے پادری - تاجروں - فوجی افسروں کے کارڈ درج کر کے دکھایا ہے کہ جسطرح مکہ معظمہ
تک کے خطیب ملاقاتی کارڈ میں انگریزی حروف بھی استعمال کر لیتے ہیں - اسی طرح حلب کے
بڑے پادری کے کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی پیشوا عربی حروف کام میں لاتے ہیں
مگر اسلامی حکومت کے اثر سے عیسائی عربی کو اوپر اور انگریزی کو نیچے لکھتے ہیں -

جودت بے گورنر بیت المقدس اور غالب بے گورنر جنرل شام اور دیگر حضرات کے کارڈ و
کی جداگانہ رسم تحریر شام و مصر و فلسطین کے فن کتابت کو ظاہر کرتی ہے -

حکیم غلام نقشبند صاحب افغانی کابلی مقیم مصر کا تجارتی کارڈ ہر پہلو سے قابل توجہ اور
خوبصورت ہے - جسمیں کابل کی اسلامی حکومت کے نشانات بنے ہوئے ہیں جنکو ترکی
اور مصری مسلمان نہایت محبت سے دیکھتے ہیں جس طرح کہ ہندی مسلمان ترکی نشانوں سے
اُلفت رکھتے ہیں -

آخر میں میری درخواست حکومت انگریزی سے یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی سکّہ اور نوٹ
پر اُردو حروف ہونے چاہئیں - خاصکر نوٹ پر اُردو عبارت کا ہونا لازمی ہے - اور تار بھیجنے
کی اجازت اُردو زبان میں ہو جائے جیسا کہ مصر میں جہاں انگریزی عملداری ہے تار عربی زبان میں
دئے جاتے ہیں -

امید ہے کہ میری یہ درخواست انجمن ترقی اُردو اور دیگر خدام ملک و قوم کو آمادہ کرےگی
کہ وہ اس بارہ میں سرکار کو توجہ دلائیں - والسلام

دعاگو حسن نظامی

(مالدیف)

محمد عماد الدین اسکندر

سلطان مالادیف

Moh. Imaddudin Iskander

Ex Sultan of the Maldives

Suez | نالسویس

بیت المقدس الشریف

(۱) شیخ زاویۃ الہندئین عبد القادر ہندي

لزاویۃ شیخ فرید شکر کنج

SHEIKH ZAWIAT INDIA

ABDEL KADER HINDI

LIZAWIAT SHEIKH FAREED SHACKERKING

Jerusalem

---

(۲) حنا اصطفان

ترجمان قرنسلاتو دولۃ انکلترہ الفخیمۃ

القدس

---

(۳) احمد جودت

قدس شریف مجاز مخی متصرف

---

(۴) علی رضا

بیت لحم ناحیہ سی مدیری

(٥)

نصري فياني

كنشلير وترجمان ويس قونسلاتو دولت انكلتره

Nasri K. Fiani

Drogman Chancelier du Vice-Consulat d'Angleterre

JAFFA

---

(٦)

ندره مشاقه

ترجمان قنصل دولة انكلترا الفخيمة

N. Mushaka

Dragoman Chanceller

of H. B. M. Consul

شام

Damascus, Syria

---

(٧)

علي غالب

گورنر جنرل ولايت شام

---

(٨)

الاب جاورجيوس سالم

Le Père Georges Salem

حلب

ALEP

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

اس روزنامے کے پڑھنے والے کو حضرت خواجہ صاحب کے
سرشار طرز تحریر کا اچھی طرح اندازہ ہوجائیگا اور وہ اسکو ختم
کرکے چاہیگا کہ کوئی اور کتاب حضرت خواجہ صاحب کی اس قسم
کی دیکھوں۔ اسواسطے ہم اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے پاس
ایک دوسری کتاب روزنامچہ خواجہ حسن نظامی موجود ہے جسمیں
بمبئی کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ سومنات وغیرہ کے دلچسپ و مفید
حالات ہیں اور سیکڑوں کام کی باتیں ہیں۔

قیمت ۸/

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے ملیگا